کتاب

نمازِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی جائزہ

غیر مقلدین کی مستند ترین کتاب نمازِ نبوی
کا ان کے اپنے ہی اصولوں کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

تالیف
مولانا عطاء اللہ عمر
فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی

تقریظ
مناظر الاسلام ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ادارۃ الرشید کراچی

نام	کتاب نماز نبوی ﷺ کا علمی جائزہ
تالیف	مولانا عطاء اللہ عمرؒ
باہتمام	فیصل رشید، عباس علی

ادارۃ الرشید کراچی

علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

Tel: 021-34928643 Cell: 0321-2045610

E-mail: Idaraturrasheed@gmail.com

Idaraturrasheed@yahoo.com

فہرست مضامین

نماز نبوی کا علمی جائزہ

ادارۃ الرشید

تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدالله و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد!

اہل اسلام سے یہ بات مخفی نہیں کہ اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کی اکثریت ائمہ اربعہ کے پیروکار اور ان کی تشریح اور تحقیق پر غیر منصوص علیہا مسائل میں اعتماد کر کے زندگی گزارتی ہے خدا بھلا کرے غیر مقلدین فرقے کا جنہوں نے اہل حدیث جیسے مبارک لیبل لگا کر ضلالت وگمراہی کو رواج دینے کے لئے امت میں پھوٹ ڈالی، میں اللہ کو حاضر ناظر سمجھ کر اس پر گواہی دینے کو بالکل تیار ہوں کہ ان کے اس وقت کے موجودہ مجتہدین سے ہمارے درجہ سادسہ اور سابعہ کے طلباء الحمداللہ زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔۔۔بقول ان کے تقلید مجتہدین شرک ہے تو سوال یہ ہے یہ شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے خلاف آپ نے کون سی کتاب لکھی ہیں، کیا صرف امام ابوحنیفہؒ کی تقلید آپ کے ہاں شرک ہے؟

بات یہ ہے کہ حنابلہ کے ریال سعودیہ سے اور مالکیہ کے درہم دبئی اور ابوظہبی سے وافر مقدار میں لے کر منہ بند رکھا ہوا ہے۔ ہمارے فقیر حنفیہ کے پاس ڈالر وریال ہے ہی نہیں کہ کسی کی جہنم کو بھر سکیں۔ سب سے بڑا ظلم ہمارے سادہ لوح مسلمانوں اور علماء نے کیا کہ ان کو اہل حدیث کا لقب دیدیا، جبکہ اہل حدیث لقب کے صحیح حقدار مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ اور شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ تھے۔ اس وقت چالیس سال سے میری عمر متجاوز ہے پورے ملک پاکستان کے غیر مقلدین کو چیلنج کر کے کہہ چکا ہوں کہ کلمہ طیبہ کو ان

ہی الفاظ کے ساتھ حدیث کی صحیح کتابوں میں دکھا دیں، غیر مقلدین مر گئے مگر دکھا نہ سکے۔ غیر مقلدین کی فتاوٰی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایمان تقلیدی معتبر ہے اس میں کسی غیر مقلد کا اختلاف نہیں، لیکن فروعی اور غیر منصوص علیھا مسائل میں تقلید معتبر نہیں، برایں عقل و ہمت بباید گراست، موجودہ زمانے میں اس فتنے کا علامہ ذہبی حافظ زبیر علی زئی ہے، احقر نے کئی سال پہلے بدین کے ایک مناظرہ میں اس شیخ الاسلام ذہبی صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا تھا اس کے بعد تو غیر مقلدین سے اور نفرت بڑھ گئی۔ ہمارے برادر مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب نے اس ذہبی صاحب کے تناقضات اور عبارت کی تشخیص کر کے اہل سنت والجماعت عامۃ المسلمین کو اس سے آگاہ کیا ہے، موصوف نے بڑی جانفشانی سے غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی (بقول غیر مقلدین ذہبی دوراں) کی کتب کی عرق ریزی کر کے ان کے اصولوں کو جمع کیا اور روایات حدیث نبیؐ پر ان کی جرح وتعدیل کو یکجا کیا اور غیر مقلدین کی عصر حاضر کی سب سے مقبول ''نماز نبویؐ'' کو انہی اصولوں کی روشنی میں جانچا اور پرکھا۔ موصوف نے احناف کے اصولوں کو بالائے طاق رکھا۔ اور غیر مقلدین کے اصولوں کو مدنظر رکھا اور ایک شاہکار کتاب لکھنے میں کامیاب ہوئے۔ مولانا موصوف کی کتاب اور حضرت ذہبی صاحب کے علمی لطائف پڑھتے جایئے اور ذہبی صاحب کے لئے دعا کرتے جایئے کہ اللہ تعالی ان بے اصولوں کو اپنے ہی اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالی برادر مکرم مولوی عطاء اللہ صاحب کی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور حضرت ذہبی صاحب کے دجل وفریب سے مسلمانوں کو نجات عنایت فرمائیں۔

منظور احمد مینگل

خادم جامعہ صدیقیہ گلشن معمار کراچی

عرض مصنف

قارئین کرام! یہ جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں ہم کچھ غیر مقلدین حضرات کے بھی شکر گذار ہیں جنہوں نے ہمیں بیدار کیا اور یہ کتاب لکھنے کا سبب بنیان نام نہاد اہلِ حدیثوں سے ہمارا سامنا ہوتا رہا اور یہ لوگ بڑے فخریہ انداز میں کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس ایسی کتاب ہے جس میں کوئی ضعیف حدیث نہیں ہے، یہی دعویٰ کتاب ''نماز نبوی'' کے سرورق اور پس ورق پر بھی کیا گیا ہے.

اس دعویٰ میں یہ لوگ کتنے سچے ہیں، وہ اس کتاب کے مطالعے سے واضح ہو جائے گا کہ یہ کتنے پانی میں ہیں؟ اور تو اور اب تو زبیر علی زئی (کذاب) اس سے برأت کا اعلان بھی کر چکا ہے لیکن اب ان کذابوں کی اس سے جان چھوٹنے والی نہیں چونکہ غیر مقلدین حضرات نے ہمیں بیدار کر دیا ہے اس لئے اب انشاءاللہ اس فرقے کا تعاقب جاری رہے گا اور قارئین کو ان کے دجل فریب سے آگاہ کیا جاتا رہے گا۔

عطاءاللہ عمر

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿**نحمدہ و نصلی علی رسلہ الکریم الحمد للہ الذی نزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا**﴾ تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کوئی کجی نہیں چھوڑی۔

﴿**ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ و یعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین**﴾

ترجمہ:۔اللہ وہی ہے جس نے امی (ناخواندہ) لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اسکی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت (سنت) سکھاتا ہے اگرچہ یہ لوگ تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب آخری رسول ﷺ کو سرزمین عرب میں مبعوث فرمایا اور آپؐ کے فرائض منصبی میں کتاب وحکمت یعنی قرآن وسنت کی تعلیم اور تزکیہ نفس کو رکھا، آپؐ نے اس فریضے کو کما حقہ سرانجام دیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک بے نظیر اور بے مثال جماعت تیار ہوئی جن کی مدح سرائی اللہ جل شانہ خود اسی کتاب میں کرتا ہے اور پھر ﴿**امنوا کما امن الناس**﴾ کے ذریعے انسانوں کے لیے انہی کے ایمان کو پیمانہ بنایا ﴿**فان امنوا بمثل ما امنتھم بہ فقد اھتدوا**﴾ سے بتادیا کہ وہی شخص ہدایت یافتہ ہوگا جو میرے حبیبؐ کے صحابہؓ کے طریقے پر ہوگا اور ﴿**وان تولوا**﴾ سے اعراض کرنے والوں کو دور کی گمراہی میں بتادیا۔

صحابہ کرامؓ اسی مشن نبوی کو لے کر آگے بڑھے اور چار دانگ عالم میں پھیلا دیا اور صحابہ کرامؓ سے صحیح معنوں میں اس مشن کو لینے والے تابعین عظام اور آئمہ کرام ہی تھے جنکی تعریف اللہ تعالیٰ نے ﴿**والذین اتبعوھم باحسان**﴾ کے ذریعے فرمائی یہی لوگ تھے جن پر امت نے اعتماد کیا، یہی وہ لوگ تھے جو نور نبوت کی کرنوں کے صحیح امین تھے اور جنہوں نے نور نبوت کی کرنوں کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہونچا دیا اور پوری امت آج انہی کی خوشہ چین ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کو روشناس کرانے والے بھی انہیں ائمہ مجتہدین کے پیروکار یعنی علماء احناف تھے مثال کے لیے ہم حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کو کافی سمجھتے ہیں. جب اس سرزمین پر انگریز نے اپنے منحوس قدم جمائے تو انہوں نے **Divide and Rule** یعنی ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی حکمت عملی اپنائی، انگریز نے مال و دولت اور جاہ وجلال کے ذریعے مسلمانوں کے اندر تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی اور اس کے نتیجے میں دیگر فرقوں کی طرح (نام نہاد) اہل حدیث کے نام سے ایک نیا فرقہ جو کہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑا فتنہ ثابت ہوا، بنانے میں کامیاب ہوا. انگریز کی اس روحانی ذریت (اولاد) نے انگریز کے دیئے ہوئے مشن کو کما حقہ سرانجام دیا اور اب تک دے رہے ہیں اور اسی تناظر میں صرف اور صرف احناف کے اوپر برستے اور فتویٰ بازی کا شوق پورا کرتے ہیں، انتہا تو یہاں تک ہے کہ اس فرقے کا حکیم، ڈاکٹر، صحافی حتیٰ کہ درزی تک محقق، مفتی ومجتہد بن گئے اور عام لوگوں کو ائمہ کرام سے برگشتہ کرکے اپنی تقلید کی دعوت دیتے ہیں۔ اسی دعوت کی ایک مثال غیر مقلدین کی مشہور ترین ومعتبر ترین، بلند وبانگ دعوؤں سے مزین کتاب ''نماز نبوی'' ہے۔

قارئین کرام! ہم نے اس کتاب کا ایک جائزہ اسی کتاب کے محققین کے اصولوں کی روشنی میں لیا ہے. اس جائزے سے قبل ہم نے محققین حضرات خصوصاً زبیر علی زئی کذاب کی دوسری کتب

کا بغور مطالعہ کیا اور ان کتب سے اصول اور راویان حدیث جرح وتعدیل کو یکجا کیا اور حدیث پر جرح وتعدیل کے انہیں اصولوں (جو احناف کی مخالفت میں بنائے گئے تھے) کی روشنی میں اس مستندترین کتاب کو پرکھا اور ہدیہ قارئین کردیا۔

(1) ہم یہاں پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو حدیث یا قول اس کتاب میں ان کے اصول کے مطابق ضعیف یا نا قابل استدلال ہے، ضروری نہیں کہ وہ ہمارے اصول کے مطابق بھی ضعیف اور نا قابل استدلال ہو۔

(2) (نماز نبوی قدیم طبع 1997) کو کہا ہے اور (نماز نبوی جدید طبع 2007) کو کہا ہے. ان دونوں ایڈیشنز کے درمیان تقابلی جائزہ بھی لیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ کتاب کے اندر عنوانات نماز نبوی والے قائم رکھے گئے ہیں اور حروف تہجی (1،2،3 وغیرہ) کے تحت درج عبارت قائم کردہ عنوان کے تحت لکھی ہوئی ''نماز نبوی'' کی عبارت ہے۔ اس عبارت پر ہم نے تبصرہ کیا ہے، اگر تبصرہ ایک سے زیادہ ہے تو (ا، ب، ج) وغیرہ کے تحت درج ہے۔

(3) زبیر علی زئی کذاب کا اصول ہے کہ مدلس راوی کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے بشرطیکہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہوجائے چاہے ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو، اس اصول کے تحت پوری موطا امام مالکؒ ضعیف ہے کیونکہ امام مالکؒ کو طبقات المدلسین میں ابن حجرؒ نے مدلسین میں شمار کیا ہے اور سب احادیث امام مالکؒ سے عن سے مذکور ہیں۔

(4) اس کتاب ''نماز نبوی'' میں جہاں بھی ابن حبان، ابن خزیمہ اور الموارد کے حوالے سے حدیث کو صحیح کہا تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ محققین کا ان احادیث پر صحت کا حکم محض دعویٰ ہے کیونکہ ان آئمہ نے اپنی کتابوں میں احادیث پر صحت کا حکم نہیں لگایا سوائے کتاب کا نام صحیح رکھنے

کے۔ اگر کتاب کا نام صحیح رکھنے سے تمام احادیث صحیح بن گئیں تو پھر سوال یہ ہے کہ دوسرے مقامات پر پھر انہیں کتابوں کی احادیث کو ضعیف کیوں کہا؟ نیز پھر بخاری ومسلم کا کیا نمبر ہوگا؟ لہذا کتاب کا نام صحیح رکھنے سے کتاب کی تمام احادیث صحیح نہیں بن سکتیں، یہ ان محققین کا اپنی عوام کو محض دھوکہ ہے۔

(5) ہماری کتاب میں جہاں کہیں زبان کی تیزی ہے اس کو قانونِ ''ہر عمل کا ردِعمل'' سمجھیں۔

(6) ہم نے اپنی اس کتاب میں زبیر علی زئی کو کذاب کہا ہے جس کی درج ذیل وجوہات ہیں۔

(الف) زبیر علی زئی صاحب نے اپنے ماہنامہ الحدیث کے شمارہ نمبر 94 مارچ، اپریل 2012 میں اپنی بعض کتب بشمول نماز نبوی کی تحقیق کی ذمہ داری سے انکار کیا، جبکہ دارالسلام ''نماز نبوی'' کتاب کو 1997 سے تا حال مسلسل انکے نام کے ساتھ شائع کر رہا ہے اب دونوں میں سے ایک ضرور بالضرور کذاب ہے۔

(ب) اس نے جن احادیث مبارکہ کو بعض دوسری کتب میں ضعیف کہا انہیں 'نماز نبوی' میں صحیح کہا (تفصیل کتاب میں ملاحظہ فرمائیں)

(ج) اس نے دوسری کتابوں میں جن راویان حدیث پر جرح کی، اس کتاب نماز نبوی میں انہیں راویان کی مروی احادیث سے استدلال کر کے صحیح کہا۔

(د) اس نام نہاد محقق نے اپنی کتابوں میں آئمہ احناف کو کذاب کہنا اپنا وطیرہ بنایا ہوا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان نام نہاد جاہل محققین کو اپنے ہی اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سادہ لوح عوام کو ان کے دجل فریب سے محفوظ فرمائیں. اور ہم جیسے ناسمجھ اور گمنام لوگوں کو مزید توفیق عطا فرمائیں کہ ہم ان کو مزید وعظ ونصیحت کریں۔ اللھم آمین

☆☆☆

ابتدائیہ

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 15 جدید صفحہ 27)

(1) ابتدائیہ کے عنوان کے تحت اپنے پیر و مرشد ناصر الدین البانی کا قول نقل کیا ہے

''ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی مانند نماز ادا کرنا اُس وقت ممکن ہے جب ہمیں تفصیل کے ساتھ آپ ؐ کی نماز کی کیفیت معلوم ہو اور ہمیں نماز کے واجبات، آداب، ہیأت اور ادعیہ واذکار کا علم ہو۔۔۔۔۔''

تبصرہ:۔

آپ کے نقل کردہ اس جملے سے واضح ہوتا ہے کہ نماز کے اندر واجبات، (سنن و مستحبات: قدیم صفحہ 63 جدید صفحہ 83) آداب کا جاننا ضروری ہے لیکن آپ نے ان ضروری افعال کی پوری کتاب کے اندر قرآن وحدیثِ صحیح کی روشنی میں نہ تو تعریف کی ہے اور نہ ہی ان افعال کا تعین کیا ہے (سوائے غسل کے)۔ جبکہ آپ نے نمازِ نبوی قدیم وجدید کے پسِ ورق پر لکھا ہے ''نمازِ نبوی ایک امتیاز اور انفرادیت کی حامل ہے۔ اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں نماز اور اسکے تمام تر مسائل کو اس قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔'' آپ کا دعویٰ تو ابتدا ہی میں دھرے کا دھرا رہ گیا۔

ابھی تو آغازِ سفر ہے روتا ہے کیا۔۔۔۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔۔۔۔۔

(2) عنوانِ مذکورہ میں بطورِ تنبیہ کے نسخہِ جدید کے صفحہ 27 پر لکھا ہے ''عرض ہے کہ واجبات،

آداب کا جاننا ضروری نہیں بلکہ صرف یہی کافی ہے کہ خود تحقیق کرے یا کسی مستند اور صحیح العقیدہ عالم سے رسول اللہ ؐ کی نماز کا علم حاصل کیا جائے اور سنت کے مطابق نماز ادا کی جائے''۔

تبصرہ الف:۔

آپ کی اس عبارت کے تین حصے ہیں۔۔

واجبات وآداب کا جاننا ضروری نہیں جبکہ تین سطر پہلے آپ نے اپنے امام وپیشوا ناصر الدین البانی کا قول بڑے مزے سے نقل کر کے کہا تھا کہ ہمارے لیے رسول اللہ ﷺ کی مانند نماز ادا کرنا اس وقت ممکن ہے جب ہمیں تفصیل کے ساتھ آپ ؐ کی نماز کی کیفیت معلوم ہو اور ہمیں نماز کے واجبات، آداب، ہیأت اور ادعیہ واذکار کا علم ہو۔۔۔ اب ہم کس کی بات کو صحیح سمجھیں آپ کی یا آپ امام ومقتدا کی۔

تبصرہ ب:۔

خود تحقیق کرے جنابِ والا آپ کے خیال میں ہر کس وناکس اس قابل ہے کہ وہ خود قرآن وحدیث سے مسائل کا استنباط اور تحقیق کرے بظاہر تو یہی نظر آرہا ہے کہ آپکے ہاں کوئی علمی معیار نہیں بلکہ حکیم، ڈاکٹر، پبلشر، تاجر، گوالا وغیرہ عوام وخواص سب ہی مصنف مفتی مجتہد اور محقق بن سکتے ہیں تب ہی تو ہم '' فضلوا واضلوا '' کے مصداق کو غیر مقلدین محققین کی شکل میں آسانی سے دیکھ لیتے ہیں اور کیا آپکی نظر سے قرآنِ مقدس کی آیتِ کریمہ ﴿وما کان المومنون لینفروا کافۃ ....﴾ (سورہ توبہ آیت 122) ترجمہ جناب محمد جونا گڑھی: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تاکہ وہ لوگ اپنی قوم کو جبکہ وہ انکے پاس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ ڈر جائیں۔ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں آپ کے

شریک کار محقق ومفسر فرماتے ہیں ''دوسری تفسیر اسکی یہ ہے کہ اس آیت کا تعلق جہاد سے نہیں ہے بلکہ اس میں علمِ دین کی سیکھنے کی اہمیت کا بیان، اسکی ترغیب اور طریقے کی وضاحت ہے اور وہ یہ کہ ہر بڑی جماعت یا قبیلے میں سے کچھ لوگ دین کا علم حاصل کرنے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑیں اور مدارس ومراکزِ علم میں جا کر اُسے حاصل کریں اور پھر آ کر اپنی قوم میں آ کر وعظ ونصیحت کریں''۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تحقیق کرنا ہر کس وناکس کا کام نہیں بلکہ اس کے لیے رجال کار کا ہونا ضروری ہے۔ (**صحیح بخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل**) کے تحت امام بخاریؒ ایک حدیث لائے ہیں ﴿**انما العلم با التعلم**﴾ بے شک علم تو سیکھنے سے ہی آتا ہے یہ حدیث طبرانی اور مسندِ بزار میں سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے موجود ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں ﴿**یا ایھا الناس تعلموا العلم فانما العلم باالتعلم و الفقه باا لتفقه و من یرد الله به خیرا یفقه فی الدین**﴾ " اے لوگو علم حاصل کرو کہ علم سیکھنے سے ہی آتا ہے اور فقہ غور وتدبر سے آتا ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اُسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔ اب آپ خود ہی اس بات پر غور کریں اور بتائیں کہ خود تحقیق کرنے والی بات کہاں تک درست ہے اس بات کا فیصلہ ہم قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں۔

(ج)۔ آپ کی تنبیہ کا تیسرا حصہ ہے ''کسی مستند اور صحیح العقیدہ عالم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا علم حاصل کیا جائے اور سنت کے مطابق نماز ادا کی جائے''۔ یعنی کسی غیر معصوم عالم پر اعتماد کر کے اس کی بات کو تسلیم کیا جائے۔ اگر یہ تقلید نہیں تو پھر تقلید کس بلا کا نام ہے مزید براں محققِ نمازِ نبوی حافظ زبیر علی زئی کذاب (نور العینین صفحہ 23) پر تقلید کو بدعت اور صفحہ 25 پر گمراہی کا سبب بتاتے ہیں تو آپ اپنے ہی اصول کے مطابق **داعی الی البدعته و الضلالة** ہوئے۔

اوپر آسمان نیچے داڑھی تھوکے تو کہاں۔۔۔۔۔۔

حدیث کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 26 جدید صفحہ 41)

اس عنوان کے تحت محققِ نمازِ نبوی عبدالصمد رفیقی کا تذبذب دیدنی ہے ضعیف احادیث سے استدلال کے معاملے میں کے متضاد اقوال ملاحظہ ہوں۔

(1) اس عنوان کے حاشیہ میں قلم کاری کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''کسی مسئلے کے متعلق قرآنِ مجید اور مقبول احادیث مکمل طور پر خاموش ہوں، صرف بعض ضعیف روایات سے کچھ راہنمائی ملتی ہو تو وہ اس مسئلے میں کسی امام کے قول پر عمل کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے۔

(2) مزید لکھتے ہیں۔۔۔

اب اگر ضعیف احادیث کے بیان کا دروازہ کھول دیا گیا تو وہ یہ جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ ''فلاں حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید فلاں آیت کریمہ یا مقبول حدیث سے ہو رہی ہے لہذا یہ حدیث ضعف کے باوجود قابلِ استدلال ہے'' حالانکہ فہمِ سلف کے مطابق اس فلاں آیت یا مقبول حدیث سے اس ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

(3) (صفحہ 46 جدید اور قدیم صفحہ 30) پر قلم کا زور دکھاتے ہوئے لکھتے ہیں: ''کہ ان حقائق کے پیشِ نظر بہتر یہی ہے کہ ضعیف احادیث سے استدلال کا دروازہ بند ہی رہنے دیا جائے''۔ قارئینِ کرام! ذرا ''سردار جی'' کے اصول پر غور فرمائیں: اصل نمبر 1 سے معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث قابلِ عمل واستدلال ہے۔ اصل نمبر 2 اور 3 سے معلوم ہوا کہ ضعیف حدیث سرے سے ہی قابلِ عمل واستدلال نہیں ہے، جبکہ تسہیل الوصول طبع نعمانی کتب خانہ میں اصول نمبر 2 کی مخالفت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل صفحات پر تائید اور شواہد کی وجہ سے ضعیف احادیث کو ان کے

شریک کار محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب نے صحیح کہا ہے (31، 44، 61، 105، 105، 107، 118، 132، 147، 179، 319، 338، 344، 361) اور جز رفع یدین طبع مکتبہ اسلامیہ مین اسی اصول نمبر 2 کی مخالفت کرتے ہوئے مندرجہ ذیل صفحات پر تائید اور شواہد کی وجہ سے ان ضعیف احادیث کو صحیح کہا ہے (40، 48، 49، 76، 102) یہ مقامات بطور مشتے از نمونہ خروارے ہیں وگرنہ محققین حضرات کی جمیع کتب میں ان احادیثِ ضعیفہ کی فہرست مرتب کی جائے جن کو شواہد یا تائید کی بنیاد پر صحیح یا حسن کہا ہے تو ایک کتاب بن جائے گی۔ مزید برآں ان کے اصول نمبر 1 کو رد کرتے ہوئے ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 28 جدید صفحہ 43) پر لکھتے ہیں۔ '' جبکہ صحیح احادیث اس قدر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف احادیث کی ضرورت ہی نہیں ہے''۔

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں اور محقق عبدالصمد رفیقی کی اصل نمبر 1 پر دوبارہ نظر فرمائیں اور پھر دوسرے محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی کی عبارت کہ غور سے دیکھئے اور خود فیصلہ کیجئے کہ ایک ہی کتاب میں مل بیٹھ کر لکھنے والے محققین صرف ایک صفحے کے فرق سے اتنے تذبذب کے شکار ہیں ہم کس محقق کی بات کو صحیح سمجھیں: آفریں را بر ایں تحقیق۔ محترم قارئین کرام! صرف اس بات پر بس نہیں ہوئی بلکہ محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 30 جدید صفحہ 45) پر لکھتے ہیں '' جب حدیث ضعیف ہو تو اس کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا آپؐ نے کیا یا آپؐ نے کرنے کا حکم کیا ہے یا منع کیا ہے''۔ اب ذیل میں ان ضعیف احادیث کی فہرست پیش کی جاتی ہے، جن کو محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب نے اپنی کتاب تسہیل الوصول طبع نعمانی کتب خانہ میں ضعیف کہا ہے اور نمازِ نبوی میں انہی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا ہے۔

نوٹ:۔ ان احادیثِ مبارکہ کی تفصیل اپنے مقامات پر آئے گی

نمبر شمار	تسہیل الوصول	نمازِ نبوی قدیم	نمازِ نبوی جدید
1۔	صفحہ 45	صفحہ 48	حذف
2۔	صفحہ 135	صفحہ 89	صفحہ 116
3۔	صفحہ 138	صفحہ 93	حذف
4۔	صفحہ 160	صفحہ 152	صفحہ 193
5۔	صفحہ 218	صفحہ 185	حذف
6۔	صفحہ 255	صفحہ 201	صفحہ 250
7۔	صفحہ 257	صفحہ 123	حذف
8۔	صفحہ 355	صفحہ 294	حذف

قارئین کرام! محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی اور محقق عبدالصمد رفیقی کی اصل نمبر تین کے تناظر میں خود فیصلہ کیجئے کہ یہ محققین اور ان کی مشترکہ طور پر لکھی ہوئی کتاب نمازِ نبوی کہاں تک قابلِ اعتماد ہے۔

لمحہ فکریہ:۔

قارئین کرام! محقق عبدالصمد رفیقی کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیں '' دوسرے الفاظ میں جو اصل دین ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے۔ اور جو دین نہیں۔ ہے اس روایت پر مؤثر جرح موجود ہے''۔ قارئین کرام! مقامِ غور ہے تسہیل الوصول میں جن احادیث کو ضعیف کہا گیا اس عبارت کے مطابق وہ دین نہیں ہے ''نمازِ نبوی میں ان احادیث کو لے کر دین بنا دیا گیا'' دوسرے الفاظ میں جو تسہیل الوصول میں دین نہیں تھا وہ نمازِ نبوی میں دین بنا۔ قارئین کرام! جو دین ہے

اس کو غیرِ دین بنانا اور جو دین نہیں ہے اس کو دین بنانا ان محققین کذابین کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے "یہ دین ہے یا کھلونا" ﴿افرء یت من التخذالهه هوا هه و اضله الله﴾

قارئینِ کرام! اصول نمبر 3 میں خط کشیدہ الفاظ دیکھئے، لکھتے ہیں کہ مقبول حدیث سے ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی اور نمازِ نبوی قدیم صفحہ 30 اور جدید صفحہ 46 پر عبارت ہے کہ جو اصل دین ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے۔ قارئینِ کرام! خود فیصلہ کیجئے کہ جس مقبول حدیث سے ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہو سکتی تو وہ مقبول حدیث دین کیسے بن سکتی ہے۔ یہ محققین ہیں اور یہ ان کے اصول اور لکھ ڈالی کتاب نمازِ نبوی۔

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے انجامِ گلستان کیا ہوگا۔۔۔

احکامِ طہارت

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 45 اور جدید صفحہ 59)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے ﴿الماء طهورٌ لاینجسه شئٌ﴾ اس حدیث کے تحت لکھا ہے۔ "معلوم ہوا کہ کنویں کا پانی پاک ہے"۔

تبصرہ الف:۔

سوال یہ ہے کہ اس حدیث کو کنویں کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا جبکہ سوال خاص لیکن جبکہ جواب حکمِ عام ہے جیسا کہ مالک بن حویرثؓ کی معیت میں وفد آیا تھا تو خاص اسی وفد کو فرمایا تھا ﴿صلوا کما رائیتمونی ائصلی﴾ حدیث کے ان الفاظ کو تم جیسے محققین نے عام کر دیا اور کتاب کے سرِ ورق پر لکھ دیا: اس حدیث کو عام کرنا اور پہلی حدیث کو خاص کرنے میں کیا راز ہے یہ پردہ تو آپ جیسے محققین ہی اٹھا سکتے ہیں لیکن جو بھی انکشاف کریں وہ قرآن و حدیثِ صحیحہ سے مدلل ہو (نمازِ نبوی جدید صفحہ 40)

مطالبہ:۔

(نمازِ نبوی جدید صفحہ 40) پر آپ کا فرمان ہے "ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی قابلِ عمل ہے جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو" آپ کے اصول کی روشنی میں آپ سے مطالبہ ہے کہ قلتین کی مقدار کا تعین (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 46 اور جدید صفحہ 60) پر 227 کلوگرام کیا ہے ذرا قلتین کی مقدار کے اس تعین کو قرآن و حدیث سے مدلل کر دیں ورنہ کہہ دیں کہ ہم اپنی بات کو اپنے ہی اصولوں کے تحت ثابت نہیں کر سکتے اور چلے ہیں لوگوں کو نمازِ نبوی سکھانے۔

جہالت:۔

مائع کا پیمانہ لیٹر ہے اور ٹھوس کا پیمانہ کلوگرام یا پاونڈ ہے یہ محققین عظیم ٹھوس اور مائع کا فرق نہیں سمجھتے اور نکلے ہیں حدیث میں تحقیق کرنے آفریں را برایں تحقیق۔

(2) اسی عنوان کے تحت حاشیہ میں محقق عبدالصمد رفیقی لکھتے ہیں "کنویں کا پانی بھی ساکن ہوتا ہے لیکن اسکے باوجود وہ پاک ہوتا ہے اور پاک کرتا بھی ہے اسکی وجہ یہ کہ اس کی مقدار قلتین (227 کلوگرام) سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی نجاست کے گرنے سے اس کا (رنگ بو ذائقہ) نہیں بدلتا لیکن اگر اسکی مقدار سے کم مقدار والے پانی میں نجاست گر جائے تو اس سے غسل یا وضو نہیں کرنا چاہئے خواہ اسکا وصف تبدیل ہو یا نہ ہو۔

تبصرہ الف:۔

یہاں ساری عمارت حدیث قلتین پر تعمیر کی گئی ہے اور حدیث قلتین کے بارے میں السید السابق اپنی کتاب فقہ السنہ 13/1 میں لکھتے ہیں۔

﴿واما حدیث عبد الله بن عمرؓ ان النبیﷺ قال: "اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث: روا الخمسة فهوا مضطرب سنداً ومتناً: قال ابن عبد البر فی

التمهيد ما ذهب اليه الشافعي من حديث القلتين ، مذهب ضعيف من جهة النظر، غير ثابت من جهة الأثر .﴾

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث کہ آپؐ نے فرمایا کہ پانی قلتین ہو تو وہ گندگی نہیں اٹھاتا (نجس نہیں ہوتا) یہ حدیث مضطرب ہے سنداً ومتناً اور ابن عبدالبر التمہید میں فرماتے ہیں امام شافعیؒ حدیثِ قلتین کی طرف گئے ہیں: یہ مذہب من جهة النظرو ا لأثر (عقلی ونقلی) دونوں طور پر ثابت نہیں ہے۔ جب یہ حدیث ضعیف ٹھہری تو آپکا اس حدیث سے استدلال کرنا کیا معنی رکھتا ہے جب آپ خود ہی فرماتے ہیں ضعیف حدیث سے استدلال کا دروازہ بند ہی رہنے دیا جائے (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 30 اور جدید صفحہ 46) کہیں آپ اپنے اصول بھول تو نہیں گئے کیونکہ یہ سچ ہے کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد''۔

(3) اسی عنوان کے تحت حاشیہ نگار محقق لکھتے ہیں کنویں کا پانی بھی ساکن ہوتا ہے اور پاک ہوتا ہے اور پاک کرتا بھی ہے۔

تبصرہ الف:۔

اسی صفحہ کے اوپر ساکن پانی کے متعلق دو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔

(1) رسول ﷺ نے جنبی کو ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرنے سے منع فرمایا۔

(2) نبیؐ نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے اور اس سے غسل کرنے سے منع فرمایا۔

ان دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ساکن پانی میں نجاست گرنے سے پانی نجس ہو جاتا ہے چاہے اسکا کوئی وصف تبدیل نہ ہو کیونکہ جنبی کے نہانے سے پانی کا کوئی وصف تبدیل نہیں ہوتا پھر بھی حدیث کے مطابق نجس ہوگا اس لئے تو منع کیا ہے اب بقول آپ کے کنویں کا پانی ساکن ہے اور نجس نہیں ہوتا۔ آپ کے اس فتوے (معلوم ہوا کہ کنویں کا پانی پاک ہے) اور

بیان کردہ احادیث میں تعارض ہے اس تعارض کو ختم کرنے کیلئے آپ کے شریک کار محقق بے بدل حافظ زبیر علی زئی کذاب کی طرف رجوع کرتے ہیں: فرماتے ہیں ''اور پھر رسول ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے''۔ (نور العینین صفحہ 25) اور اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ آپ امام اور مجتہد بھی نہیں حافظ زبیر علی زئی کذاب کے بقول آپ کی اس بات پر عمل کرنے والے گمراہ ہو رہے ہیں اور آپ گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

مزید براں آپ کی نقل کردہ ان دونوں حدیثوں اور حدیث ﴿الماء طهورٌ لاينجسه شيءٌ﴾ میں پانی کے مقدار کا تعین نہیں ہے: آپ کی تشریح کے مطابق اس اور ماقبل کے دونوں حدیثوں میں تعارض ہو رہا ہے برائے کرم اپنی تحقیق سے تمام محققین مل کر قرآن اور سنت صحیحہ کی روشنی میں اس تعارض کو حل فرمائیں، لیکن یاد رہے کہ بقول آپ کے کسی امام غیر معصوم کے قول کو لینا بدعت اور گمراہی ہے (نور العینین صفحہ 25 نیز ہمارے ذہن میں ایک اشکال ہے آپ حل کریں گے تو ہم مشکور ہوں گے۔ طحاوی میں عبداللہ بن زبیرؓ اور مصنف ابنِ ابی شیبہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک حبشی یا زنجی زم زم کے کنویں میں گر گیا تو ایک آدمی کنویں میں اترا اور اس کو باہر نکالا ان دونوں صحابہ کرامؓ نے دوسرے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فتوی دیا تھا کہ کنویں کا پانی باہر نکالو۔ جبکہ آپ کہتے ہیں کہ کنویں کا پانی نجس نہیں ہوتا اور زم زم کا پانی آپ کے تعین کے مطابق قلتین سے زیادہ ہے۔ اب اشکال یہ ہے کہ صحابہ کرام نے کنویں سے پانی نکالنے کا فتوی کیوں دیا؟

اب اگر آپ کی بات کو صحیح تسلیم کریں تو براہ کرم اس سوال کا جواب دے دیں فرض کریں کہ عبدالصمد رفیقی صاحب کے گھر میں کنواں ہے اس میں کتا گرا اور مر گیا اور پھٹ گیا تو آپ کیا

فتوی دیں گے؟ آپ کے اقوال سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ پانی کے پاک ہونے کا فتوی دیں گے، اس لئے آپ اہلِ حدیث کی بجائے اہلِ حدث کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں۔

(3) مزید براں آپ کی مذکورہ عبارت کنویں کا پانی بھی ساکن ہوتا ہے اس کے باوجود پاک ہوتا ہے اور پاک کرتا بھی ہے اسی کے متصلاً بعد آپ محققین حضرات لکھتے ہیں '' جبکہ بعض محققین یہ کہتے ہیں کہ پانی کم ہو یا زیادہ، یعنی دو قلوں سے کم ہو یا زیادہ، نجاست پڑنے سے جب تک اس کے تینوں اوصاف میں سے کوئی ایک وصف تبدیل نہیں ہوتا، وہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔

تبصرہ الف:۔

نام ہے کتاب کا نمازِ نبوی اور اقوال لائے ہیں غیر نبی غیر معصوم کے جو بقول آپ کے گمراہی اور بدعت اور سخت ترین گناہ ہے، (نور العینین صفحہ 25، نمازِ نبوی جدید صفحہ 40) پر آپ کا فرمان ہے کہ '' ثابت ہوا کہ مسئلہ و فتویٰ صرف وہی قابلِ عمل ہے جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو'' آپ کے اس اصول کے مطابق آپ کے یہ مسائل غیر صحیح اور نا قابلِ عمل ہیں اور اس پر عمل کرنا بدعت اور گمراہی ہے۔

تبصرہ ب:۔

آپ کے ان پیش کردہ دونوں اصولوں میں تعارض ہے نہ تو آپ نے تعارض کو حل کیا ہے اور نہ ہی راجح اور مرجوح کی نشاندہی کی ہے۔

تبصرہ ج:۔

اگر ایک بالٹی میں چند قطرے پیشاب کے گر جائیں تو اس پانی کے تینوں اوصاف میں سے کوئی ایک وصف تبدیل نہیں ہوگا اور آپ کیلئے گلیسوز ڈی ہوگا۔

(4) اسی عنوان کے تحت ایک حدیث دی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا '' دریا اور سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اسکی مردار (مچھلی) حلال''۔

تبصرہ:۔

سوال یہ ہے کہ حدیث میں مردار کو آپ نے مچھلی کے ساتھ کس دلیل کے تحت مختص کیا ہے اور ترجمہ میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے جبکہ آپ کے امام شوکانی ؒ نے نیل الاوطار اور آپ کے دوسرے امام صفی الرحمٰن مبارک پوری نے بلوغ المرام میں اسی حدیث کے تحت لکھا ہے '' اور اس طرح یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جو جانور سمندر کے ہیں (یعنی وہ سمندر کے باہر زندہ نہیں رہ سکتے) وہ سب حلال ہیں''۔

کہیں یہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔۔۔ کڑوا کڑوا تھو تھو والا معاملہ تو نہیں۔۔۔

مگر یاد رہے کہ جس حدیث میں مچھلی کی صراحت آئی ہو اس حدیث سے سخت پرہیز کیجئے گا کیونکہ اس حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کو آپ جزء قرأت میں کئی مقامات پر سخت ضعیف بلکہ ان پر موضوع روایات کا الزام بھی لگا چکے ہیں صفحہ 102، صفحہ 105، صفحہ 147، صفحہ 181 اور دوسرے طریق کے راوی اسماعیل بن ادریس، عبداللہ کو بھی علامہ ابنِ کثیر نے ضعیف کہا ہے۔ تفسیر ابنِ کثیر اردو مترجم محمد جوناگڑھی غیر مقلد (تفسیر سورۃ مائدہ آیت نمبر 3) اور ہاں اپنے اصولوں کو بھی سامنے رکھئے گا: '' حالانکہ فہم سلف کے مطابق اس فلاں آیت یا فلاں مقبول حدیث سے اس ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی '' (نمازِ نبوی جدید صفحہ 45 اور قدیم صفحہ 29)

☆☆☆☆☆

رفع حاجت کے آداب

(نماز نبوی جدید صفحہ 61اور قدیم صفحہ 46)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ﴿اعوذبا اللہ من الخبث والخبائث﴾ (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس حدیث پر تحقیق کرتے ہوئے غیر مقلدین کے امام وقت حافظ زبیر علی زئی کذاب نے ابنِ خزیمہ سے بھی اسکی تصحیح نقل کی جبکہ ابنِ خزیمہ نے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا یہ علمی خیانت اور انصاف کا خون ان ہی جیسے لوگوں کو روا ہے مزید براں ابنِ خزیمہ پر تحقیق کرنے والے الدکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی ثنا خواں امام ناصرالدین البانی (صحیح ابنِ خزیمہ 78/1) طبع المکتب الاسلامی بیروت حدیث مذکورہ کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے۔

تبصرہ ب:۔

ابوداؤد کی مذکورہ حدیث میں قتادہ عن کے ساتھ روایت کررہے ہیں اور قتادہ کو خود حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 59 صفحہ 93 جزء رفع یدین صفحہ 39) پر مدلس کہا ہے۔لہذا حافظ زبیر علی زئی کذاب کے اپنے اصول کے مطابق یہ حدیث ضعیف ٹھہری لیکن انہوں نے اپنے اصول کی مخالفت کرتے ہوئے حدیث کو صحیح کہا کیونکہ جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال۔

تبصرہ ج:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ ہیں جن کو محقق علی زئی کذاب (تسہیل الوصول صفحہ 153، 159) پر احناف کی متدل روایت نقل کرنے کے جرم میں

وہم کے مریض ٹھہرا چکے ہیں تو کیا امام شعبہؒ کی وہی روایات وہم کی وجہ سے ضعیف ہونگی جو احناف کی متدلات ہونگی؟ ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

رفع حاجت کے مسائل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 47 جدید صفحہ 62)

(1) اس عنوان کے تحت ابوداؤد کی حدیث لائے ہیں، ''نبی ﷺ نے سوراخ میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا''۔ اور اسکی حاکم، ذھبی اور نووی سے تصحیح نقل کی۔

تبصرہ الف:۔

اسی حدیث کو (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 48) پر صحیح کہا جبکہ (تسہیل الوصول صفحہ 45) پر اس کو ضعیف کہا۔ بدلتا ہے آسمان رنگ کیسے کیسے۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث میں قتادہ عن کے ساتھ روایت کررہے ہیں اور قتادہ کو خود حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 59 صفحہ 93 جزء رفع یدین صفحہ 39) پر مدلس کہا ہے لیکن پھر بھی نمازِ نبوی میں یہ حدیث صحیح بن گئی۔

تبصرہ ج:۔

مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کی یہاں حاکم، ذھبی اور نووی سے تصحیح نقل کی لیکن (تسہیل الوصول صفحہ 223) پر ان تینوں کی تصحیح کو رد کرتے ہوئے حدیث کو ضعیف کہا معلوم ہوا کہ ان تینوں کی تصحیح مشکوک ٹھہری لہذا پوری کتاب نمازِ نبوی کے اندر جہاں کہیں بھی ان میں سے کسی کی بھی تصحیح ہوگی تو وہ مشکوک ہوگی۔ یہ دوہرا معیار، بدلتے پیمانے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا آپ ہی کو مبارک ہو، احادیثِ نبویؐ پر اس قسم کا ہاتھ صاف کرنا تم جیسے محققین کو ہی زیب دیتا ہے۔

قارئین کرام! ''پوری کتاب کے اندر بیسویں مقامات پر ان تینوں کی تصحیح پر اعتماد کرتے ہوئے جن جن مقامات پر احادیث کو صحیح کہا ہے وہ تمام مشکوک ٹھہری'' ہم طوالت سے اعراض کرنے کیلئے ان تمام مقامات کا تذکرہ نہیں کریں گے۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''نبی اکرم ﷺ نے تین ڈھیلوں سے استنجا کرنے کا حکم دیا''۔(ابوداؤد، نسائی)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن عجلان ہیں جن کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 160، جزء رفع یدین صفحہ 77) پر مدلس کہا ہے اور (تسہیل الوصول صفحہ 227) پر ضعیف کہا یہ روایت تو محققین کے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری پھر بھی اس کو صحیح کہتے ہیں کیونکہ ان کا ایک ہی اصول ہے کہ احناف کی مخالفت میں سب کچھ جائز ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ قضائے حاجت کیلئے جاتے تو میں ایک برتن میں پانی لے آتا ....جس سے آپؐ وضو کر لیتے۔(ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی شریک القاضی ہیں جو عن سے روایت کر رہے ہیں۔اس راوی کو حافظ زبیر ہی زئی کذاب نے (جزء قرات صفحہ 74) پر مدلس کہا ہے لہذا یہ روایت محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔

قارئین کرام! پس ورق پر کئے ہوئے دعوی کی قلعی آہستہ آہستہ کھل رہی ہے۔

ابھی تو آغازِ سفر ہے روتا ہے کیا.....

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا......

شیر خوار کا پیشاب

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 50 جدید صفحہ 67)

(1) اس عنوان کے تحت بخاری و مسلم سے حدیثِ امّ قیسؓ لائے ہیں حدیث کے اندر ﴿نضح﴾ کے معنی چھینٹے مارنا کیا ہے۔

تبصرہ الف:۔

حدیثِ مذکور سے پہلے حضرتِ عائشہؓ کی درج شدہ دو احادیث مسلم میں اور ایک بخاری میں سے چشم پوشی اختیار کرلی۔ بخاری میں الفاظ ہیں ﴿فاتبعه اياه﴾ اور مسلم کی ایک حدیث میں ﴿فاتبعه بوله﴾ اور دوسری میں ﴿فصبه عليه﴾ ہیں: ان احادیث کا مطلب ''پیشاب کے اوپر پانی بہایا'' جو کہ ان کے مسلک کے خلاف ہے لہذا نظر انداز کرنے میں عافیت جانی۔

تبصرہ ب:۔

اور جو حدیث نقل کی ہے اس کے ترجمہ میں بھی خیانت کی ہے۔نضح کے معانی چھڑکنا ہے نہ کہ چھینٹے مارنا۔چھڑکنا کا معانی غسلِ خفیف جیسا کہ امام مسلم اس باب میں آخری حدیث ﴿ولم يغسله غسلا﴾ لائے ہیں یعنی اس کو خوب اچھی طرح نہیں دھویا۔ امام نووی (جنکی تقلید آپ نے نمازِ نبوی میں جابجا تصحیح حدیث میں کی ہے)(شرح مسلم 119/1 باب المذی) میں نضح کے معانی کے بارے میں فرماتے ہیں ﴿وانضح فرجک فمعناه اغسل، فان النضح يكون غسلا﴾ یعنی اپنی شرمگاہ کو دھوڈالو۔

تبصرہ ج:۔

آپ محققین حضرات نے خود ﴿ فتنضح ﴾ کے معانی، چھڑکنا ہی کیا ہے۔ (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 57، جدید صفحہ 75)۔اور مزے کی بات یہ کہ مسلم شریف میں دوسری حدیث میں لفظ وانتضح کا معانی خود محققین نے (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 78 جدید صفحہ 101) پر ''دھوڈال'' کیا ہے۔ایک ہی لفظ کے تین مختلف معانی کرنے میں کیا راز ہے اس کا پردہ تو آپ جیسے محققین ہی اٹھا سکتے ہیں۔حدیث کے معانی کو اپنے مقصد کے لئے موڑ لینا یہ خیانت آپ جیسے محققین ہی کر سکتے ہیں۔خود تو بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں اگر یہ تحقیق آپ حضرات ملکہ برطانیہ کے پاس بھیج دیں تو ممکن ہے کہ آپ کو ''اہل حدیث'' سے بڑھ کر کوئی اور نام دے دیں اور ہم آپ کو پکارنے میں اسی نام کے پابند رہیں گے۔

(2) اس عنوان کے تحت دوسری حدیث لبانہ بنت حارثؓ کی چار کتابوں کے حوالوں سے لائے ہیں چاروں کتب میں لفظ ینضح یہ جس کے بارے میں وضاحت گزر چکی ہے۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کا مرکزی راوی سماک بن حرب ہے اس کے بارے میں عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں ﴿ضعیف فی الحدیث﴾ ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شعبہؒ، امام صالح بن محمد البغدادیؒ، امام نسائیؒ، امام عبدالرحمٰن بن یوسف بن خراشؒ اور امام یعقوبؒ نے ان کو ضعیف کہا ہے (تہذیب الکمال) یہ حدیث آپ ہی کے اصول کے مطابق متابعات یا شواہد سے صحیح نہیں ہو سکتی ۔(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 29 اور جدید صفحہ 45) آپ کا اصول ہے کہ جمہور جس راوی کو ضعیف کہیں وہ ضعیف ہوگا (نور العینین صفحہ 61) مزید براں رفع یدین کے مسئلے میں آپ حضرات عبداللہ بن مبارکؒ کی تقلید کرتے ہوئے حدیث کو غیر ثابت کہتے ہیں تو یہاں عبداللہ بن مبارکؒ کی تقلید کیوں

چھوڑ دی اس کا مطلب جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال۔

مردار کا چمڑا

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 52 اور جدید صفحہ 68)

(1) اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حدیث لائے ہیں ''مردار کا چمڑا دباغت دینے سے (مسالہ کے ساتھ رنگنے) سے پاک ہو جاتا ہے۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں سفیان کا عنعنہ ہے جس کے بارے میں زبیر علی زئی کذاب فرماتے ہیں ''لہذا سفیان ثوریؒ جو کہ ضعفا اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے کی یہ عن والی روایت ضعیف ہے۔(نور العینین صفحہ 138) یہ ہے محققین کی وہ کتاب جس کے بارے میں دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی ضعیف حدیث نہیں۔نماز نبوی جدید میں یہ روایت خاموشی کے ساتھ حذف کر گئے جو کہ علمی خیانت ہے ورنہ توجہ بتا کر اپنے اصول کے مطابق اعلان کرتے۔(مترجم موطا امام مالک صفحہ 55) علی زئی۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث (بحوالہ ابوداؤد، و جامع ترمذی) ''نبی ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع فرمایا'' لائے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

ترجمہ میں خیانت:۔

جامع ترمذی کے الفاظ ہیں ''نبی ﷺ نے درندوں کی کھال بچھانے سے منع فرمایا'' ابوداؤد کے الفاظ ہیں ''نبی ﷺ نے درندوں کی کھال پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع فرمایا'' جبکہ محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی نے ترجمہ کیا ہے ''نبی ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع

فرمایا''۔ اس قسم کی معنوی تحریف کا وطیرہ یہودیوں سے رافضیوں اور رافضیوں سے چھوٹے رافضیوں (غیر مقلدین) کو ملا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں صراحت کے ساتھ تین چیزوں کی وضاحت ہے جبکہ آپ عام مطلق منع کر رہے ہیں۔ یہ شریعت ساز فیکٹری کہاں لگی ہوئی ہے۔ عام اور خاص کا فرق نہیں سمجھتے (یا یہودیوں کی چال چل رہے ہیں) اور بنے ہیں محقق اور لکھتے ہیں ''نمازِ نبوی'' اور دعوے اتنے بڑے کہ شاید کنٹینر بھی نہ لے جا سکیں۔ آفریں رابریں تحقیق۔۔۔۔

تبصرہ ب:۔

جامع ترمذی کی کھال بچھانے سے منع کرنے والی روایت آپ ہی کے اصول کے مطابق قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (جزء قرأت صفحہ 59 صفحہ 93 جزء رفع یدین صفحہ 39) اور آپ محققین حضرات کا ہی اصول ہے ''جب حدیث ضعیف ہو تو اس کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہئے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یا آپؐ نے کیا ہے۔۔۔۔۔۔'' (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 30 اور جدید صفحہ 45) آپ اپنے اصول کے مطابق اس مقام پر نبیؐ پر جھوٹ بولنے والے کی مانند ہو گئے۔

تبصرہ ج:۔

ابوداؤد کی کھال پہننے اور ان پر سوار ہونے سے منع والی حدیث کا راوی بقیہ بن ولید ہے اور یہ اتنے مشہور مدلس ہیں کہ ان کی تدلیس کی مثالیں دی جاتے ہیں طبقات المدلسین ابن حجرؒ اور آپ کا اپنا اصول ہے کہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے چاہے ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اس کی عنعنہ والی روایت ضعیف ہوگی۔ (نور العینین صفحہ 138) لہٰذا یہ روایت آپ ہی کے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔ تو کہاں گیا پس ورق والا دعوی؟

جنابت اور حیض کے متعلق احکام

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 52 اور جدید صفحہ 70)

اس عنوان کے تحت محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی فرماتے ہیں کہ حیض اور نفاس کے بعد غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ تو جناب آپ نے یہاں دلیل دینے کی زحمت گوارا نہیں کی یا آپ کے پاس صحیح صریح حدیث نہیں تھی آپ نے چونکہ دلیل دی نہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کے پاس دلیل نہیں اور فرضیت کا دعویٰ بلا دلیل کر دیا۔ آپ کو چاہیے تھا کہ فرض کی تعریف قرآن و حدیث صحیح سے کرتے تا کہ ہم سمجھ جاتے کہ فرض کیا ہوتا ہے اور کس قسم کے دلائل سے فرضیت ثابت ہوتی ہے۔ (نمازِ نبوی جدید صفحہ 40 اور نمازِ نبوی قدیم صفحہ 25) پر آپ ہی نے کہا ''یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ و فتویٰ صرف وہی قابلِ عمل ہے جو قرآن اور حدیث سے مدلل ہو'' تو آپ کا مذکورہ بالا مسئلہ و فتویٰ قرآن اور حدیث سے مدلل نہ ہونے کی وجہ سے آپ ہی کے اصول کے مطابق مردود ٹھہرا اور آپ کا پسِ ورق پر کیا ہوا دعویٰ ''نمازِ نبوی ایک امتیاز اور انفرادیت کی حامل ہے۔ اس کا امتیازی وصف یہ ہے کہ اس میں نماز اور اسکے تمام تر مسائل کو اس قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔'' باطل ٹھہرا۔

حائضہ سے صحبت کرنے کی ممانعت

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 56 اور جدید صفحہ 74)

(1) اس عنوان کے تحت محقق شفیق الرحمٰن زیدی نے دینار کا تعین ساڑھے چار ماشے سونا کیا ہے۔

تبصرہ:۔

مہربانی فرما کر اس تعین کو قرآن و حدیث سے مدلل کر دیں کیونکہ بقول آپ کے مسئلہ اور فتوی وہی قابلِ عمل ہے جو قرآن اور حدیث سے مدلل ہو (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 25 اور جدید صفحہ 40) ورنہ آپ کا یہ تعین مردود ٹھہرا۔

سیلانِ رحم موجبِ غسل نہیں

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 57 اور جدید صفحہ 76)

(1) اس عنوان کے تحت فتوی دیا گیا ہے کہ سیلانِ رحم (لیکوریا) سے غسل لازم نہیں ہوتا: لیکن عصرِ حاضر کے محققین بے بدل مل بیٹھ کر بھی اسکی دلیل اپنے اصول کے مطابق نہ دے سکے جبکہ اسی کتاب (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 25 اور جدید صفحہ 40) آپ کا اپنا اصول ہے کہ مسئلہ اور فتوی وہی قابلِ عمل ہے جو قرآن اور حدیث سے مدلل ہو۔

جنبی کے قرآن پڑھنے کی کراہت

(نمازِ نبوی جدید صفحہ 77)

(1) یہ عنوان ہمیں طبع قدیم میں نہ مل سکا شاید اس وقت جنبی کا قرآن پڑھنا جائز ہو بہر حال طبع جدید میں ناجائز ہوگیا ہے۔ دیر آید درست آید۔

(2) عنوان مذکورہ کے ذیل میں لکھا ہے " جنابت عموما ایک اختیاری حالت ہے"۔ جبکہ (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 53 اور جدید صفحہ 70) پر فرضیتِ غسل کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے جنابت کی تعریف " جوش کے ساتھ منی خارج ہونے بعد (اس میں احتلام بھی داخل ہے) کی حالت ہے"۔

تبصرہ الف:۔

اب محققین حضرات سے یہ معلوم کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ کیا احتلام اختیاری ہوتا ہے؟ ہاں اتنی بات تو ہم ضرور جانتے ہیں کہ مشت زنی آپ کے ہاں بعض اوقات واجب اور بعض اوقات مستحب ہوتی ہے (عرف الجادی صفحہ 207) اور یہ اختیاری حالت ہے۔۔۔

تبصرہ ب:۔

آپ محققین بے بدل کی عبارتِ بالا " جنابت عموماً ایک اختیاری حالت ہے" سے یہ مسئلہ خوب واضح ہوا کہ جنابت اگر غیر اختیاری ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی آپ کی تحقیق سے واضح ہوا ہے کہ جنبی جو تلاوتِ قرآن نہیں کر سکتا یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ناپاک ہوتا ہے بلکہ اس وجہ سے کہ وہ اختیاری حالتِ جنابت میں ہوتا ہے: یہ تحقیق انیق جو آپ کے محققین نے مل کر کی ہے اسکی اطلاع اگر آپ برطانیہ کو کرتے تو ہمارا خیال ہے کہ اس تحقیقِ انیق کا صلہ ضرور مل جاتا۔

(2) اسی عنوان کے تحت (نمازِ نبوی جدید صفحہ 78) پر صحیح مسلم کے حوالے سے حدیث " سیدنا ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک آدمی گزرا اس نے آپ کو سلام کیا مگر آپ ؐ نے سلام کا جواب نہیں دیا" لائے ہیں۔ اس پر تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں " جب حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہوا تو جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا بالاولی مکروہ ہوا البتہ باقی اذکار کی بابت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جنبی کیلئے تسبیح، تحمید، تکبیر اور دعائیں اور اذکار بالاجماع جائز ہیں"۔ قارئین کرام! تبصرے سے پہلے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب وضو کی ضرورت ہو تو اس حالت کو حدثِ اصغر کہتے ہیں اور جب غسل کرنے کی ضرورت ہو تو اس حالت کو حدثِ اکبر کہتے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

سیدنا ابنِ عمرؓ کی مذکورہ حدیث پر محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''جب حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہوا تو جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا بالاولیٰ مکروہ ہوا، البتہ باقی اذکار کی بابت امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جنبی کیلئے تسبیح، تحمید، تکبیر اور دعائیں اور اذکار بالاجماع جائز ہیں''۔ جبکہ اسی عبارت کے متصلاً بعد حضرت عائشہؓ کی حدیث ''رسول اللہ ﷺ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے''۔ قارئین کرام! سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا بھی ذکر ہے اور یہ حضرات اپنی تحقیق میں حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کے جواب دینے کو مکروہ کہتے ہیں جبکہ حدیث عائشہؓ سے ان کی تحقیق کی تردید ہو رہی ہے۔ تحقیق بالا سے یہ واضح ہوتا کہ حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہے تو پھر سلام کرنا بھی مکروہ ہوا تو آپ اپنا مذہب واضح کریں کہ حدثِ اصغر کی حالت میں سلام و جواب مکروہ ہے یا نہیں؟ کیونکہ ہم اکثر غیر مقلدین کو دیکھتے ہیں کہ وہ حدثِ اصغر کی حالت میں سلام و جواب بلا جھجک کرتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اب ہم حدیث عائشہ کو مان کر عامل بالحدیث بنیں یا آپ کی تحقیق کو مان کر آپ کے مقلد اور آپ کے شریکِ کار محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب کہتے ہیں ''تقلید بھی بدعت ہے اور ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے (نور العینین صفحہ 23،25) حدیث کے مقابلے میں قولِ امام پر عمل کرنے کا الزام آپ کی طرف سے ہم پر تھا لیکن یہاں تو قصوروار آپ خود ہی نکلے۔ کسی نے سچ کہا ہے ''جو آسمان پر تھوکتا ہے اس کے منہ پر گرتا ہے''۔

تبصرہ ج:۔

قارئین کرام! محققینِ عظیم کا شاندار قیاس ملاحظہ فرمائیں ''جب حدثِ اصغر کی حالت میں

سلام کا جواب دینا مکروہ ہوا تو جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا بالاولیٰ مکروہ ہوا''۔ محققِ بے مثال حدثِ اکبر کو حدثِ اصغر پر قیاس کر کے فتویٰ دے رہے ہیں! قیاس تابعین و تبع تابعین کریں تو [illegible]وں کا برسٹ اور اگر آپ جیسے محقق کریں تو ''سبحان الله'' خود کریں تو ''ماشا الله'' دوسرا کرے تو ''استغفر الله''۔

تبصرہ د:۔

جس مسئلے کو قیاس سے ثابت کرنا چاہ رہے ہیں وہ تو نص سے ثابت ہے اور حدیث آپ خود (نماز نبوی جدید صفحہ 77) پر لکھ چکے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ جس تحقیق پر قیاس کر رہے ہیں وہ نص سے ثابت نہیں بلکہ محقق صاحب کی اپنی تحقیق ہے۔ تو کیا محقق صاحب کی تحقیق قرآن و سنت کے درجے میں ہے؟ اگر محقق صاحب اتنی سی بات کو سمجھ لیتے کہ آپ کا سلام کا جواب نہ دینا حدثِ اصغر کی وجہ سے نہیں بلکہ سترِ عورت کھلا ہونے کی وجہ سے تھا تو ان محققین کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔

تبصرہ ر:۔

محقق صاحب فرماتے ہیں ''کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ جنبی کیلئے تسبیح تحمید اور دیگر دعائیں اور اذکار بالاجماع جائز ہیں: لگتا ہے آپ کے پاس جنبی کیلئے تسبیح تحمید ادعیہ و اذکار کے حق میں کوئی دلیل نہیں تھی جو جھٹ سے امام نوویؒ کی تقلید کر لی۔ اور اپنے ہی فتوے کی زد میں آ کر بدعتی اور گمراہ بن گئے مزید براں آپ کی تحقیق یہ ہے کہ حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہے جبکہ امام نوویؒ کی تقلید میں آپ نے کہا کہ جنبی کیلئے تسبیح تحمید اور دیگر دعائیں اور اذکار بالاجماع جائز ہیں۔ آفریں رابرایں تحقیق، بنے ہیں محقق اور اتنا بھی پتہ نہیں چلتا کہ دو سطر بعد والی بات پہلی سے ٹکرا رہی ہے اور کتاب کا نام رکھا ہے نمازِ نبوی اور بوچھاڑ ہے اقوالِ غیر معصومین کی

اسے کہتے ہیں انصاف کا خون: مزے کی بات یہ کہ جنبی کو تو تمام اذکار کی اجازت دے دی اور بے وضو کیلئے سلام کا جواب دینا بھی مکروہ۔

غیر مقلد محققین زندہ باد: ۔ **کمثل الحمار یحمل اسفاراً.**

کیا حائضہ قرآن کی تلاوت کرسکتی ہے

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 58 اور جدید صفحہ 78)

اس عنوان کے تحت نمازِ نبوی قدیم میں تحریر فرماتے ہیں'' حالتِ جنابت وحیض میں قرآنِ کریم کی تلاوت ۔کے حرام ہونے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں مگر ان حالتوں میں مکروہ ضرور ہے۔نمازِ نبوی جدید پر اپنے قلم کا زور دکھاتے ہوئے فرماتے ہیں'' حالتِ حیض ونفاس میں قرآن کریم کی تلاوت کے ممنوع وناجائز ہونے کے بارے میں کوئی مقبول (صحیح یا حسن) حدیث نہیں لہذا حائضہ عورت قرآن چھوئے بغیر زبانی تلاوت کرسکتی ہے۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! حائضہ کا تلاوت کلامِ پاک کرنا 1997ء میں مکروہ تھا اور 2008ء میں جائز ہو گیا غالباً کوئی مرزائی وحی اتری ہوگی جس کی وجہ سے ایک مکروہ امر گیارہ سال بعد جائز ہو گیا اگر آپ محققینِ عصر کو پہلے فتوی سے رجوع ہی مطلوب تھا تو دوسرے ایڈیشن میں بتقاضائے انصاف سابقہ فتوی سے رجوع کی تحریر لانی چاہئے تھی اور وجوہاتِ رجوع لکھنی چاہئے تھیں اگر ایسا کرتے تو ان کے بارے میں ہمیں یہ گفتگو نہ کرنی پڑتی اور نہ ہی دیانت کا خون ہوتا۔کم از کم گیارہ سال آپ کی جن مقلد خواتین نے آپ کے سابقہ فتوی پر عمل کیا ان کا ہی کچھ لحاظ کرتے کیونکہ ان کی گیارہ سال قرآن کریم کی تلاوت (دورانِ حیض ونفاس) کی نیکیاں ضائع ہوئیں اور ان کا وبال آپ پر ہی پڑے گا کم از کم اپنے ان فتوی کی تحریراً ان سے معافی ہی مانگ لیتے مگر۔۔۔۔شرم تم کو مگر نہیں آتی

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! ذرا محققین کی تحقیق کو گہری نظر سے دیکھیں کہ حدثِ اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ لیکن حالتِ حیض میں قرآن کریم کی تلاوت جائز۔'' **سبحان اللہ**'' صدقے جاواں۔۔۔۔

تبصرہ ج:۔

مسئلہ ہذا پر محققین اسکی دلیل میں حضرت عائشہؓ کی حدیث لائے ہیں'' آپؓ فرماتی ہیں کہ میں ایام حج میں حائضہ ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ کے طواف کے علاوہ ہر وہ کام کرو جو حاجی کرتا ہے''۔

تبصرہ:۔

کیا ہم محقق صاحب سے یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتے ہیں کہ کیا قرآن کریم کی تلاوت امورِ حج میں شامل ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو یہ گز اور یہ میدان اور اگر نہیں تو پھر دلیل کیوں کی دی۔خچر سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا باپ کون ہے تو اس نے کہا کہ گھوڑا میرا ماموں ہے۔

دوسری دلیل:۔

''امِ عطیہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے حیض والی عورتوں کو بھی عید کے روز عیدگاہ جانے کا حکم دیا تاکہ وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں لیکن نماز نہ پڑھیں''۔

تبصرہ الف:۔

کیا ہم محقق صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں قرآن پاک کی تلاوت کا موہوم سا بھی اشارہ موجود ہے اگر ہے تو یہ گز اور یہ میدان اور اگر نہیں تو دلیل کیسی؟

تبصرہ ب:۔

کیا عید گاہ میں جانے کا مقصد تلاوت کرنا ہوتا ہے یا خطبہ سننا اور نماز پڑھنا ذرا تحقیق کریں تا کہ پتہ چلے کہ کیا تیر ماریں گے حافظ زبیر علی زئی کذاب (تسہیل الوصول صفحہ 35) پر فرماتے ہیں ''روایت اگر چہ ضعیف لیکن مسئلہ صحیح ہے کہ حائضہ قرآن نہیں پڑھ سکتی اور بطور دلیل کے حضرت عائشہؓ کی حدیث لائے'' آپؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میری گود میں سر رکھ کر تلاوت فرماتے حالانکہ میں حائضہ ہوتی (واہ محقق صدقے جاواں! خچر سے کسی نے پوچھا تو اس نے جواب دیا گھوڑا میرا ماموں ہے۔لگتا ہے تمہارے ہاں مردوں کو بھی حیض ہوتا ہے)

(3) اس مسئلے پر آپ محققین کا دعوی ہے کہ اس بارے میں کوئی مقبول (صحیح یا حسن) حدیث نہیں ہے۔قارئین کرام! ہم بتا دیں گے کہ ان محققین کے اصول کے مطابق یہاں ممانعت پر دلیل بھی ہے اور صحیح بھی ہے، امام ترمذیؒ اپنی تالیف جامع ترمذی (کتاب الطہارۃ باب ماجاء فی الجنب والحائض انھما لا یقرآن القرآن) کے تحت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث '' کہ حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھے'' لائے ہیں۔پہلی بات یہ کہ یہ حدیث آپ ہی کے اصول کے مطابق دلیل ہے کیونکہ آپ کا اپنا اصول ہے ''کسی مسئلے کے متعلق قرآن مجید اور مقبول احادیث مل طور پر خاموش ہوں، بعض ضعیف روایات سے کچھ راہنمائی ملتی ہو تو اس مسئلے میں کسی امام کے قول عمل کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے''۔(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 29 اور جدید صفحہ 44) اور یہی حدیث آپ ہی کے اصول کے مطابق صحیح بھی ہے کیونکہ آپ نے اپنی کتاب (تسہیل الوصول صفحہ 146) پر ایک اور روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ''روایت اگر چہ ضعیف ہے لیکن اجماع امت اس کیلئے بہت بڑی دلیل ہے اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں''۔

قارئین کرام! امام ترمذیؒ اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں۔'' یہی صحابہؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں سے اکثر اہلِ علم کا قول ہے جیسے کہ سفیان ثوریؒ، ابنِ مبارکؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ اور احمد بن حنبلؒ۔یہ حضرات کہتے ہیں کہ حائضہ اور جنبی کیلئے کسی آیت کے ایک ٹکڑے یا حرف وغیرہ سے زیادہ پڑھنے کی ممانعت ہے''۔اب تو ایسا لگتا ہے کہ آپ کا سلفیت اور جمہور کا دعوی مجذوب کی بڑ اور غیر مقلد عوام کو دھوکہ دینے کے سوا کچھ نہیں۔

(4) اس روایت میں اسماعیل بن عیاش ضعیف ہیں لیکن امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں'' اسماعیل بن عیاش بقیہ سے بہتر ہیں'' جامع ترمذی حوالہ بالا۔(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 56 اور جدید صفحہ 68) پر درندوں کی کھال کے مسئلہ پر جو حدیث یہ محققین پر لائے تھے اس میں ایک راوی بقیہ ہے۔اس کی روایت آپ محققین نے صحیح کہہ کر استدلال کیا تو پھر اسماعیل بن عیاش سے کوئی دشمنی تھی جو اس کی روایت قابل استدلال نہ سمجھا حالانکہ اجماعی کیفیت بھی اس روایت کی تائید کرتی ہے۔

استحاضہ کا مسئلہ

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 60 اور جدید صفحہ 80)

اس عنوان کے تحت پر حاشیہ میں متحاضہ کے مختلف مسائل درج کیے گے ہیں اور نسخہ جدید کے مطابق ان مسائل کا ماخذ نیل الاوطار ہے۔

تبصرہ الف:۔

یہاں جتنے مسائل بیان کیے گئے ہیں ان تمام پر اپنے ہی دعوی کے مطابق قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں دی گئی تو یہ مسائل ان کے اپنے ہی اصول کے مطابق مردود ٹھہرے۔

تبصرہ ب:۔

اگر اس قسم کے اجتہادی مسائل فقہاء، آئمہ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ بیان کریں تو اسے گندی فقہ کا نام دے کر مردود ٹھہرایا جائے اور ان کو تسلیم کرنے والوں کو مقلد، مشرک، بدعتی اور گمراہ ٹھہرایا جائے اور جب قاضی شوکانی (غیرِ مجتہد، غیر فقیہ) بیان کریں تو پھر ﴿صدقنا و امنا﴾ یہ دوہرا معیار کیوں ہے۔ مجتہد کی تقلید ﴿استغفر الله﴾ اور غیر مجتہد کی تقلید ﴿سبحان الله﴾ یہ منطق آپ ہی کو مبارک ہو۔ فوا اسفاہ.

نفاس کا حکم

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 61 اور جدید صفحہ 81)

(1) اس عنوان کے تحت ام سلمہؓ کا ایک قول لائے ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چالیس دن بیٹھا کرتی تھیں۔

تبصرہ الف:۔

محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی کی پیش کردہ دلیل کے بارے میں ہم حافظ زبیر علی زئی کذاب کے ''ماہنامہ الحدیث'' کے تجزیے کو کافی سمجھتے ہیں۔ مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے، عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا اپنا عمل ہے اور انکا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا (ماہنامہ الحدیث 27 صفحہ 56)

تبصرہ ب:۔

عبداللہ بن مسعودؓ مدرک رکوع کو مدرک رکعت سمجھتے تھے (یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے تو اسکی یہ رکعت بغیر فاتحہ پڑھنے کے بھی مل گئی) اسکی سند صحیح ہے لیکن یہ صحابی کا فتوی ہے۔ (ماہنامہ الحدیث 30 صفحہ 15) قارئینِ کرام! مقام غور ہے کہ کہیں تحقیق کے نام پر رافضیت کو تو

فروغ نہیں دیا جا رہا جب، عبداللہ بن عمرؓ جیسے عالم اور فقیہ صحابی کی روایت کو ان کا اپنا عمل قرار دے کر مردود ٹھہرایا جا رہا ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ جو صحابہ کرام میں بہت بڑے عالم اور فقیہ ہیں ان کے قول و اثر کو ان کے فتوے کا نام دے کر مردود ٹھہرایا جا رہا ہے اور ام سلمہؓ کے قول سے بڑے مزے سے استدلال کیا جا رہا ہے یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔

(2) عنوانِ مذکورہ کے تحت مزید تحریر کرتے ہیں ''اکثر صحابہؓ، وتابعینؒ کے نزدیک نفاس کے خون کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے اگر چالیس دن کے بعد بھی خون جاری رہے تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ خون استحاضہ ہے، جس میں عورت ہر نماز کیلئے وضو کرتی ہے نفاس کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے''۔

تبصرہ الف:۔

مذکورہ بالا مضمون بلا حوالہ و بلا دلیل نقل کر کے محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی نے نقل کر کے اپنے ہی متوے ''مسئلہ وفتوی وہی صحیح اور قابل عمل جو جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 25 اور جدید صفحہ 40) کی زد میں آ گئے۔ کتاب کا نام ہے نمازِ نبوی اور مسئلہ لے رہے ہیں اکثر اہلِ علم سے اور ان کی تقلید کر کے بدعتی اور گمراہ ہو رہے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اکثر اہلِ علم صحابہؓ، وتابعینؒ کی بات کو حائضہ کے تلاوتِ قرآنِ پاک کے مسئلے میں رد کر چکے ہیں جبکہ وہاں حدیث بھی موجود تھی یہاں صرف قولِ صحابیہؓ ہے۔ غیر مقلد محققین زندہ باد۔۔۔

تبصرہ ج:۔

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 61) پر بیہقی کے حوالہ سے حضرتِ انسؓ کا اثر لائے لیکن نامعلوم وجوہات کی بنیاد پر نمازِ نبوی جدید میں اس اثر کو حذف کر دیا گیا شاید اس وقت یہ اثر قابلِ استدلال تھا اب

نہیں رہا کیوں نہیں رہا اس کا پردہ تو محققین ہی اٹھائیں گے۔

تبصرہ د:۔

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 61) پر امام شافعیؒ کا قول بلاحوالہ لائے لیکن نمازِ نبوی جدید میں حذف کر دیا گیا شاید اس وقت امام شافعیؒ کی تقلید جائز تھی اور اب بدعت بن گئی ہے۔

تبصرہ ذ:۔

اسی عنوان کے تحت حدیث (بحوالہ ابوداؤد) ''رسول اللہ ﷺ ایام نفاس کی قضاء نمازوں کا حکم نہیں دیتے تھے'' لائے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہوئے روزے اور جماع کی ممانعت کا حکم لگایا ہے لیکن حدیثِ مذکور روزے اور جماع کے متعلق مکمل خاموش ہے۔ احادیثِ مبارکہ کے ساتھ اس قسم کا سلوک اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہلانے والوں کو ہی روا ہے۔ (بحکم غیر مقلدین محققین)

تبصرہ ر:۔

(نمازِ نبوی جدید صفحہ 81) پر ابن المنذر نیشاپوریؒ کا قول نقل کرتے ہیں ''نفاس کے خون کی وجہ سے نماز ترک کی جاتی ہے۔ لہذا اگر یہ خون بند ہو جائے تو پڑھنا ضروری ہے''۔ قارئین کرام! نسخہ قدیم میں امام شافعیؒ کی تقلید تھی وہ منسوخ ہو گئی اور اب محققینِ بے بدل کی جانب سے ابن المنذر نیشاپوریؒ کی تقلید کا حکم آ گیا: تمام غیر مقلدین عوام سے درخواست ہے کہ وہ امام شافعیؒ کی تقلید سے توبہ تائب ہو جائیں اور ابن المنذر نیشاپوریؒ کی تقلید شروع کر دیں یہی تمہارے محققین کا حکم ہے۔

☆☆☆☆☆

غسلِ جنابت کا طریقہ

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 62 اور جدید صفحہ 82)

اس عنوان کے تحت حضرت میمونہؓ کی حدیث بخاری و مسلم کے حوالے سے لائے ہیں اور اس حدیث کے تحت حافظ ابنِ حجرؒ کی تقلید کر کے ان کا تبصرہ لکھا ہے ''کسی حدیث میں (غسلِ جنابت کا وضو کرتے وقت) سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! بخاری و مسلم میں اسی باب کی احادیث حضرت عائشہؓ کے بیان سے قصداً اعراض کیا ہے۔ کیونکہ ان احادیث میں صراحت ہے کہ رسول اللہ ﷺ غسل سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے اسی طرح وضو کرتے جس طرح نماز کیلئے آپ کی عادت تھی پھر پانی میں اپنی انگلیاں ڈبوتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے اب یہاں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ نماز کے وضو کی طرح وضو فرمایا کرتے اور پانی میں اپنی انگلیاں ڈبوتے اور ان سے بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے تو کیا اب بھی شک ہے لیکن ان احادیث سے قصداً چشم پوشی اہلِ حدیث کہلانے والوں کا ہی شیوہ ہے۔

تبصرہ ب:۔

حافظ ابنِ حجرؒ کے حوالے سے آپ لکھ چکے ہیں ''کسی حدیث میں (غسلِ جنابت کا وضو کرتے وقت) سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے''۔ جبکہ حافظ زبیر علی زئی کذاب لکھتے ہیں کہ عدمِ ذکر نفیِ ذکر کو مستلزم نہیں ہے یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ بات ہوئی نہیں جبکہ دیگر آیات یا احادیث سے یہ بات ثابت ہو پھر اپنے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری

کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی شئے کا مذکور و منقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ (نور العینین صفحہ 58) قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ ان محققین کے اپنے اصول کے مطابق ان کے دلائل کی کیا حیثیت رہی۔

(2) غسلِ جنابت میں سر کا مسح ترک کرنے پر ایک دلیل سنن نسائی کے حوالے سے دی ہے اور ساتھ ہی امام نسائی کے باب "جنابت کے وضو میں سر کا مسح ترک کرنا"، کا خصوصی ذکر کیا ہے۔

تبصرہ الف:۔

نسائی کی مذکورہ بالا حدیث میں گو کہ سر کا مسح ترک کرنے کی صراحت ہے لیکن اس حدیث کی سند کے ایک راوی یحیٰی بن کثیر کو حافظ زبیر علی زئی کذاب (جزء قرأت صفحہ 121) پر مدلّس تسلیم کر چکے ہیں اور بے شمار مقامات پر لکھ چکے ہیں کہ مدلّس کی عن سے روایت ضعیف ہوتی ہے (عیان راچہ بیان) اور یہ محقق صاحب خود ہی حاشیہ میں اس حدیث کو غریب بھی کہہ چکے ہیں۔ ایک غریب حدیث اور اس پر مستزاد یہ کہ مدلّس راوی عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں تو پھر یہ محققین کس منہ سے اس حدیث سے استدلال کر رہے ہیں (شرم تم کو مگر نہیں آتی)۔

تبصرہ ب:۔

امام نسائیؒ نے ترک مسح پر جو باب باندھا ہے اس کو دلیل بنا کر بڑی خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا تو جناب آپ سے دست بستہ گزارش ہے کہ امام نسائیؒ نے ترک رفع یدین پر ایک کی بجائے دو باب باندھے ہیں تو اس معاملے میں آپ کو کیوں سانپ سونگھ گیا ہے ترک مسح کے بارے میں تو آپ کی نظر بڑی وسیع تھی لیکن ترک رفع یدین پر آپ کی نظر شاید مسلکی مجبوری کی وجہ سے کام نہیں کرتی۔

(3) عنوانِ مذکورہ کے ذیل میں محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب فرماتے ہیں "امام

ابوداؤد" فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ سے سوال کیا کہ جنبی جب (غسل سے قبل) وضو کرے تو کیا سر کا مسح بھی کرے تو آپ نے فرمایا وہ مسح کس لئے کرے جبکہ وہ اپنے سر پر پانی ڈالے گا۔

تبصرہ الف:۔

مذکورہ دلیل بلاحوالہ نقل کی گئی اور ہم آپ کے مقلد تو ہیں نہیں کہ آپ کی بات کو بلادلیل تسلیم کر لیں اور آپ کی تقلید کریں اور آپ امام احمدؒ کی تقلید کریں تو کیا مقلد کی تقلید بھی جائز ہے؟

تبصرہ ب:۔

دلیل مذکورہ میں کہا گیا کہ وہ مسح کس لئے کرے جبکہ وہ اپنے سر پر پانی ڈالے گا! تو جناب عالی کیا ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب نہیں کہ وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کیوں دھوئے گا جبکہ وہ ان کے اوپر بھی پانی ڈالے گا۔

(4) عنوانِ مذکورہ کے تحت (نماز نبوی قدیم صفحہ 63) پر بطور عنوان لکھا ہے "غسلِ جنابت کا وضو کافی ہے" اور دلیل کے طور پر امی عائشہؓ کی حدیث لائے "رسول اللہ ﷺ غسلِ جنابت کے بعد وضو نہیں کرتے تھے"۔

تبصرہ الف:۔

مذکورہ روایت کا ایک راوی ابواسحاق السبیعی ہے جو عن سے روایت کر رہا ہے۔ جس کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 68) پر مشہور مدلّس لکھا ہے۔ دوسرے راوی زہیر کو (تسہیل الوصول صفحہ 185) پر ضعیف کہا۔ تو تمہارے اپنے اصول کے مطابق حدیث ضعف کی بنیاد پر قابلِ استدلال نہیں رہی، لیکن اپنے ہی اصولوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس کو حدیث رسول ﷺ بھی کہا اور اس سے استدلال بھی کیا۔ اور ضعیف حدیث سے استدلال کا بند دروازہ خود کھول دیا جس کے بارے میں خود (نماز نبوی قدیم صفحہ 30 اور جدید صفحہ 46) پر فرمایا کہ ضعیف

حدیث سے استدلال کا دروازہ بند ہی رہنے دیا جائے۔

تبصرہ ب:۔

نسخہ جدید میں محققین کو شاید روایت کے ضعف کا احساس ہو گیا اس لئے روایت کو تو حذف کر دیا لیکن اس سے استدلال باقی رکھا اور (نمازِ نبوی جدید صفحہ 83) پر تنبیہ کے تحت یوں لکھا "نماز کے لئے غسل جنابت کا وضو کافی ہے" اور اب اس بات کی دلیل کے لئے اگلے نسخے تک نماز نبوی کے قارئین انتظار کریں شاید کوئی مرزائی وحی اتر آئے۔

دیگر غسل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 63 اور جدید صفحہ 83)

اس عنوان کے تحت لکھا ہے "غسلِ جنابت کے بعد اب ان احوال کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں غسل کرنا واجب، مسنون یا مستحب ہے"۔

تبصرہ الف:۔

واجب، مسنون اور مستحب کی تعریف پوری کتاب میں نہیں کی اب قارئین (غیر مقلدین) یہ کیسے جانیں کہ واجب، مسنون اور مستحب کیا ہے۔

تبصرہ ب:۔

(نمازِ نبوی جدید صفحہ 27) پر لکھا "عرض ہے کہ واجبات و آداب کا علم ہونا ضروری نہیں" جب واجبات کا علم ہونا ضروری نہیں تو پھر ان کا ذکر کرنا کیا معانی رکھتا ہے۔ خواہ مخواہ اپنے مقلدین کو تردد میں ڈال رہے ہیں اور ان کے مقلد بھی ایسے اندھے ہیں کہ ان کو یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ ان کے مجتہدین محققین کچھ دیر پہلے جس چیز کا رد کر رہے تھے اب اسی کا اثبات کر رہے ہیں۔

غسلِ جمعہ

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 63 اور جدید صفحہ 83)

ان عنوان کے تحت محققین حضرات نے احادیث دی ہیں کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور ساتھ ہی ابن جوزیؒ، ابن حزمؒ اور علامہ شوکانیؒ کا مذہب بھی ذکر کیا ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے۔

تبصرہ:۔

بخاری و مسلم (**بخاری کتاب الجمعه باب فضل الغسل یوم الجمعه، مسلم باب الجمعه**) کی روایت ہے کہ عمر بن خطابؓ لوگوں کے سامنے خطبہ دے رہے تھے کہ ایک صحابی (عثمان بن عفانؓ) آئے تو حضرت عمر بن خطابؓ نے پکار کر فرمایا کہ یہ آنے کا کونسا وقت ہے تو انہوں نے عرض کیا کہ میں آج معروف ہو گیا تھا اپنے گھر کی طرف نہیں لوٹ کر آیا تھا کہ میں نے آواز سنی تو صرف وضو کیا! حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے صرف وضو کیا حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ امام ترمذیؒ باب "جمعہ کے دن وضو" کے تحت دو احادیث لائے ہیں اور حدیث اول کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں "علما صحابہؓ اور انکے بعد کے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جمعہ کے دن غسل کیا جائے ان کے نزدیک وضو بھی کیا جا سکتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غسل واجب نہیں دلیل حضرت عمرؓ کا حضرت عثمانؓ کو یہ کہنا کہ وضو بھی کافی ہے تمہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن غسل کا حکم کیا ہے۔ اگر یہ دونوں جانتے کہ یہ امر وجوب کے لئے ہے نہ کہ اختیار کے لئے ہے تو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کو کبھی نہ چھوڑتے یہاں تک کہ ان کو واپس لوٹاتے اور فرماتے کہ جاؤ اور غسل کرو۔ اب ہمارا سوال یہ ہے کہ خلفائے راشدینؓ حدیث کو زیادہ جاننے والے تھے یا ابن جوزیؒ، ابن حزمؒ اور علامہ شوکانیؒ۔ کہیں عمل

بالحدیث کی آڑ میں رافضیت کو تو تقویت نہیں دی جا رہی۔ جب ہم متعارض احادیث میں تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی تطبیق کو تسلیم کرتے ہیں تو ہم پر مقلد، بدعتی، گمراہ اور مشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور جب آپ حضرات ابن جوزیؒ، ابن حزمؒ ظاہری اور علامہ شوکانیؒ کی تقلید کرتے ہیں تو وہ تمہارے گلے کی مالا بن جاتی ہے۔ غیر مقلد محققین زندہ باد۔۔۔

نیز آپ محققین نے غسلِ جمعہ کو واجب تو کہہ دیا لیکن واجب اور فرض کے درمیان فرق کو قرآن وحدیث سے واضح ہی نہیں کیا۔

میت کو غسل دینے والا غسل کرے

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 64 اور جدید صفحہ 84)

(الف) اُس عنوان کے تحت روایت اول میں رسول اللہ ﷺ کا حکم لائے ہیں "جو شخص میت کو غسل دے اسے چاہیے کہ وہ خود بھی نہائے"

(ب) اسی عنوان کے تحت (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 64) پر ابن عباسؓ کی روایت "تم پر میت کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں۔۔۔۔۔۔" لائے ہیں۔

(ج) قول ابن عمرؓ "ہم میت کو غسل دیتے تو پھر ہم میں سے بعض غسل کرتے اور بعض نہ کرتے" لائے ہیں۔

(د) محقق صاحب ان احادیث اور قول ابن عمرؓ میں تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں "دونوں احادیث کو ملانے سے یہ مسئلہ ثابت ہوا جو شخص میت کو غسل دے اس کے لئے نہانا مستحب ہے ضروری نہیں۔۔۔"

تبصرہ الف:۔

محقق صاحب سے عرض ہے کہ سب سے پہلے قرآن وحدیث سے مستحب کی تعریف، مستحب

کا حکم اور سنت اور مستحب کے درمیان فرق واضح کریں لیکن یہ بات محقق صاحب کے ذہن میں رہے کہ اقوال فقہا پیش نہ کریں کیونکہ یہ آپ کے ہاں بدعت، گمراہی اور شرک ہیں۔

تبصرہ ب:۔

حدیث ابن عباسؓ نسخہ جدیدہ میں حذف کردی گئی جبکہ نسخہ قدیم میں اس حدیث کی تصحیح حاکمؒ، ذہبیؒ اور ابن حجرؒ سے نقل کی تھی۔ نسخہ قدیم میں اس حدیث کو صحیح کہہ کر استدلال کرنا اور نسخہ جدیدہ میں بغیر وجہ بتائے حذف کرنا! اس سے ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اب حدیث ان کے ہاں ضعیف ٹھہری لہذا خاموشی سے اسکو حذف کرنے میں ہی عافیت جانی۔ قارئین کرام! اس سے پہلے ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ حاکمؒ، ذہبیؒ اور نوویؒ کی تصحیح ان کے ہاں مشکوک ہے اب ابن حجرؒ بھی اسی صف میں آگئے لہذا پوری کتاب اور محققین حضرات کی جمیع کتب میں ان چاروں سے نقل کردہ تصحیح مشکوک ہوگئی۔

تبصرہ ج:۔

روایت اول حدیث رسول اللہ ﷺ میں مثل غسل جمعہ، امر کا صیغہ ہے۔ جمعے میں تو غسل واجب ٹھہرا تو پھر غسل میت سے غسل کیوں مستحب ٹھہرا۔ غسل جمعہ کے سلسلہ میں حدیث رسول اللہ ﷺ اور قول وفعل خلفائے راشدین میں تو تطبیق نہ کی جاسکی لیکن غسل میت سے غسل کے سلسلہ میں حدیث رسول اللہ ﷺ اور قول ابن عمرؓ میں تطبیق کی جارہی ہے۔ کیا مسلک کی مجبوری تو آڑے نہیں آرہی؟

تبصرہ د:۔

قول صحابی تو تمہارے ہاں حجت ہی نہیں محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب فرماتے ہیں "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مدرک رکوع کو مدرک رکعت سمجھتے تھے۔۔۔ اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ

صحابی کا فتوی ہے''(ماہنامہ الحدیث نمبر 30 صفحہ 15)اسی طرح عبداللہ بن عمرؓ کی داڑھی کے بارے میں روایت کو رد کیا (ماہنامہ الحدیث نمبر 27 صفحہ 56) بحوالہ آئینہ غیر مقلدیت، اب یہاں قول صحابی کو حدیث رسولؐ کے برابر ٹھہرا کر تطبیق دینا چہ معنی دارد کیا آپ اپنے اصول بھول گئے یا مذہب آڑے آگیا۔

نومسلم کے لئے غسل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 64اور جدید صفحہ 85)

اس عنوان کے تحت حدیث'' قیسؓ بن عاصم سے روایت ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کریں'' لائے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کیلئے جن کتب کے حوالے دیئے ہیں ان میں سے ایک ترمذی کتاب الجمعہ کے باب **ما ذکر فی الاغتسال عند ما یسلم الرجل**'' لیکن یہ باب ہمیں ترمذی کتاب الجمعہ میں نہ ملا غالباً حدیث کا ووٹ بینک بڑھانے کیلئے یہ حوالہ دیا ہے۔

تبصرہ ب:۔

غیر مقلدین محققین کے مذہبی اصولوں کے مطابق مقلد بدعتی، گمراہ اور مشرک ہوتا ہے اور غیر مقلدین کی تمام تر تبلیغی سرگرمیاں غیر مسلم اور فساق وفجار کی بجائے مقلدین (تبلیغی جماعت کی کوششوں سے بننے والے) نمازیوں پر صرف ہوتی ہیں تو جب کوئی بدقسمت ان کے ہاتھ چڑھے تو ان کو چاہیے کہ اس کو بجائے صابن کے بیری کے پتوں سے غسل دیں کیونکہ وہ تمہارے ہاں نومسلم ہے صابن سے غسل کرنا حدیث کی مخالفت ہوگی۔ لیکن ان سے تو غسل کرایا ہی نہیں جاتا مختصر یہ کہ تمہارے ہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔

تبصرہ ج:۔

جناب محقق صاحب پہلے تو آپ جمعہ اور غسل میت کے سلسلہ میں آپ باالترتیب واجب اور مستحب (اصطلاحات فقہاء) کا حکم لگا چکے ہیں'' یہاں حکم لگانے میں کیا رکاوٹ آگئی''، غسل کرنے والا کیا سمجھ کر غسل کرے گا'' واجب یا سنت یا مستحب''

عیدین کے روز غسل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 65اور جدید صفحہ 85)

اس عنوان کے تحت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر لائے ہیں'' عبداللہ بن عمرؓ عیدالفطر کے روز غسل کیا کرتے تھے''۔ اور اس اثر کی سند کو اصح الاسانید کہا ہے یعنی اس سے زیادہ صحیح سند نہیں ہوسکتی۔

تبصرہ الف:۔

انہی عبداللہ بن عمرؓ کا اسی سند کے ساتھ اور اسی کتاب موطا امام مالک میں امام کے پیچھے قرأت سے منع کا حکم موجود ہے۔ لگتا ہے اللہ نے اس مقام پر آپ کی بصارت ہی چھین لی اور انہی عبداللہ بن عمرؓ کا صحیح بخاری میں ایک مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنے کا عمل موجود ہے لیکن آپ اس کو صحابی کا فتوی قرار دے کر مردود ٹھہراتے ہیں۔ اب یہاں فعل عبداللہ بن عمرؓ آپ کے لئے دلیل کیسے بنا پس ثابت ہوا کہ آپ اہل حدیث نہیں بلکہ اہل الاھویٰ (خواہشات) ہیں: ﴿افرایت من اتخذ الٰلہ ھواہ۔﴾

تبصرہ ب:۔

(نور العینین صفحہ 61) پر حافظ زبیر علی زئی کذاب نے اصول بنایا کہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے چاہے ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اس کا عنعنہ ضعیف ہوگا۔ اس روایت میں امام مالک'' عن'' سے روایت کر رہے ہیں اور ہیں بھی مدلس دیکھئے طبقات المدلسین ابن حجر۔ لہذا یہ روایت آپ ہی

کے اصول کے مطابق ضعیف ہوگئی۔

(2) اس عنوان کے تحت نمازِ نبوی قدیم میں حافظ ابن عبد البرؒ کا قول لائے ہیں "عیدین کے دن غسل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں صحابہ کا عمل ہے، اہل علم کی ایک جماعت کے نزدیک یہ غسل، غسل جمعہ پر قیاس کرتے ہوئے مستحب ہے"۔

تبصرہ:۔

نمازِ نبوی جدید میں اس عبارت کو بغیر کوئی وجہ بتائے حذف کر دیا گیا اور نسخہ قدیم میں بھی یہ عبارت بلا دلیل و بلا حوالہ تھی اور دعوی یہ تھا کہ تمام مسائل قطعیت اور حجیت کے ساتھ بیان کئے ہیں ۔تو کیا علماء کے بلا دلیل اقوال بھی دلیل قطعی ہیں۔

(3) اسی عنوان کے تحت حضرت علیؓ کا قول بحوالہ بیہقی و شرح معانی الآثار، "جمعہ، عرفہ، قربانی اور عید الفطر کے دن غسل کرنا چاہئے" لائے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

متعدد حوالوں سے پہلے گزر چکا کہ صحابی کا قول آپ کے ہاں حجت نہیں لیکن آپ کے لئے تو "جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال"۔

تبصرہ ب:۔

اگر کسی مسئلے کے متعلق حضرت علیؓ کے قول سے فیصلہ کرنا ہے۔ تو ہم بھی شرح معانی الاثار کے حوالے سے حضرت علیؓ ہی کا قول پیش کرتے ہیں! حضرت علیؓ فرماتے ہیں "جس نے قراۃ مع الامام کی وہ فطرت پر نہیں" یہ بات بھی یاد رہے کہ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ ﴿کل مولود یولد علی الفطرۃ! فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا﴾ لیکن ہمیں پتا ہے کہ آپ کے لئے حضرت علیؓ کا یہ فتوی قطعاً قابل قبول نہیں کیونکہ مسلک کی مجبوری ہے چاہے اس کے لئے فطرت

سے ہی کیوں نہ ہٹنا پڑے۔

(4) اسی عنوان کے تحت مزید لکھتے ہیں کہ امام نوویؒ فرماتے ہیں "اس مسئلہ میں اعتماد عبداللہ بن عمرؓ کے اثر پر ہے، نیز اس کی بنیاد جمعہ کے غسل پر قیاس ہے۔

تبصرہ:۔

جب محققین نے واجب مسنون اور مستحب غسل کی بات کی اعلان کو ثابت کرنے کیلئے جب کوئی دلیل نہ ملی تو جھٹ سے امام نوویؒ کی تقلید (بدعت اور گمراہی) کو اپنا لیا اور ان کے قیاس کو بھی سینے سے لگا لیا اسی لئے تو کہتے ہیں "مردہ ہنستا نہیں جب ہنستا ہے تو کفن پھاڑ کے ہنستا ہے"۔

احرام کا غسل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 65 اور جدید صفحہ 85)

اس عنوان کے تحت جامع ترمذی اور ابن خزیمہ کے حوالے سے زید بن ثابتؓ کی حدیث لائے ہیں اور ساتھ ہی حاشیہ نگار حافظ زبیر علی زئی کذاب لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے اسے حسن اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

تبصرہ الف:۔

حاشیہ نگار امام ترمذی کے لفظ "حسن" کے ساتھ لفظ "غریب" کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے۔ یہ ان کی علمی خیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

تبصرہ ب:۔

ابن خزیمہ نے اس حدیث پر صحیح کا حکم نہیں لگایا: کیا ابن خزیمہ میں درج ہر حدیث صحیح ہوگی: اگر ہوگی تو پھر بخاری مسلم کا نمبر کیا رہے گا۔

تبصرہ ج:۔

اس حدیث کی سند کا ایک راوی عبداللہ بن یعقوب مجہول الحال ہے تو بتائیں کہ آپ کی علمی دیانت کہاں گئی اسے کہتے ہیں: انصاف کا خون۔

محققین حضرات سے غسل کے متعلق سوالات

(1) غسل جنابت میں پہلے وضو ہے اب باقی غسل یعنی غسل جمعہ، عیدین، غسل میت سے غسل وغیرہ میں پہلے وضو ہے یا نہیں قرآن وحدیث سے واضح کریں اور غسل جنابت میں سر کے مسح کو ترک کرنے کا موقف اختیار کیا گیا ہے اب باقی غسلوں میں اس کا کیا حکم ہے کہ یہاں بھی مسح ہے یا نہیں اس کا حکم بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں؟

(2) آپ کا موقف ہے کہ غسل جنابت کے بعد وضو کی ضرورت نہیں کیا باقی غسلوں کے بعد بھی وضو کی ضرورت نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں؟

(3) مذکورہ بالا غسل کی تمام اقسام کے اوپر آپ محققین کا شرعی حکم (واجب، سنت یا مستحب) ہے اس کے علاوہ جتنے بھی غسل ہونگے کیا وہ اس حکمِ شرعی میں داخل ہوں گے یا نہیں اگر ہیں تو آپ نے ذکر کیوں نہیں کیا کیونکہ آپ نے کہا تھا۔

"غسلِ جنابت کے بعد اب ان احوال کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں غسل کرنا واجب، مسنون یا مستحب ہے"۔(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 63 اور جدید صفحہ 83) اگر نہیں تو پھر جو انسان مذکورہ اقسام کے علاوہ کوئی غسل کرے گا تو اس کا کیا حکم ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں؟

(4) آپ فرائض، واجبات کی اصطلاحات تو لے رہے ہیں ذرا غسل کے فرائض اور واجبات بھی بتادیں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی تعریف کردیں۔

وضو کا بیان

نیند سے جاگ کر پہلے ہاتھ دھونا

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 66 اور جدید صفحہ 87)

اس عنوان کے تحت سیّدنا ابوھریرہؓ کی روایت لائے ہیں کہ جب تم نیند سے جاگو تو اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں نہ ڈالو جب تک کہ اس کو (تین بار) نہ دھولو کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ نیند سے جاگ کر ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھونے کے بعد پانی کے برتن میں ڈالنے چاہییں ہوسکتا ہے رات کو ہاتھ بدن کے کسی خاص حصہ کو لگ کر پلید ہو گئے ہوں۔

تبصرہ:۔

حدیث میں صراحت کے ساتھ رات کی نیند کا ذکر ہے جیسا کہ آپ نے اپنے تبصرہ میں واضح کر کے کہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا، ہاتھ تین بار دھونے کا حکم صرف رات کی نیند کے ساتھ خاص ہے یا دن کی نیند کو بھی شامل ہے؟ اگر صرف رات کی نیند کے ساتھ خاص ہو تو پھر اگر کوئی دن کو سوئے اور اس کے ہاتھ بدن کے کسی خاص حصہ کو لگ کر پلید ہو گئے ہوں تو کیا حکم ہے قرآن و حدیث سے واضح کریں اور اگر رات کی نیند کے ساتھ خاص نہ ہو تو پھر کس دلیل کی بنیاد پر حکم عام ہوگا؟

مسنون وضو کی مکمل ترتیب

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 67 اور جدید صفحہ 88)

(1) اس عنوان کے تحت موقف اختیار کیا ہے کہ وضو کے شروع میں بسم اللہ ضرور پڑھنی

چاہئے اور اس کی دلیل کے طور پر نسائی اور ابن خزیمہ کے حوالے سے حدیث ''رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا بسم اللہ کہتے ہوئے وضو کرو'' پیش کی ہے۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے امام نوویؒ پر اعتماد کرتے ہوئے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث کی سند کا ایک مرکزی راوی معمر جس کو خود علی زئی صاحب (تسہیل الوصول صفحہ 66) پر ضعیف تسلیم کر چکے ہیں مزید براں قتادہ (مدلس جزء قرأت صفحہ 39، 93 اور جزء رفع یدین صفحہ 39) عن سے روایت کر رہے ہیں تو آپ کی یہ دلیل آپ کے اپنے ہی اصولوں کی روشنی میں ضعیف ٹھہری۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔۔۔۔

تبصرہ ب:۔

حدیث مذکور کی تصحیح ابن خزیمہ سے نقل کی گئی جبکہ ہمیں یہ تصحیح نہ ملی اگر آپ کا یہ عقیدہ ہو کہ کتاب کا نام صحیح ابن خزیمہ رکھنے سے ہر حدیث صحیح ہو گی تو پہلے یہ ثابت کرو ورنہ آپ کے لئے دلدل ہی ہے۔ یاد رہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان کی تصحیح کے تمام حوالے اسی قبیل سے ہیں۔

(2) اس مقام پر محقق صاحب فرماتے ہیں ''واضح رہے کہ وضو کے ابتدا کے وقت صرف بسم اللہ کہنا چاہیے الرحمٰن الرحیم کا اضافہ سنت سے ثابت نہیں''۔ اس پر حاشیہ میں ایک اور محقق صاحب قلم کاری کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''یہ سنت سے شدید محبت کی علامت ہے کہ جتنا مرشد اعظم ﷺ نے بتایا اتنا ہی پڑھا جائے۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! (نماز نبوی قدیم صفحہ 62 اور جدید صفحہ 204) پر فرماتے ہیں ''۔۔۔۔۔ تو اعوذ باللہ کے پورے کلمات پڑھو۔۔۔۔'' (بحوالہ صحیح مسلم) یہاں مسلم کی حدیث میں بھی پورے

الفاظ نہیں صرف یہ ہے کہ اعوذ باللہ پڑھو'' تعوذ میں پورے کلمات اور تسمیہ میں صرف بسم اللہ یہ معاملہ احناف کی مخالفت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ایک جگہ سنت سے شدید محبت اور دوسری جگہ شدید نفرت'' اس کے پس پردہ کون سے اغراض ہیں شاید برطانوی ریکارڈ سے کچھ واضح ہو جائے۔

(3) اسی موقف کے تحت ایک دلیل بحوالہ ابوداؤد دار لائے ہیں ''جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں'' اور اس حدیث کو شواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کی سند یوں ہے یعقوب بن سلمہ عن ابیہ عن ابی ہریرہؓ۔ سند کے ان دونوں راویوں کے بارے میں امام بخاری یوں فرماتے ہیں کہ نہ تو یعقوب بن سلمہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت ہے اور نہ ہی اس کے باپ کا سماع ابی ہریرہؓ سے ثابت ہے (تہذیب الکمال 334/4، 110/11)

تبصرہ ب:۔

اس حدیث کو خود حافظ زبیر علی زئی کذاب نے شواہد کی بنیاد پر حسن کہا ہے جب کہ خود (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 29 اور جدید صفحہ 45) پر فرماتے ہیں ''اب اگر ضعیف احادیث کے بیان کا دروازہ کھول دیا گیا تو وہ یہ جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ ''فلاں حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید فلاں آیت کریمہ یا مقبول حدیث سے ہو رہی ہے لہذا یہ حدیث ضعف کے باوجود قابلِ استدلال ہے'' حالانکہ فہم سلف کے مطابق اس فلاں آیت یا مقبول حدیث سے اس ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی''۔ قارئین کرام! کیا یہ ضعیف احادیث ان کے نزدیک قطعی الثبوت و قطعی الدلالہ ہیں جن کی بنیاد پر آپ بسم اللہ کو پڑھنا ضروری قرار دے رہے ہیں یا ایسا کہنا آپ کی مسلکی مجبوری

ہے اور ضرور سے آپ کی کیا مراد ہے فرض یا واجب ذرا اس کو بھی تو واضح کر دیتے ۔ یہ ہیں وہ دلائل جن کے اوپر بسم اللہ فرض اور ضرور کہنے کی عمارت تعمیر کی گئی ۔﴿وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت﴾

(4) اسی عنوان کے تحت حاشیہ میں ایک اور محقق بے بدل عبدالصمد رفیق فرماتے ہیں ''اگر بسم اللہ بھول گئی اور وضو کے دوران یاد آئی تو فوراً پڑھ لے ورنہ وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بھول معاف ہے۔

تبصرہ الف:۔

مذکورہ بالا فتوی انکے اپنے ہی اصول ''مسئلہ و فتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وسنت سے مدلل ہو''۔ (نماز نبوی قدیم صفحہ 25 اور جدید صفحہ 40) کے تحت مردود ٹھہرا۔

تبصرہ ب:۔

محقق اعلیٰ فرماتے ہیں کہ بھول معاف ہے جبکہ اسی صفحہ پر بسم اللہ پڑھنے کو محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب ضروری قرار دے چکے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ وضو میں اگر کوئی شخص سر کا مسح کرنا بھول گیا تو کیا اس کو بھی وضو دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ کا فرمان عالی شان ہے کہ بھول معاف ہے؟

(5) اسی عنوان کے تحت بخاری اور مسلم کے حوالے سے حدیث دی ہے ''پھر ایک چلو لے کر آدھے سے کلی کریں اور آدھا ناک میں ڈالیں اور ناک کو بائیں ہاتھ سے جھاڑیں یہ عمل تین دفعہ کریں''۔

تبصرہ الف:۔

تحریف فی الحدیث وزیادتی فی الحدیث کی ایک بے نظیر مثال: اوپر انہوں نے بائیں ہاتھ

سے ناک کو جھاڑنے کی بات کی ہے جبکہ حدیث میں بائیں ہاتھ کی بات بالکل نہیں ہے۔ یہ بات زیدی صاحب نے اپنی طرف سے ڈالی ہے۔

تبصرہ ب:۔

مذکورہ حدیث کے بعض حصے پر غیر مقلدین عمل تو کرتے ہیں لیکن بعض پر عمل نہین کرتے۔ اس حدیث میں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دفعہ دھونے کا حکم ہے جبکہ باقی اعضا تین تین دفعہ حدیث کے اسی حصے کی مخالفت کرتے ہوئے ایک سطر بعد فرماتے ہیں کہ ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھوئیں۔ ﴿یوء منون ببعض الکتاب و یکفرون ببعض﴾

(ب) عنوان مذکورہ میں ایک صفحہ پہلے حدیث ضعیف ہونے کے باوجود فرمایا تھا کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔ اب یہاں بخاری و مسلم کی صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے بھی ہاتھوں کو کہنیوں سمیت، دوبارہ، دھونے کو ضروری کیوں نہیں کہا کیا مسلکی مجبوری مانع تھی یا برطانوی حکم تھا۔

(6) اسی عنوان کے تحت مزید لکھتے ہیں ''پھر ایک چلو لے کر اسے ٹھوڑی کے نیچے داخل کریں اور داڑھی کا خلال کریں''۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد حاشیہ پر اس کی تصحیح امام ترمذیؒ، ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ سے نقل کی جامع ترمذی میں یہ حدیث سفیان بن عیینہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور خود زبیر علی زئی کذاب (جزء قرأت صفحہ 80، 254) پر فرماتے ہیں ''سفیان بن عیینہ مدلس عن الثقات ومن الضعفاء ہیں لہذا یہ معنعن سند ضعیف ہے''۔ امام ترمذی تو حدیث کو صحیح کہتے ہیں لیکن آپ کے اصول و قواعد تو حدیث کو ضعیف بناتے ہیں، تو آ گیا صیاد اپنے دام میں، لیکن اس کے باوجود اپنے

اصول کی مخالفت کرتے ہوئے حدیث کو صحیح کہا غیر مقلدین عوام وخواص کیلئے صحت کا معیار صرف آپ ہیں اور اسی نقطہ پر آپ عمل پیرا ہیں۔ کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد''

تبصرہ ب:۔

ابن خزیمہؒ نے ان احادیث پر تصحیح کا حکم نہیں لگایا البتہ ابن خزیمہؒ پر تحقیق کرنے والے الدکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی جو کہ آپ کے امام ناصر الدین البانی اور احمد شاکر کی تعریف میں اسی ابن خزیمہؒ کے مقدمے میں رطب اللسان ہیں، فرماتے ہیں ''حدیث نمبر 151 اسنادہ ضعیف، عامر بن شقیق، لین الحدیث، کمافی التقریب، ناصر اور حدیث نمبر 152 اسنادہ ضعیف کما سبق ناصر''۔

تبصرہ ج:۔

ترجمہ میں زیادتی:۔

حدیث مذکورہ میں ''چلو بھر'' کے لفظ حدیث میں نہیں ہیں۔ یا آپ نے خود امام ترمذیؒ اور امام ابن خزیمہؒ بن کر کوئی کتاب لکھی ہے۔' ﴿یحرفون الکلم عن مواضعہ﴾

(7) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے ترمذیؒ، ابن ماجہؒ اور ابن حبانؒ کے حوالے سے ''پھر کانوں کا مسح کریں کہ شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کر کے اندرونی جانب سے گزار کر کانوں کی پشت پر انگوٹھوں کے ساتھ مسح کریں۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کا حوالہ جتنی کتب سے دیا گیا ہے سب میں ایک راوی ابن عجلان، مشترک ہیں جسکو محقق زماں لامذہب زبیر علی زئی کذاب (جز قرأت صفحہ 160) پر مدلس تسلیم کر چکے ہیں اور روایت بھی عن کے ساتھ ہے یہ محققین پرلے درجے کے کذاب ہیں اس لئے خود ہی اپنے

دام میں آکر پھنس جاتے ہیں ہمارا قصور تو صرف اتنا ہے کہ ہم ان ہی کے اصول ان ہی پر فٹ کرتے ہیں یہ ہیں غیر مقلدین عوام کے وہ مجتہدین جن کی تقلید پر ان کو فخر ہے۔

(8) اسی عنوان کے تحت ترمذی وابن ماجہ کے حوالہ سے حدیث لائے ہیں ''جب وضو کرو تو ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کا خلال کرو''۔ حاشیہ نگار نے اس حدیث کو امام ترمذی کے حوالہ سے حسن کہا۔

تبصرہ الف:۔

معزز حاشیہ نگار امام ترمذی کے حسن کے ساتھ لفظ غریب کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے یہ ان کی علمی دیانت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ترمذی کی اس روایت میں سفیان عن سے روایت کر رہے ہیں اور سفیان کو یہ محقق متعدد مرتبہ مدلس کہہ چکے ہیں، رفع یدین کے مسئلہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو سفیان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا۔ فاین المفر۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے بارے میں محدثین کے اقوال ملاحظہ ہوں امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ''مضطرب الحدیث'' یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں ''ضعیف'' دوسری جگہ فرماتے ہیں ''عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی دراوردی کے علاوہ احادیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا''۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ''ہمارے اصحاب کے ہاں ضعیف ہے'' یعقوب بن شیبہؒ فرماتے ہیں ''ان کی احادیث میں ضعف ہے'' عمرو بن علیؒ فرماتے ہیں ''ان میں ضعف ہے'' عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے ان سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ابو حاتمؒ فرماتے ہیں ﴿لا یحتج بہ﴾ زکریا بن یحییٰ فرماتے ہیں ''اس میں ضعف ہے'' امام نسائی فرماتے ہیں ﴿لا یحتج بحدیثہ﴾ اور ان محققین کا اپنا اصول ہے کہ جمہور محدثین نے جرح کی ہو تو راوی ضعیف ہوگا (نور العینین

صفحہ 61) حرف آخر اور مزے کی بات کہ (جزء رفع یدین صفحہ 32) پر یہی معزز حاشیہ نگار محقق تسلیم کر چکے ہیں کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا! ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾ اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف احادیث کو صحیح کہہ کر استدلال کرنا انہی جیسے لامذہب محققین کو روا ہے۔

(9) اسی عنوان کے تحت سیدنا مستور بن شدادؓ کی روایت لائے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ؐ اپنے پاؤں کی انگلیاں کا خلال، ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) سے کر رہے تھے'' لائے ہیں۔ (ابوداؤد، وترمذی)

تبصرہ:۔

اس روایت کے بارے میں محقق علی زئی کذاب فرماتے ہیں یہ حدیث ''حسن'' ہے جبکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن لھیعہ ہیں اور خصوصا امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ، ہم اسے ابن لھیعہ کے علاوہ اور کسی سند سے نہیں جانتے: اس راوی کے بارے میں محقق علی زئی کذاب کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں (تسہیل الوصول صفحہ 72) پر فرماتے ہیں'' اس کی سند میں ابن لھیعہ ضعیف راوی ہیں۔ (جزء قرأت صفحہ 150) پر فرماتے ہیں'' عبداللہ ابن لھیعہ یہاں اختلاط کی وجہ ضعیف ہے''۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ مذکورہ روایت ابن لھیعہ 'عن' سے ساتھ کر رہا ہے اور جزء قرأت کے اسی صفحہ پر محقق فرماتے ہیں'' اور (عبداللہ ابن لھیعہ) مدلس بھی ہے۔ اب یہ محقق کتنے قابل اعتماد ہے اور پس ورق پر ان محققین کا دعوی کتنا سچا ہے۔

قارئین کرام! خود فیصلہ کریں'' آفریں را بریں محقق'' اور آفریں ان کی تقلید کرنے والے غیر مقلدین عوام پر۔ ان کے ہاں آئمہ متبوعین کی تقلید تو شرک بدعت اور گمراہی ہے۔ لیکن ان جیسے محققین کی تقلید آنکھیں بند کر کے فرض ہے سبحان اللہ۔

تنبیہات

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 70 اور جدید صفحہ 91)

(1) اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں ''کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لئے الگ الگ پانی لینے کا ذکر جس حدیث میں ہے اسے امام داؤد، حدیث 139 میں امام نوویؒ المجموع 360/1 میں ابن حجرؒ التلخیص الحبیر 78/1 میں ضعیف کہا ہے۔ امام نوویؒ اور ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ ''چلو'' سے آدھا پانی منہ میں اور آدھا ناک میں ڈالنا ہے۔

تبصرہ:۔

شفیق الرحمٰن زیدی نے امام ابوداؤدؒ پر بہتان لگایا ہے کہ امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے جبکہ مذکورہ حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے سکوت کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے ہاں صحیح اور قابل استدلال ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس حدیث پر سکوت کیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث ان کے ہاں بھی صحیح اور قابل استدلال ہے۔ اور آپ کے شریکِ کار محقق اس حدیث کو حسن لذاتہ تسلیم کر رہے ہیں تو کیا زیدی صاحب کو ان ائمہ کرام پر جھوٹ بولتے ہوئے ذرا بھی شرم نہیں آئی۔

ہمیں نام سے غرض ہے ننگ سے نہیں
بدنام ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

شفیق الرحمٰن زیدی کی تنبیہ کے لئے عرض ہے کہ حافظ کذاب کے اصول کے مطابق، ابن السکن نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(2) اسی عنوان کے تحت ابن قیمؒ کا قول لائے ہیں کہ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں کہ (گدی کے نیچے) گردن کے (الگ) مسح کے بارے میں قطعا کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔۔۔۔

تبصرہ الف:۔

جناب شفیق الرحمٰن زیدی صاحب آپ کے شریک کار محقق عبدالصمد رفیقی صاحب (نمازِ نبوی جدید صفحہ 44 اور قدیم صفحہ 29) پر اصول ذکر کرتے ہیں ”کسی مسئلے کے متعلق قرآنِ مجید اور مقبول احادیث مکمل طور پر خاموش ہوں، صرف بعض ضعیف روایات سے کچھ رہنمائی ملتی ہو تو وہ اس مسئلے میں کسی امام کے قول پر عمل کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے“۔ اور آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ حافظ ابن حجرؒ التلخیص الحبیر میں گردن کے مسح کے بارے میں احادیث لائے ہیں اور احادیث کا موجود ہونا تو آپ کو بھی تسلیم ہے۔ رہا ان کا ضعف، تو اب تک آپ کتنی ضعیف روایات سے استدلال کر چکے ہیں اگر آپ ان پر بھی عمل کر لیں تو آپ کے شریکِ کار محقق کے اصول پر عمل بھی ہو جائے گا۔

وضو کے دیگر مسائل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 71 اور جدید صفحہ 93)

اس عنوان کے تحت حدیث ہیں لائے ہیں ”ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہر کر وضو کی کیفیت دریافت کی۔۔۔۔ اور (رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر کے اپنی جان پر) ظلم کیا۔ (بحوالہ داؤد، ونسائی)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک سلسلہ راوی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے، اس سلسلہ والی سند کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ اگر عمر بن شعیب اس سلسلے سے روایت کریں تو وہ روایت ضعیف ہوگی اور اگر دوسری سند سے روایت کرے تو صحیح ہوگی: اور مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے ان کو بھی مدلسین میں شمار کیا ہے: طبقات المدلسین: ابن حجرؒ: اور محققین کا اصول

گزر چکا کہ مدلس (چاہے ایک ہی دفع تدلیس کیوں نہ کرے)، کی عنعنہ روایت ضعیف ہوگی۔

تبصرہ ب:۔

نسائی کی روایت کی سند میں ایک راوی سفیان بھی ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں: اور سفیان کے بارے میں محققین کا اصول گزر چکا تو پھر بھی مدلسین کی روایات سے استدلال کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ جبکہ روایات کے ان کے اصول کے مطابق ضعیف ہیں: جو محققین اپنے ہی اصول کے مطابق نماز اور طہارت کے مسائل کو صحیح دلائل سے ثابت نہ کریں ان کے دعووں کی کیا حیثیت ہوگی: درحقیقت آگے چل کر اور بھی خوب واضح ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔

موزوں پر مسح کے متعلق احکام ومسائل

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 75 اور جدید صفحہ 98)

اس عنوان کے تحت حاشیہ میں امام نوویؒ، امام اوزاعیؒ اور امام احمدؒ کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”مسح کی مدت موزے پہننے کے بعد وضو ٹوٹ جانے سے نہیں بلکہ پہلا مسح کرنے سے شروع ہوتی ہے یعنی اگر ایک شخص نماز فجر کیلئے وضو کرتا ہے اور موزے یا جرابیں پہنتا ہے تو پھر ۔۔۔۔ اگلے دن کی نمازِ فجر تک (بمطابق نمازِ نبوی قدیم)، اگلے دن کی نماز ظہر تک (بمطابق نمازِ نبوی جدید) وہ مسح کر سکتا ہے۔

تبصرہ الف:۔

یہ تمام تر مسئلہ اجتہادی ہے جو کہ ائمہ مذکور کی تقلید پر مبنی ہے جو کہ بقول آپ کے بدعت اور گمراہی ہے۔

تبصرہ ب:۔

موزوں کے ساتھ جرابوں کا اضافہ کرنا زیادتی فی الحدیث ولدین ہے کیونکہ حدیث میں خفین

کے ساتھ جوربین کا لفظ نہیں ہے۔

تبصرہ ج:۔

نمازِ نبوی قدیم میں ایک شخص کیلئے اگلے دن کی نمازِ فجر تک مسح جائز تھا اب نمازِ نبوی جدید میں یہ جواز ظہر تک چلا گیا ہے لگتا ہے کہ ائمہ مذکور سے کوئی موبائل رابطہ ہوا ہے تبھی تو خاموشی سے مسئلہ بدلا دیا۔

جرابوں پر مسح کرنے کا بیان

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 76 اور جدید صفحہ 99)

اس عنوان کے تحت حضرت ثوبانؓ کی روایت ”﴿ امرھم ان یمسحوا علی العصائب والتّساخین ﴾ رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت صحابہ کو پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کا حکم دیا“۔

تبصرہ الف:۔

آپ کی پیش کردہ دلیل میں پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کا حکم عام ہے جبکہ اس سے پہلے آپ پاؤں کو دھونا ثابت کر چکے ہیں وہاں دھونے کا حکم یہاں عام جرابوں پر مسح کا حکم۔

برائے کرم اس تعارض کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمائیں۔

تبصرہ ب:۔

ترجمہ میں خیانت:۔

محقق بے بدل نے التّساخین کا معانی جرابیں کیا ہے اس کا مقصد مروجہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کو ثابت کرنا ہے جو انتہائی شنیع فعل ہے جبکہ بلوغ المرام میں حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو (بحوالہ ابوداؤد، ومسندِ احمد) نقل کیا ہے جس کے آخر میں خود التّساخین کی تفسیر الخفافین کے ساتھ کی ہے اور خفین عربی زبان میں صرف چمڑے کے موزے کو کہتے ہیں اونی یا سوتی موزے کو

خفین نہیں کہا جاتا۔ اور تمہارے امام مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری نے خود بھی بلوغ المرام میں تساخین کا ترجمہ موزوں کے ساتھ کیا ہے لہٰذا اس لفظ کا ترجمہ جرابوں کے ساتھ کر کے مروجہ ہر قسم کی جرابوں پر مسح کو ثابت کرنا اہل حدیث کا نہیں بلکہ ”اہل ھوا“ کا کام ہو سکتا ہے۔ مبارک پوری تساخین کا معانی بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تساخین ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس سے پاؤں سردی سے بچ سکے خواہ موزہ ہو یا جراب یعنی کہ تعین ہی نہیں ہے کہ موزہ ہے یا جراب۔ قارئین کرام! اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ تساخین کا معانی جرابوں کے ساتھ متعین کرنا سوءِ تضمین اور علمی خیانت نہیں۔

تبصرہ ج:۔

حضرت محقق اعلیٰ مروجہ ہر قسم کی موزوں پر مسح کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جبکہ حاشیہ نگار ہر اس چیز پر مسح کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جو ساتر قدم ہو۔ دعوی تو ہے تمام مسائل کو قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کرنے کا، ذرا اس مسئلے کو بھی قرآن وحدیث سے کے ساتھ مدلل کر دیں۔

قارئین کرام! محققین حضرات نے جرابوں پر مسح کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اب ہم انہی محققین حضرات کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کو ان کے سامنے کر دیتے ہیں۔ پھر یہ محققین جانیں اور ان کے شیخ الکل جانیں۔ ہم صرف دونوں کو سنیں گے اور آخر میں قارئین کرام خود فیصلہ کریں: فتاوی نذیریہ اشاعت 2010 المطبعۃ العربیہ لاہور 326/1 سائل نے سوال کیا کہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح کرنا جائز ہے کہ نہیں جواب میں شیخ الکل فرماتے ہیں: مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے کیونکہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے اور مجوزین (محققین نمازِ نبوی) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں خدشات ہیں: استدلال تین چیزوں سے کیا گیا ہے حدیث مرفوع، فعل صحابہ اور قیاس۔۔۔۔۔ یہاں ایک اور خدشہ بھی ہے۔ کہ جراب سوتی بھی

ہوتی ہے اور اونی بھی، موتی بھی، باریک بھی اور وہ بھی جس کے پیچھے چمڑا لگا ہوتا ہے تو جب تک کسی خاص لفظ سے پتہ نہ چلے کہ وہ جراب جس پر آنحضرت ﷺ نے مسح کیا، وہ چمڑے والی نہ تھی تب تک مقصودِ مجوزین (محققین نمازِ نبوی) ثابت نہیں ہوسکتا۔

تبصرہ د:۔

قرآن کریم کی آیت ''اور جب تم نماز کیلئے اٹھو تو اپنے چہروں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو، سر کا مسح کرلو اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھولو''۔(سورہ مائدہ آیت نمبر) --------- یہاں اس آیت میں پوری وضاحت کے ساتھ پاؤں دھونے کا حکم ہے نہ کہ ان پر مسح کرنے کا۔لہذا قرآن کریم کی اس آیت کا تقاضہ یہ ہے کہ وضو میں ہمیشہ پاؤں دھوئے جائیں اور ان پر مسح کسی صورت میں جائز نہ ہو۔البتہ موزوں پر مسح کا مسئلہ تو آنحضرت ﷺ سے ایسے تواتر سے ثابت ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔اگر مسح علی الخفین کے جواز پر دو تین حدیثیں ہی ہوتیں تب بھی ان کی بنیاد پر قرآن کریم پر زیادتی یا اس کا نسخ درست نہ ہوتا۔کیونکہ اخبارِ احاد سے قرآن کریم پر زیادتی یا اس کا نسخ جائز نہیں ہے۔ اب اصولی طور پر پاؤں دھونے کے فریضہ کو چھوڑ کر خفین کے علاوہ کسی بھی طور پر مسح کرنے کا حکم اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس پر احادیثِ متواترہ موجود نہ ہوں۔خفین میں چونکہ ایسی احادیث موجود تھیں اسلئے وہاں مسح کی اجازت دے دی گئی لیکن جرابوں پر مسح کسی ایسی حدیث سے ثابت نہیں جو متفق علیہ طور پر صحیح ہو۔قارئین کرام! کی معلومات کے لئے یہ بات بتا دیتے ہیں کہ خالی پاؤں پر مسح کے قائل پوری دنیا میں صرف شیعہ ہیں اب عام جرابوں پر مسح کی اجازت شیعہ کو تقویت دینے والے ہی دے سکتے ہیں۔صحابہ کرامؓ کے اقوال کو مردود ٹھہرانے والے روافض کے اتنے قریب جاسکتے ہیں اور تقیہ کی صورت میں صحابہ کرامؓ کے اقوال سے استدلال بھی کرسکتے ہیں۔ایسے محققین تو شیعہ کے پاس بھی نہیں۔

صحابہ کرامؓ کا جرابوں پر مسح کرنا

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 76 اور جدید صفحہ 99)

اس عنوان کے تحت عقبہ بن عمروؓ، ابومسعود انصاریؓ، سیدنا عمرو بن حریثؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ، سیدنا سہل بن سعدؓ اور سیدنا ابوامامہؓ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرامؓ جرابوں پر مسح کرتے تھے اور مزید یہ کہ ابن قدامہؒ کی تقلید کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔

تبصرہ الف:۔

محققین نے صحابہ کرامؓ کے مسح علی الجوربین کے بارے میں مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے عقبہ بن عامرؓ، ابومسعود انصاریؓ اور حضرت علیؓ کے جو حوالے دیئے ہیں تو ان اکی ان روایات کی سند میں دو مدلسین ہیں اور عن سے روایت کررہے ہیں ایک سفیانؒ جن کو محقق علی زئی نے کئی مقامات پر مدلس کہا اور دوسرے امام اعمشؒ جن کو محقق کذاب نے (جز قرأت صفحہ 92 اور جز رفع یدین صفحہ 82) پر مدلس کہا ہے لہذا یہ آثار صحابہ آپ کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ٹھہرے اور باقی عبداللہ ابن مسعودؓ، سعد ابن وقاصؓ اور سیدنا عمرو بن حریثؓ کے آثار مصف ابن ابی شیبہ میں دیئے گئے حوالہ کے مطابق ہیں ہی نہیں لہذا ہم اسے صریح جھوٹ ہی کہہ سکتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب کے مقابلے میں ہم محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب کو جواب دینے کی دعوت دیتے ہیں فرماتے ہیں ''مٹھی سے زائد داڑھی کا ٹنا بالکل غلط ہے، عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا اپنا عمل ہے اور انکا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا'' (ماہنامہ الحدیث 27 صفحہ 55) ''مزید فرماتے ہیں ''عبداللہ بن مسعودؓ مدرک رکوع کو مدرک

رکعت سمجھتے تھے (یعنی جو شخص امام کے ساتھ رکوع میں مل جائے تو اسکی یہ رکعت بغیر فاتحہ پڑھنے کے بھی مل گئی) اسکی سند صحیح ہے لیکن یہ صحابی کا فتویٰ ہے۔ (ماہنامہ الحدیث 30 صفحہ 15)'' مزید براں نواب صدیق حسن بھوپالی کا ارشاد ہے'' صحابی کا فعل حجت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا (بدور الاھلہ صفحہ نمبر 193) ان کے بیٹے نواب نورالحسن فرماتے ہیں'' یہ بات اصولی طور پر طے ہوگئی کہ صحابی کا قول حجت نہیں''۔ قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ محقق اعلیٰ نے کتنی آسانی سے جید صحابہ کرامؓ کے قول وفعل کو اس لئے رد کیا کہ وہ ان کے مسلک کے خلاف تھا اور اب یہی محقق اعلیٰ مذکورہ صحابہ کے عمل کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ فیاللعجب، میٹھا میٹھا ہپ ہپ: کڑوا کڑوا تھوتھو۔ قارئین کرام! یہ بات یاد رکھیں کہ یہ محقق حضرات گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے میں بڑے ماہر ہیں اگر یقین نہ آئے تو نمازِ نبوی قدیم اور جدید کا مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں۔ مزید تسلی کے لئے علی زئی کی چار پانچ کتابیں دیکھ کر موازنہ کریں آپ کو خود ہی یقین ہوجائے گا کہ گرگٹ بھی رنگ بدلنے میں ان سے کمزور ہے۔ ہم یہ بات اسلئے کررہے ہیں کہ کل کو یہ رنگ بدل کر یہ نہ کہیں کہ ہم قول وفعل صحابی کو دلیل سمجھتے ہیں۔ اب ہم مجوزین مسح علی الجوربین کو سمجھانے کے لئے ان کے بزگوں کو دعوت دیتے ہیں۔ (فتاوی نذیریہ 334/1) پر ہے'' اگر صحابہؓ سے کوئی نقلی دلیل ہے تو کہاں ہے، کیسی ہے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہوجائے ہم قرآن اور متواتر حدیث کے مضمون کو کیسے چھوڑ دیں اور اگر صحابہؓ کے فعل سے استدلال کیا جائے تو اس کا جواب پہلے گزر چکا کہ اس میں اجتہاد کو دخل ہے اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ صحابہؓ کونسی جراب پر مسح کیا کرتے تھے جب تک ان تمام باتوں کی وضاحت نہ ہوجائے ہم کتاب اللہ کے مضمون کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔

قارئین کرام! آپ نذیر حسین دہلوی کی بات کو خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ صحابہ کرامؓ کے ان

آثار میں کہیں بھی یہ صراحت نہیں کہ یہ جوربین کپڑے کے باریک موزے تھے۔ جب تک یہ صراحت نہ ہو اس وقت تک ان آثار سے باریک موزوں پر مسح کا جواز کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ اگر شیخ الکل کی بات سے تسلی نہیں ہوئی تو ہم ان کے ایک اور امام علامہ شمس الحق عظیم آبادی کو دعوت دیتے ہیں، چنانچہ وہ (عون المعبود 62/1) میں فرماتے ہیں (ترجمہ) یعنی جوربین کھال کے بھی ہوتے ہیں، اون کے بھی اور روئی کے بھی ہر ایک کو جورب کہا جاتا ہے، اور ہر قسم کے موزے پر مسح کی اجازت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو کہ آپؐ نے اون کی جرابوں پر مسح فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ ثابت ہے کہ ان حضرات نے جن جوربین پر مسح فرمایا وہ یا تو چمڑے کے تھے یا اپنی موٹائی کی وجہ سے چمڑے کے موزوں کی طرح تھے (بحوالہ فقہی مقالات از مفتی تقی عثمانی) مفتی عبدالجبار فرماتے ہیں'' مطلق جرابوں پر مسح بھی جائز نہیں ہاں اگر جرابیں اون یا سوت کی ایسی سخت ہوں کہ سختی میں چمڑے کی برابری کریں پس وہ چمڑے کا حکم رکھتی ہیں ان پر مسح جائز ہے۔ فتاویٰ عبدالجبار باب مسح علی الجوربین (بحوالہ اصلی صلوۃ الرسول) ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں'' جرابوں پر مسح نہ قرآن سے ثابت ہوا نہ حدیث سے نہ اجماع سے نہ قیاس سے نہ چند صحابہ کرامؓ کے فعل سے اور غسل رجلین (پاؤں کا دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے لہذا خف چرمی (چمڑے کا موزہ) کے سوا جراب پر مسح ثابت نہ ہوا۔ (فتاویٰ ثنائیہ 442/1، بحوالہ اصلی صلوۃ الرسول)۔ مولانا مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں کہ جرابوں پر مسح کیلئے کوئی مرفوع صحیح حدیث نہیں ملتی۔ (تحفۃ الاحوذی بحوالہ اصلی صلوۃ الرسول)۔

اور خود محقق نماز نبوی ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی آگے لکھ رہے ہیں کہ ہر وہ چیز جو پاؤں پر پہنی جائے وہ جورب (جراب) ہے، جرابیں چمڑے، صوف اور سوت کی بھی ہوتی ہیں۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ پس ثابت ہوا کہ جورب لفافے یا لباس خواہ چربی ہو، سوتی ہو یا اونی ہم

اس پر مسح کر سکتے ہیں۔ تو جناب آپ یہ بھی تو بتائیں کہ یہ صحابہ کرام ان میں سے کس پر مسح کرتے تھے۔ آخر میں ان تمام محققین سے عرض ہے کہ سب آپس میں مل بیٹھ کر اس مسئلے کو پہلے حل کریں اس کے بعد جو متفقہ فیصلہ ہو اس پر بیچارے غیر مقلد عوام (جو تمہارے اس اختلاف کی وجہ سے شدید تردد میں ہوں گے کہ کس کی تقلید کریں) کو تقلید کی مشترکہ دعوت دیں ہمارا خیال ہے غیر مقلدین کیلئے اگرچہ صحابہؓ کا قول و فعل حجت نہیں لیکن تم سب محققین کا مشترکہ فتویٰ معتبر ہو گا اور یہ برطانوی دلیل کے تحت ان کیلئے جائز ہو گا۔ **کمثل الحمار یحمل اسفارا۔**

پگڑی پر مسح

(نماز نبوی قدیم صفحہ 77 اور جدید صفحہ 100)

اس عنوان کے تحت صرف پگڑی پر مسح ثابت کرنے کی غرض سے دو حدیثیں دی ہیں۔

(1) سیدنا عمرو بن امیہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پگڑی پر مسح فرمایا۔

(2) اسی طرح سیدنا بلالؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پگڑی پر مسح کیا (بحوالہ بخاری و مسلم بالترتیب)

تبصرہ الف:۔

محقق حضرات، کیا اہل حدیث نام کا مطلب یہ ہوتا ہے، کہ اس نام کی آڑ میں قرآن سے مکمل اعراض کیا جائے ﴿ومن اعرض عن ذکری فان له معیشته ضنکا و نحشره یوم القیمه اعمیٰ﴾ قرآن کریم کی آیت ﴿وامسحوا بروء سکم﴾ قطعی الدلالت و قطعی الثبوت ہے۔ اور مسح علی العمامہ کی احادیث اخبار احاد ہیں جن سے قرآن کریم پر زیادتی ممکن نہیں۔ پیغمبر ﷺ کے سکھائے ہوئے اصول تو یہ ہیں کہ سب سے پہلے قرآن کریم اس میں مسئلہ نہ ملے تو پھر حدیث رسول ﷺ۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ کی مشہور حدیث ہے کہ جب

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ کو یمن کی جانب بھیجا تو پوچھا کہ فیصلے کس طرح کرو گے تو انہوں نے جواب دیا کہ کتاب اللہ سے۔ فرمایا اگر اس میں نہ پاؤ تو جواب دیا سنت رسول ﷺ سے کہا اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو جواب دیا اب اجتہاد کروں گا۔ حضور ﷺ نے یہ جواب سن کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے نبیؐ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جو اس کے نبیؐ کو پسند ہے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر مترجم محمد جوناگڑھی جلد اول صفحہ 2) مذکورہ مسئلے میں محقق حضرات تارک قرآن بھی بنے اور تارک حدیث بھی۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! محقق حضرات بخاری اور مسلم کی ایک حدیث تو لے رہے ہیں لیکن مسلم شریف میں اسی باب میں حدیث مذکور سے قبل کی چار احادیث کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے جس میں صراحت کے ساتھ یہ الفاظ ہیں "اور اپنی پیشانی، عمامہ اور موزوں پر مسح فرمایا" یہ حدیث صراحت سے بتا رہی ہے کہ مسح صرف عمامہ پر نہیں بلکہ عمامہ کے ساتھ پیشانی پر فرمایا تھا۔ قارئین کرام! محقق حضرات کی نقل کردہ احادیث "پیشانی" پر مسح کرنے میں خاموش ہیں اور نماز نبوی کے محقق اکبر حافظ زبیر علی زئی کذاب اس کا فیصلہ یوں کرتے ہیں "عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی نہیں جبکہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں"۔ (نور العینین صفحہ 58) اب محققین حضرات کی نقل کردہ احادیث میں عمامہ کے ساتھ پیشانی کا ذکر نہیں ہے اور مسلم کی اسی حدیث سے پہلے کی احادیث میں عمامہ کے ساتھ پیشانی پر مسح کا ذکر ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کذاب کے اصول کے مطابق نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی

نقل کردہ جس حدیث میں پیشانی کا ذکر نہیں وہ اس بات کو لازم نہیں کہ عمامہ کے ساتھ پیشانی پر مسح نہ ہو جبکہ دوسری احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ پیر بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ (مترجم موطا امام مالک صفحہ 55) پر فرماتے ہیں "ثقہ وصدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے مثلاً ایک ثقہ وصدوق راوی کسی سند میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے فرض کریں کہ یہ اضافہ ایک ہزار راوی بیان نہیں کرتے تب بھی اسی اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا ایسی صورت کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کیے، مخالفت ہی ہے مردود ہے"۔ اصول احناف کی مخالفت کے لئے بناتے ہیں اور اللہ تعالی ان کو انہی اصولوں میں پھنسا کر عبرت کا نشان بناتے ہیں۔

شرم گاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 78 اور جدید صفحہ 101)

اس عنوان کے تحت (بحوالہ ابوداؤد، موطا امام مالک وترمذی) حدیث لائے ہیں "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص شرم گاہ کو ہاتھ لگائے وہ وضو کرے"۔

تبصرہ الف:۔

محقق حضرات اس سے قبل غسل جنابت کا طریقہ بیان کرتے ہوئے امام نسائیؒ کے باب "جنابت کے وضو میں سر کے مسح کو ترک کرنا" کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں لیکن مس ذکر سے وضو نہ ٹوٹنے کے بارے میں امام نسائیؒ کے باب ترک وضو من ذالک ﴿من مس ذکر﴾ سے دیدہ و دانستہ انحراف کرتے ہیں حالانکہ یہ باب باندھنے والے امام نسائیؒ اکیلے نہیں بلکہ امام ترمذیؒ اور رخصت کے بارے میں امام ابن ماجہؒ اور امام ابوداؤدؒ بھی ساتھ ہیں۔ جب بات اپنے مسلک کی تھی تو صرف امام نسائی کی تقلید کر لی لیکن جب مسلک کے خلاف آئی تو امام نسائی تو کیا تمام اصحاب

سنن پر اپنے مسلک کو مقدم سمجھا: کیا یہ انصاف کا خون نہیں۔

تبصرہ ب:۔

امام ابن خزیمہؒ نے تو قول فیصل ذکر کیا ہے (سینکڑوں مقامات پر انہی ابن خزیمہؒ کی صرف اس بات کی تقلید کرتے ہیں کہ انہوں نے حدیث اپنی کتاب میں ذکر کی ہے لہذا صحیح ہوگی اور ابن خزیمہؒ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ انہوں نے اس کو صحیح کہا) کہ مس ذکر سے وضو مستحب ہے اور ساتھ ساتھ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام محمد بن یحییٰؒ سے بھی یہی بات نقل کر رہے ہیں کہ یہ حدیث استحباب پر محمول ہے اب تم کو یہاں سانپ سونگھ گیا ہے کہ ابن خزیمہ کی تقلید نہیں کرتے ہو مسلک آڑے آیا ہے اس لئے مجبور ہو۔

تبصرہ ج:۔

اگر آپ اہل حدیث ہوتے تو امام ابن خزیمہؒ کی بات کو مانتے تو اس صورت میں دونوں حدیثوں پر عمل ہو جاتا لیکن آپ کا تو مسلک ہی احناف کی ضد میں بنا ہے اور ضد میں آکر اس حدیث کو (وضو نہ ٹوٹنے والی) جس کو امام ترمذیؒ اصح واحسن کہتے ہیں اور آپ کے امام صفی الرحمٰن مبارک پوری (بلوغ المرام 77/1) پر امام علی بن مدینیؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ بسرہ کی حدیث (وضو ٹوٹنے والی) سے یہ حدیث (وضو نہ ٹوٹنے والی) بہتر ہے۔ لگتا ہے آپ لوگوں نے غیر مقلدین عوام کو محض دھوکہ دینے کیلئے حکومت برطانیہ سے اہل حدیث نام الاٹ کروایا ہے اور کام ہے منکرین حدیث والا۔

نیند سے وضو

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 78 اور جدید صفحہ 101)

اس عنوان کے تحت نمازِ نبوی قدیم میں حضرت علیؓ کی روایت (بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

لائے اوراس کی تحسین ابن الصلاحؒ اورامام نوویؒ سے نقل کی۔

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث نسخہ جدید میں بغیر وجہ بتائے حذف کردی گئی۔غالباًاس حدیث کی سند میں ایک راوی بقیہ (جو کثرت سے ضعفا اورمجاہیل سے تدلیس کرنے میں مشہور ہیں ،جن کا تذکرہ گزر چکا) کی وجہ سے یہ حدیث حذف کردی گئی تو اب محققین حضرات خصوصاً حافظ زبیر علی زئی کذاب سے سوال یہ ہے کہ (نماز نبوی قدیم صفحہ 51اور جدید صفحہ 68) پر جو حدیث ''نبی کریم ﷺ نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع فرمایا'' لائے تھے اس کا راوی بھی بقیہ ہے۔اب وہاں بقیہ کی حدیث سے استدلال کرنا اور یہاں خاموشی سے حذف کردینا اس بارے میں ہم تو اتنا ہی کہہ سکتے ہیں۔ کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام!جس حدیث کو محققین حضرات نے نسخہ جدید میں حذف کردیا اسی حدیث کی صحت کو نسخہ قدیم میں ابن الصلاحؒ اورامام نوویؒ سے ثابت کرچکے تھے۔گزشتہ صفحات میں یہ بات آچکی کہ ان محققین کے نزدیک امام حاکمؒ،نوویؒ، ذھبیؒ اورابن حجرؒ کی تصحیح قابل اعتماد نہیں اب ابن الصلاحؒ بھی اسی صف میں آگئے۔لگتا ہے ان محققین کے اندر بھی کوئی مرزا ہے تبھی تو ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ جاری ہے کاش کہ غیر مقلدین عوام پر یہ حقیقت کھل جائے کہ جن محققین کی تقلید کررہے ہیں ان کی یہ حالت ہے۔

(2) اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث لائے ہیں ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں۔۔۔ اصحاب رسول ﷺ نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھتے تھے اور وضو کئے بغیر نماز ادا کرلیتے تھے'' (بحوالہ صحیح مسلم)

تبصرہ:۔

قارئین کرام!مذکورہ حدیث میں لفظ ﴿ ینامون ﴾ ہے جس کا معنی ہے سوتے تھے۔اونگھنے کیلئے عربی میں لفظ ﴿ سنتہ ﴾ آتا ہے۔یہ محققین حدیث کا غلط معنی کرکے اپنے اندھے مقلدین عرف غیر مقلدین کو کہاں پہنچانا چاہتے ہیں۔اگر یہ صحیح ترجمہ کرتے تو پھر معنی بنتا ''وہ سوتے تھے'' جس کا مطلب یہ ہوتا کہ سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔چونکہ محققین کے پاس قرآن وحدیث میں اس کا حل نہیں تھا اس لئے اپنے عوام کو دھوکہ دینے کیلئے ترجمہ کیا ''اونگھتے تھے'' خود بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں۔

(3) اسی عنوان کے تحت ابوھریرہؓ کی ایک حدیث لائے ہیں ''جو شخص سو جائے اسے چاہیے کہ دوبارہ وضو کرے'' (بحوالہ مسند علی بن جعد)

تبصرہ الف:۔

حافظ زبیر علی زئی کذاب کو اپنے اصول ''جن کتابوں میں روایات درج ہوں وہ ثقہ اور معتبر ہوں (نورالعینین صفحہ 61)'' کے مطابق پہلے سند صحیح کے ساتھ مسند علی بن جعد کی صحت کو ثابت کرتے پھر حوالہ دیتے۔

تبصرہ ب:۔

یہ حضرت ابوھریرہؓ کا قول ہے اور بڑی تفصیل سے گزرچکا کہ صحابی کا قول آپ کے ہاں حجت نہیں ہے مگر ''شرم تم کو مگر نہیں آتی''۔

قے نکسیر اور وضو

(نماز نبوی قدیم صفحہ 79اور جدید صفحہ 103)

(1) اس عنوان کے تحت احناف ﴿ کثر اللہ سوادھم ﴾ کی مخالفت اور ضد میں آکر

آنکھیں بند کر کے لکھتے ہیں "قے یا نکسیر سے وضو ٹوٹ جانے والی روایت کو جو بلوغ المرام اور ابن ماجہ میں ہے، امام احمدؒ و دیگر محدثین نے ضعیف کہا ہے بلکہ اس سلسلے کی تمام روایات سخت ضعیف ہیں لہٰذا برأت اصلیہ پر عمل کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ خون نکلنے سے وضو فاسد نہیں ہوتا"۔

اپنے اس مسلک (مخالف حدیث) کو ثابت کرنے کیلئے واقعۂ صحابیؓ لائے ہیں "اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو غزوۂ ذات الرقاع میں پیش آیا جب ایک انصاری صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی دشمن نے ان پر تیر چلائے جس کی وجہ سے وہ سخت زخمی ہو گئے۔ اور انکے جسم سے خون بہنے لگا مگر اس کے باوجود وہ نماز میں مشغول رہے"۔

تبصرہ الف:۔

عنوان قائم کیا ہے قے اور نکسیر کا اور فتوی دیا کہ قے اور نکسیر ناک سے وضو نہیں ٹوٹتا لیکن دلیل قے اور نکسیر کی بجائے مطلق خون کی لائے جو کہ زخم کی وجہ سے جاری ہوا اسے کہتے ہیں ""سوال گندم جواب چنا"۔

تبصرہ ب:۔

محققین کی عبارت "اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے" سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قے اور نکسیر سے وضو نہ ٹوٹنے کے دلائل دئے گئے ہیں اور اس کے بعد ان دلائل کی تائید میں ایک صحابیؓ کا واقعہ نقل کیا گیا ہے جبکہ اس واقعہ سے پہلے اپنے دعوی پر کوئی دلیل نہیں دی۔

تبصرہ ج:۔

یہ ایک صحابیؓ کا واقعہ ہے اور بڑی تفصیل سے گزر چکا کہ صحابیؓ کا قول وفعل آپ کے ہاں حجت نہیں ہے مگر "شرم تم کو مگر نہیں آتی"، لیکن ہم محققین حضرات سے ایک سوال کرتے ہیں کہ خون تمہارے نزدیک نجس بھی ہے کہ نہیں؟

(1) اگر نجس نہیں تو پھر نبی پاک ﷺ نے حیض، نفاس اور مستحاضہ کے خون کو دھونے کا حکم کیوں دیا جس کو آپ نے صحیح ثابت کیا۔ یاد رہے کہ خون تو خون ہے چاہے جہاں سے نکلے سوال نجاست کا ہے وضو ٹوٹنے کا نہیں۔

(2) اگر نجس ہے تو پھر صحابیؓ نے خون آلود کپڑوں میں نماز کیوں پڑھی؟ جو جواب آپ کا اس مسئلے میں ہوگا وہی جواب ہمارا وضو ٹوٹنے کے مسئلے میں سمجھیں۔

(2) اسی عنوان کے تحت محققین مزید لکھتے ہیں "یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعہ کا علم نہ ہوا ہو یا آپؐ کو اس کا علم ہوا ہو اور آپ ﷺ نے انہیں نماز لوٹانے یا خون بہنے سے وضو ٹوٹ جانے کا مسئلہ بتایا مگر ہم تک یہ خبر نہ پہنچی ہو"۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! پس ورق پر دعوی کیا کہ تمام مسائل کو قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کیا ہے مگر اب نوبت "ہو ہی نہیں سکتا" پر آگئی ہے کیا ہو سکنا یا نہ ہو سکنا بھی دلیل قطعی اور حجت شرعی ہے یہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اگر بات ہو سکنے اور نہ ہو سکنے کی ہے تو ہم بھی کہہ دیتے ہیں کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ پیغمبر ﷺ کو اس کا علم ہوا ہوگا۔ فتلک بتلک۔

(3) اسی عنوان کے تحت بطور دلیل حضرت عمرؓ کا فعل لائے ہیں "جب حضرت عمرؓ زخمی کئے گئے تو آپ اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے۔ حالانکہ آپ کے جسم سے خون جاری تھا"۔

تبصرہ الف:۔

یہ ایک صحابیؓ کا واقعہ ہے اور بڑی تفصیل سے گزر چکا کہ صحابیؓ کا قول وفعل آپ کے ہاں حجت نہیں ہے مگر "شرم تم کو مگر نہیں آتی"، یہ فعل حضرت عمرؓ تمہارے دعوی کیلئے دلیل ہی نہیں کیونکہ دعوی ہے قے اور نکسیر سے وضو ٹوٹنے کا۔ خچر سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا باپ کون ہے تو اس نے کہا

گھوڑا میرا ماموں ہے۔ اور ہاں حضرت عمرؓ کا یہ فعل حالت عذر میں تھا یعنی وہ معذور تھے اور آپ نسخہ جدید میں اسی صفحہ کے حاشیہ پر لکھ چکے ہو کہ بیمار پر صحت مند کو قیاس کرنا صحیح نہیں۔

(4) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر نماز میں وضوٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر لوٹو، وضو کرو اور پھر نماز پڑھو''

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات نے جو مسئلہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی کہ خون اور نکسیر سے وضو نہیں ٹوٹتا اور لکھ دیا'' اس سے معلوم ہوا کہ خون کا بہنا ناقص وضو نہیں''۔ اپنے اسی دعوی کو یہ حدیث لا کر باطل کر دیا اور حافظ علی زئی کذاب اس کو صحیح بھی تسلیم کر چکے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ حدیث میں ناک پر ہاتھ رکھ کر لوٹنے کی بات اس لئے ہے کہ نمازیوں کو یہ تاثر دے کہ نکسیر پھوٹنے کی وجہ سے میرا وضوٹوٹ گیا پتا چلا کہ نکسیر پھوٹنے یعنی خون نکلنے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔ تبھی تو پیغمبر ﷺ نے فرمایا وضو کرو اور پھر نماز پڑھو۔ پیر بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی۔۔۔

تبصرہ ب:۔

قے اور نکسیر کے بارے میں حدیث ترمذی میں ہے'' حضرت ابوالدرداؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قے کی اور وضو کیا پھر میری جب دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبانؓ سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے اس کا تذکرہ کے تو فرمایا ابو درداؓ نے سچ کہا ہے۔ آپؐ کے وضو کیلئے پانی میں لایا تھا'' (ترمذی باب الوضو من القئی و الرعاف) اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر صحابہؓ و تابعینؒ سے قے اور نکسیر پر وضو کرنا منقول ہے اور یہی قول سفیانؒ ثوریؒ، ابن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ کا ہے۔ اپنے آپ کو سلفی کہنے والے یہ کیوں سلف الصالحین سے دور بھاگتے ہیں کیا سلفی کہنا صرف غیر مقلد عوام کو دھوکہ میں رکھنے کیلئے

ہے۔ کیا اکثر صحابہؓ و تابعینؒ اور سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاقؒ آپ کے سلف نہیں ہیں امام اعظمؒ سے تو ویسے ہی آپ کو چڑ ہے باقی سلف سے اعراض کیوں۔ تاریخ شاہد ہے حکومت برطانیہ آپ کی سلف ہے۔

تبصرہ ج:۔

اب اسی صفحہ پر تو تم محققین نے امام احمدؒ کی تقلید کی کہ امام احمدؒ نے ابن ماجہ کی حدیث کو ضعیف کہا اب ہم آپ کو دوبارہ اسی تقلید کی دعوت دیتے ہیں کہ امام احمدؒ نے حدیث ترمذی کے مطابق موقف اختیار کیا اور ان کے ساتھ باقی سلف بھی ہیں تو اب یہاں آپ کو کیوں سانپ سونگھ گیا ہے۔ تیر بھی اپنا کمان بھی اپنا۔

حافظ زبیر علی زئی کذاب (نور العینین صفحہ 48،49) پر لکھتے ہیں'' جو شخص حجاج بن ارطاۃ کو ایک صفحے پر ضعیف کہے اور دوسرے صفحے پر اسی کتاب میں اس شخص کی روایت کو صحیح کہے تو اس شخص کا علمی دنیا میں کیا مقام ہوتا ہے۔ قارئین کرام اسی اصول کی روشنی میں محقق اعلیٰ کا مقام ملاحظہ کریں۔ (نماز نبوی قدیم صفحہ 65 اور جدید صفحہ 85) پر'' مالک عن نافع عن ابن عمرؓ'' اس سند کو اصح الاسانید کہا ہے۔ ہم بھی یہاں اصح الاسانید پیش کرتے ہیں مالک عن نافع عن ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کو جب نکسیر پھوٹتی تو جا کر وضو کرتے اور واپس آ کر اپنی نماز پر بنا کرتے اور بات نہ کرتے۔ (موطا امام مالک باب ماجا فی الرعاف و القئی)

اب سوال یہ ہے کہ قے اور نکسیر سے وضوٹوٹ جانے والی روایات کو آپ سخت ضعیف کہہ چکے ہیں اور اسی سند کو آپ اصح الاسانید بھی کہہ چکے ہیں۔ اب آپ اپنے ہی اصول کی روشنی میں بتائیں کہ آپ کا علمی دنیا میں کیا مقام ہے؟ لگتا ہے آپ کے ہاں ایک ہی اصول ہے کہ احناف کی مخالفت کرنی ہے چاہے اس کیلئے قرآن وحدیث سے اعراض کرنا پڑے، چاہے صحابہؓ پر روافض جیسا قلم

چلانا پڑے۔ اگر دن کو رات اور رات کو دن کہنا پڑے تو کہہ دیں گے اور حیف ہے ان بے چارے غیر مقلدین پر جو تمہارے جیسے جاہلوں کی تقلید کرتے ہیں۔

(5) اسی عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں "اس سے معلوم ہوا کہ شرم گاہ کے سوا خون کا بہنا ناقص وضو نہیں ہے"۔

تبصرہ الف:۔

یہ عبارت نمازِ نبوی قدیم میں نہیں ہے شاید کوئی مرزائی وحی اتری ہے، جس کی وجہ سے یہ فتوی نمازِ نبوی جدید میں درج ہوا۔

تبصرہ ب:۔

محقق بے بدل کا یہ فتوی بلا دلیل ہے ذرا قرآن وحدیث سے اس فتوی کو مزین فرمائیں جس میں واضح ہو کہ شرم گاہ کے سوا خون کا بہنا ناقص وضو نہیں ہے اور یہ بھی ضرور بتایئے گا کہ شرم گاہ سے نکلنے والے خون میں ایسی کیا خصوصیت ہے۔ جس سے وضو ٹوٹتا ہے اور دوسرے کسی مقام سے نکلنے سے نہیں ٹوٹتا۔ کیا دوسرے مقامات پر کوئی فلٹر لگا ہوا ہے۔ خون تو ایک ہی جسم سے نکلتا ہے۔

تبصرہ ج:۔

محترم محقق صاحب آپ کے اصول کے مطابق حیض، استحاضہ اور نفاس کے خون والی احادیث دوسرے مقام سے نکلنے والے خون کے متعلق خاموش ہیں اور آپ کا اپنا اصول ہے "عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی نہیں جبکہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ بات ثابت ہو: ہمارے استاد حافظ عبد المنان نور پوری فرماتے ہیں کسی شے کا مذکور ومنقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں"۔ (نور العینین صفحہ 58)۔ آپ تو ماشاءاللہ بڑے بے مثال محقق ہیں بات سمجھ چکے ہوں گے

مزید تبصرے کی ضرورت نہیں۔

وضو کے متعلق سوال:۔

وضو کے باب کے اندر آپ نے کہیں بھی وضو کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کا تذکرہ نہیں کیا جبکہ آپ نے خود ابتدائیہ میں کہا تھا "ہمارے لئے رسول اکرم ﷺ کی مانند نماز ادا کرنا اس وقت ممکن ہے۔۔۔۔ اذکار کا علم ہو"۔ اب جب ہمیں وضو کے فرائض، واجبات، سنن اور مستحبات کا علم ہی نہیں ہوگا تو ہم رسول اکرم ﷺ کی مانند نماز ادا کرنا تو در کنار وضو ہی نہیں کر سکیں گے۔ نام ہے کتاب کا نمازِ نبوی اور وضو کے لوازمات بتانے سے قاصر ہے۔ **سبحان اللہ**۔۔

تیمّم کا بیان

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 80 اور جدید صفحہ 105)

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں "پانی نہ ملنے کی کئی صورتیں ہیں مسافر کو سفر میں پانی نہ ملے یا پانی کے مقام تک پہنچنے پر نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔۔۔۔ خواہ یہ موانع برسوں قائم رہیں تیمم بھی بدستور جائز رہے گا"۔ اور دلیل کے طور پر حدیث "پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگر چہ دس برس پانی نہ پائے"۔

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث (بحوالہ ابو داؤد، ترمذی اور نسائی) ذکر کی ہے۔ ترمذی کی سند میں ایک راوی سفیان مدلس ہیں اور روایت معنعن ہے اور حافظ زبیر علی زئی کذاب اپنا اصول (جز رفع یدین صفحہ 25) پر یوں بیان فرماتے ہیں "اصول حدیث میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے کہ مدلس کی تصریح سماع کے بغیر (مثلاً عن) والی روایت ضعیف ہوتی ہے بشرطیکہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو اگر چہ صرف ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو اور روایت صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ ہو"۔ اب آپ ہی کے

اصول کے مطابق یہ حدیث ضعیف ہے مزید براں ابوداؤد کی اس حدیث کی سند کا ایک اور راوی عمرو بن بجدان مجہول الحال ہے (تقریب التھذیب) تو یہ سونے پہ سہاگہ ہوالہذا حدیث مذکور آپ ہی کے اصول کے مطابق (جزء قرأت صفحہ 81،88) ضعیف اور نا قابل استدلال ہے ۔اب آپ محققین پر لازم ہے کہ اپنے اصول کے مطابق صحیح اور مذکورہ تمام صورتوں پر صریح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ آپ اپنے عوام سے جھوٹ بول کران کودھوکہ دینے والے ہوں گے۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! ابوداؤد کے دوسرے حوالے یعنی حدیث نمبر 333 کی سند میں ''رجل من بنی عامر '' مجہول ہے اور محققین کے دین کا دارومدار ہی مجہول راویوں پر ہے اور دعوی ہے کہ اس کتاب میں کوئی ضعیف نہیں۔ ﴿ انف فی المآء واست' فی السمآء ﴾

تبصرہ ج:۔

محققین نے نمازِ نبوی جدید سے نسائی کا حوالہ حذف کر دیا حالانکہ حدیث سنداً ومتناً وہی ہے جو ابوداؤد میں ہے: ابوداؤد کا حوالہ باقی رکھنا اور نسائی کا حذف کرنا اس میں کیا راز ہے یہ تو محققین ہی بتا سکیں گے، چونکہ ان کی تحقیقات تعجب خیز ہوا کرتی ہیں اس لئے ہم بھی انتظار کریں گے۔

جنابت کی حالت میں تیمّم

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 80 اور جدید صفحہ 105)

(1) اس عنوان کے تحت ایک حدیث دی ہے ''ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ سردی کا موسم تھا ایک آدمی کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی۔۔۔بے شک اللہ تعالٰی نے مٹی کو پاک کرنے والا بنایا ہے (وہ تیمّم کرلیتا)۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کو حاشیہ نگار بحوالہ ابن خزیمہؒ وابن حبانؒ صحیح کہتے ہیں۔ابن خزیمہؒ کو ہم نے دیکھا تو صاحب کتاب کو اس بارے میں خاموش پایا لیکن آپ ہی کے ہم مشرب، ناصر الدین البانی کے [illegible] الدکتور محمد مصطفیٰ اس حدیث پر ضعف کا حکم لگاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند کے ایک راوی ولید بن عبداللہ کو دارقطنی نے ضعیف کہا ہے (حاشیہ ابن خزیمہ الدکتور محمد مصطفیٰ) جو حافظ [illegible] علی زئی کذاب کے ہاں معتبر محدث ہیں (مترجم موطا امام مالک صفحہ 55)۔

(2) اسی عنوان کے تحت زخم اور پھوڑوں وغیرہ پر مسح ثابت کرنے کیلئے بیہقی کے حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ کا اثر لائے ہیں ''عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں اگر زخم پر پٹی بندھی ہوتو وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کرلے اور اردگرد کو دھولے۔

تبصرہ الف:۔

جناب محقق اعظم صاحب مذکورہ مسئلے پر قرآن وحدیث صحیح پیش کریں یہ تو صحابیؓ کا قول ہے جو آپ کے ہاں دلیل نہیں۔جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا۔لیکن افسوس اس محقق پر ہے کہ جب صحابیؓ کا قول وفعل اس کے مسلک کے خلاف آتا ہے تو اس کو رد کرتا ہے اور جب مسلک کے مطابق آتا ہے تو اسے اپنے گلے کا ہار بناتا ہے۔صحابیؓ کے قول وفعل کی صحت کو بھی تسلیم کرتے ہوئے رد کرتے ہیں یہ ہیں غیر مقلدین کے محقق۔

(3) اسی عنوان کے تحت محقق صاحب نے فتوی دیا کہ تیمّم جیسے مٹی سے جائز ہے اسی طرح شور والی زمین کی سطح اور ریت سے بھی جائز ہے۔

تبصرہ الف:۔

آپ کے اپنے اصول کے مطابق یہ فتوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے مذکورہ عبارت

کے انداز (مٹی پر شوروالی زمین کو عطف کرنا) میں محقق خود تسلیم کرتا ہے کہ شوروالی زمین اور ریت مٹی نہیں ہے تو پھر ﴿ فتیمموا صعیداً طیبا ﴾ کا آپ محققین کیا کریں گے کیوں کہ یہاں تو صرف مٹی کا حکم ہے۔ لیکن محققین کو قرآن سے کیا واسطہ!

نمازی کا لباس

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 83 اور جدید صفحہ 109)

اس عنوان کے تحت بخاری شریف کی حدیث لائے ہیں ''کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے ننگے ہوں''۔ اس حدیث سے محقق لامثال عبدالصمد رفیق استدلال کر کے فرماتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ مرد کیلئے نماز کے دوران سر ڈھانپنا واجب نہیں وگرنہ آپ ؐ کندھوں کے ساتھ سر کا بھی ذکر فرماتے۔ سر ڈھانپنے کے بارے میں مجموعی لحاظ سے لوگوں کو ترغیب دینا درست ہے۔ مگر نماز کے ساتھ تخصیص کر کے نہ ڈھانپنے پر ملامت کرنا درست نہیں''۔

تبصرہ الف:۔

مذکورہ حدیث سے محقق صاحب کا یہ مسئلہ بالکل ثابت نہیں ہوتا، یہ محض سینہ زوری ہے کیونکہ حدیث میں سر کا بالکل ذکر نہیں اور حافظ زبیر علی زئی کذاب کے اصول ''عدمِ ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔۔۔ کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں''۔ (نور العینین صفحہ 58)۔

تبصرہ ب:۔

عجیب بات یہ ہے کہ ان محققین کو نماز کیلئے تو عمامہ اور ٹوپی سے بڑی چڑ ہے لیکن وضو کے دوران عمامہ پر مسح ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے یہ فیصلہ ہم

قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

تبصرہ ج:۔

حکم قرآن تو یہ ہے ﴿خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ یعنی نماز میں زینت اختیار کرو۔ اور انسان کی زینت لباس میں ہے اور آپ لباس کے عنوان میں یہ مسئلہ ذکر کر کے خود ثابت کر چکے کہ ٹوپی یا عمامہ بھی لباس میں شامل ہے اب محقق صاحب اپنی عبارت پر غور کریں کہ نماز کے ساتھ بطور تخصیص اس کا ذکر کرنا درست ہے یا نہیں۔

تبصرہ د:۔

محققین کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی ؒ اپنے فتاوی میں یوں فرماتے ہیں ﴿یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ ٹوپی و عمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے کیونکہ لباس سے زینت ہے اگر عمامہ یا ٹوپی رکھتے ہوئے تکاسلاً برہنہ نماز پڑھے تو مکروہ ہے۔ (فتاوی نذیریہ 240/1) مولانا محمد داؤد غزنوی فرماتے ہیں ''ابتدائے عہد اسلام کو چھوڑ کر اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں بصراحت یہ ذکر ہو کہ نبی کریم ﷺ یا صحابہ کرام ؓ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو چہ جائیکہ اسے معمول بنالیا ہو اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے (غیر مقلدین میں) بند کرنا چاہیے (محققین نماز نبوی کو)۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی، اگر خشوع و خضوع و عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا اور اگر کسل یا سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک عادت سے تشبہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ فعل ہے''۔ (فتاوی علماء اہل حدیث 291/4 بحوالہ اصلی صلوۃ رسول ؐ)۔ مولانا محمد داؤد غزنوی کی عبارت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ محققین نماز نبوی نے جن احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ٹوپی یا عمامہ کو

زیادہ سے زیادہ درست کہا ہے وہ ابتدائے عہد اسلام پر محمول ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی فرماتے ہیں ''نبی کریم ﷺ، صحابہؓ اور اہل علم کا طریق وہی ہے جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول رہا ہے کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت (محققین نمازِ نبوی کے ثابت کردہ) کا جواز ہو۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے ------ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل و فراست سے متعلق ہے'' (جس سے محققین عاری ہیں) (فتاوی علمائے حدیث 386/4 بحوالہ اصلی صلوۃ رسولؐ)۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں ''صحیح مسنون طریقہ نماز وہی ہے جو نبی کریم ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے یعنی بدن پر کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو پگڑی یا ٹوپی سے'' (فتاوی ثنائیہ صفحہ 521 بحوالہ اصلی صلوۃ رسولؐ)۔ اب غیر مقلدین عوام کو خود سوچنا ہے کہ وہ اپنے سابقہ محققین کی تقلید کریں گے یا محققین عصر کی۔

تبصرہ ز:۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی عبارات سے یہ بات وضاحت سے معلوم ہوئی کہ دورانِ نماز سر کا پگڑی یا ٹوپی سے ڈھکا ہوا ہونا سنتِ نبوی ﷺ ہے۔ (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 88 اور جدید صفحہ 68) پر فرماتے ہیں ''وضو کے شروع میں ''بسم اللہ'' کہتے ہوئے وضو کرو۔ اسی عبارت پر یہی محقق عبدالصمد رفیقی فرماتے ہیں ''یہ سنت سے شدید محبت کی علامت ہے کہ جتنا مرشد اعظمؐ نے بتایا اتنا ہی پڑھا جائے''۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں سنت سے اتنی شدید محبت اور یہاں اتنی شدید نفرت کیوں ہے صرف اس لئے کہ احناف ٹوپی یا عمامہ کو سنت سمجھتے ہیں۔ لیکن درخواست یہ ہے کہ خیال کرنا کہیں یہ ضد تمہیں لے کر ہی نہ لے ڈوبے۔

تبصرہ س:۔

اسی مقام میں حاشیہ نمبر 3 پر محقق صاحب فرماتے ہیں کہ ''یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ اگلی صف والوں کے مقام ستر پر پچھلی صف والوں (خواتین) کی نظر نہ پڑے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا ابتدائے اسلام کا عہد تھا اور یہ ایک عذر تھا (جیسا کہ عذر کی وجہ سے نماز میں قیام بھی ساقط ہو جاتا ہے) اب اس عذر کی حالت پر غیر معذور کو قیاس کرنا تمہارے اپنے ہی اصول کے خلاف ہے۔ ''بیمار کو صحت مند پر قیاس کرنا صحیح نہیں'' (نمازِ نبوی جدید صفحہ 103)۔

لطیفہ:۔

آگے محقق عبدالصمد رفیقی فرماتے ہیں ''یاد رہے کہ عہدِ نبوت میں خواتین پچھلی صفوں میں نماز ادا کیا کرتی تھیں''۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تمہارے ہاں خواتین اگلی صفوں میں نماز پڑھتی ہیں۔ سبحان اللہ۔۔۔

(2) اسی عنوان کے تحت نمازِ نبوی قدیم میں حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کپڑا لٹکانے اور سدل کرنے سے منع فرمایا'' اس حدیث کے تحت حاشیہ نگار حافظ زبیر علی زئی کذاب لکھتے ہیں کہ امام حاکم اور ذھبی نے صحیح کہا میرے علم میں اس حدیث کی دو ہی سندیں ہیں ایک سند حسین بن ذکوان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور دوسری میں عسل بن سفیان ضعیف راوی ہیں

تبصرہ ع:۔

اس حدیث کو نمازِ نبوی جدید سے اس لئے حذف کر دیا گیا کہ علی زئی نے اس کو ضعیف کہا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ محققین کے ہاں حاکمؒ اور ذھبی کی تصحیح نا قابل اعتماد ہے (اس سے پہلے بھی امام حاکمؒ، ذھبیؒ، نوویؒ، ابن الصلاحؒ اور ابن حجرؒ کی تصحیح نا قابل اعتماد ٹھہرا چکے ہیں) اور

محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب کی تصحیح قابل اعتماد ہے۔ قارئین کرام! یاد رہے کہ پوری کتاب میں ان ہی لوگوں کی تصحیح احادیث پر اعتماد کیا گیا ہے اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ علمی دنیا میں اس کتاب (نماز نبوی) کا کیا مقام رہے گا۔

(3) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی جدید میں ابن ابی شیبہؒ کے حوالے سے عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ سے سدل کی ممانعت کو ثابت کیا ہے۔

تبصرہ:۔

سدل کی ممانعت کی حدیث کو تو خود محققین نے بالاتفاق ضعیف تسلیم کر لیا ہے اب مسئلے کا اثبات کرنے کیلئے اپنے اصول (صحابیؓ کا قول وفعل حجت نہیں ہے) کی مخالفت کرتے ہوئے یہاں صحابہؓ کے اقوال سے استدلال کیا گیا معلوم ہوا کہ ان بے اصولوں کے ہاں اصول صرف یہ ہے کہ احناف کی مخالفت کرو چاہے کچھ بھی کرنا پڑے۔ محققین کی یہ منطق عجیب ہے کہ ڈاڑھی کے مسئلہ میں عبداللہ بن عمرؓ کا فعل دلیل نہیں لیکن سدل کے معاملہ میں دلیل ہے۔

(4) محقق صاحب فرماتے ہیں کہ ''سدل یہ ہے کہ سر یا کندھے پر (غیر مقلدین کی طرح) اس طرح کپڑا ڈالا جائے کہ وہ دونوں طرف لٹکتا رہے''۔ اس پر محقق حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں ''اگر سر یا بدن پر کپڑے کو بل دے دیا (لپیٹ لیا) جائے پھر اس کے دونوں کنارے لٹکیں تو یہ سدل نہیں ہے''۔

تبصرہ الف:۔

پہلی عبارت سے معلوم ہوا کہ جب دونوں جانب لٹکتے رہے تو سدل ہے چاہے بل دیا ہو یا نہ دیا ہو۔ جبکہ حاشیہ نگار فرماتے ہیں کہ بل دینے کی صورت میں اگر چہ دونوں جانب لٹکتے رہیں سدل نہیں ہے۔ یہ تو صاف تعارض ہے۔ شاید اس پر غیر مقلدین عوام خود تحقیق کر کے راجح مسلک

کو اختیار کریں گے کیونکہ ان کے پاس تو محققین کی بھرمار ہے، ہر کوئی تحقیق کر سکتا ہے۔ حاشیہ نگار محقق کہتے ہیں کہ بل دینے کی صورت میں اگرچہ دونوں جانب لٹکتے رہیں اور یہ معنی تو بل نہ دینے کی صورت میں بھی موجود ہے اب اس صورت کو جو آپ سدل نہیں کہتے تو قرآن وحدیث صحیحہ صریحہ سے مدلل فرمائیں ورنہ تو یہ آپ کا فتویٰ تمہارے ہی اصول کے مطابق مردود ہے۔

(5) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی''۔

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث ابوداؤد اور ابن خزیمہ کے حوالہ سے لائے ہیں جبکہ دونوں سندوں میں قتادہ عن سے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اس حدیث کو علی زئی صاحب صحیح کہتے ہیں لیکن یہ ان کے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ قتادہ کو (جزء قرأت للبخاری صفحہ 59، 93 اور جز رفع یدین صفحہ 39)) پر مدلس تسلیم کرتے ہیں اور (جز رفع یدین صفحہ 25) پر فرماتے ہیں مدلس کی عن سے روایت ضعیف ہوتی ہے بشرطیکہ روایت مذکور صحیح بخاری ومسلم کے علاوہ ہو''۔ افسوس صد افسوس ایسے محققین پر جن کو اپنے اصول بھی یاد نہیں ہوتے، ایسے محققین کا علمی دنیا میں کیا مقام رہے گا یہ محقق چونکہ غیر مقلدین کے امام ہیں لہذا ان کیلئے ''سب اچھا ہے''۔

(6) نماز نبوی قدیم میں اس مقام پر ایک اثر صحابیہؓ لائے ہیں ''حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں عورت اوڑھنی اور ایسے لمبے کرتے میں نماز پڑھے جس میں اس کے قدم چھپ جائیں''۔

(بحوالہ بیہقی)

تبصرہ الف:۔

نماز نبوی جدید میں حذف کر گئے خاموشی کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ نماز نبوی قدیم میں یہ

حدیث صحیح تھی لیکن جدید میں یہ حدیث ضعیف ہوئی۔شاید محققین پر مرزائی وحی کا سلسلہ جاری ہے)۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث پر محقق حاشیہ نگار فرماتے ہیں ''لیکن یہ موقوف روایت مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں جو مسئلہ ہے وہ اجتہادی نہیں ہے''۔ اسکا مطلب یہ بنتا ہے کہ اگر صحابیؓ کا اجتہاد آپ کے مسلک کے مطابق ہو تو سر تسلیم خم اور اگر خلاف ہو تو مردود۔ اور آپ کا اجتہاد غیر مقلدین عوام کے گلے کا ہار بنتا ہے۔

(7) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کبھی نماز میں ننگے پاؤں کھڑے ہوتے اور کبھی آپؐ نے جوتا پہن رکھا ہوتا''۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک سلسلہ راوی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے، اس سلسلہ والی سند کے بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ اگر عمر بن شعیب اس سلسلے سے روایت کریں تو وہ روایت ضعیف ہوگی اور اگر دوسری سند سے روایت کرے تو صحیح ہوگی: اور مزے کی بات یہ ہے کہ علامہ ابن حجرؒ نے ان کو بھی مدلسین میں شمار کیا ہے (طبقات المدلسین: ابن حجرؒ) اور محققین کا اصول گزر چکا کہ مدلس (چاہے ایک ہی دفع تدلیس کیوں نہ کرے)، کی عنعنہ روایت ضعیف ہوگی۔

(8) اسی عنوان کے لکھتے ہیں ''آپؐ نے فرمایا یہودیوں کی مخالفت کرو، وہ جوتے اور موزے پہن کر نماز ادا نہیں کرتے''۔ اسی صفحے پر حاشیہ نگار عبدالصمد رفیقی صاحب اجتہاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''تب مسجدوں میں فرش کچے ہوتے تھے اور جوتوں کے تلوے بھی عام طور پر ہموار ہوتے تھے جو زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتے تھے، آج کل اکثر مسجدوں میں صفیں، دریاں یا

قالین بچھ گئے ہیں اور جوتوں کے تلووں میں بسا اوقات گندگی پھنس جاتی ہے جو زمین پر رگڑنے سے نہیں نکلتی لہذا آج اگر کوئی شخص جوتے پہن کر نماز ادا کرنا چاہے تو اسے طہارت کا مکمل اہتمام کرنا چاہیے ورنہ جوتے اتار کر نماز پڑھے''۔

تبصرہ الف:۔

حدیث میں تو حکم عام ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو اور جوتے اور موزے پہن کر نماز ادا کرو اور محقق صاحب اپنے اجتہاد کے ذریعے اس حکم کو اب فرش اور قالین کی وجہ سے ساقط کرنا چاہتے ہیں اور بڑی کاوش کر رہے ہیں کہ غیر مقلدین عوام تشبہ بالیہود کریں۔ اجتہاد اگر صحابیؓ یا تابعی کریں تو وہ آپ کے ہاں مردود ہوتا ہے عبدالصمد رفیقی کریں تو وہ آپ کے گلے کی مالا بن جاتی ہے۔

تبصرہ ب:۔

محقق زبیر علی زئی کذاب کا اصول ہے ''معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں ہو سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے'' (مترجم موطا امام مالک صفحہ 46) لہذا تمام محققین اور ان کے مقلدین کو اس حدیث پر عمل کرنا فرض ہے ورنہ قرآن و حدیث سے ثابت کریں کہ جہاں دریاں اور قالین بچھ گئے ہوں وہاں جوتے اتار دیں۔

(9) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں جب تم نماز ادا کرو تو جوتوں کو دائیں یا بائیں نہ رکھو۔۔۔ہاں اگر بائیں جانب کوئی نمازی نہ ہو تو بائیں جانب رکھ سکتے ہو''۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی صالح بن رستم ہیں یہ ضعیف اور کثیر الخطا ہیں (تقریب التہذیب راوی نمبر 2872، 7037 قدیمی کتب خانہ) اور محقق زبیر علی زئی کذاب کا اصول ہے ''جو کثیر الغلط، کثیر الاوہام، کثیر الخطا اور سیئ الحفظ وغیرہ راوی ہو اس کی متفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (نور العینین صفحہ 63) لہذا یہ حدیث محققین کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔ پاؤں بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی۔

(10) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''حضرت عائشہؓ نے گھر میں ایک جانب پردہ لٹکا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنا یہ پردہ ہٹا دو اس کی تصویریں نماز میں مسلسل میرے سامنے آتی رہتی ہیں''۔ اسی حدیث کے حاشیہ پر یہی محقق و مجتہد فرماتے ہیں ''عصر حاضر میں عام مسلمان بڑی عقیدت اور دینی جذبہ کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ کر نقش و نگار والے مصلے کا انتخاب کرتے ہیں اور اسے آداب عبادت میں خیال کرتے ہیں۔ گھروں کے علاوہ اکثر مساجد میں بھی خوب صورت نقش و نگار والے مصلے نظر آتے ہیں۔۔۔

تبصرہ الف:۔

سبحان اللہ! یہ وہ محقق ہیں جو مجتہدین آئمہ کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کے اجتہاد کے لینے والوں کو گمراہ، بدعتی اور مشرک تک کہہ دیتے ہیں اور خود ایسا اجتہاد کرتے ہیں کہ نقش و نگار کو تصویر پر قیاس کرتے ہیں۔ نقش و نگار اور تصویر میں فرق نہیں سمجھتے جو کہ ایک بچہ بھی جانتا ہے۔ یہ کام کوئی اور کرے تو احبار اور رہبان بن جائے اور خود کریں تو مجتہد بن جائیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ایک سوال کا جواب تو دیں۔ آج کل عموماً عورتوں کے کپڑے نقش و نگار والے ہوتے ہیں تو پھر آپ کا فتویٰ یہی رہے گا یا پھر۔۔۔؟

لباس کے متعلق سوال:۔

آپ محققین حضرات کا دعویٰ یہ ہے ''آج اگر کوئی مسلمان رسول اکرم ﷺ کی نماز کی ہو بہو تصویر دیکھنا چاہتا ہو تو یہ حسین منظر اسے اس کتاب میں ہر شک وشبہ سے بالا تر نظر آئے گا''۔ پس ورق نماز نبوی قدیم و جدید۔ سوال یہ ہے کہ کیا آپ کے لباس میں دوران نماز طہارت یا عدم طہارت کی بھی کوئی بات تھی یا نہیں یا اس بارے میں آپ کے مقلدین (غیر مقلدین) آزاد ہیں، لباس پاک ہو یا ناپاک ہر حالت میں نماز پڑھ سکتے ہیں جبکہ قرآن کا حکم ہے ﴿وثیابک فطهر﴾ نیز لباس کی کوئی حد بھی ہے یعنی جواز نماز کیلئے کتنی حد تک لباس ضروری ہے۔

مسجد کی فضیلت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 87 اور جدید صفحہ 114)

اس عنوان کے تحت ابوداؤد کے حوالے سے دو احادیث ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب تم وضو کر کے مسجد جاؤ تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالو بے شک اس وقت تم نماز میں ہی ہوتے ہو'' اور ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالو''۔

تبصرہ الف:۔

یہ ایک ہی حدیث ہے بس گنتی بڑھانے کیلئے دو شمار کی گئیں اور خود حاشیہ نگار نے نماز نبوی جدید میں دونوں کا ایک ہی نمبر لگایا ہے

تبصرہ ب:۔

اس حدیث کی سند کا ایک راوی ابو ثمامہ الحناط مجہول الحال ہے (تقریب التہذیب) اور مجہول الحال راویوں کی حدیث آپ ہی کے اصول کے مطابق ضعیف ہوتی ہے (جزء قرأت

صفحہ 81،88) دعویٰ تو کیا تھا کہ اس کتاب میں ضعیف حدیث نظر نہیں آئے گی لیکن ہم نے آپ ہی کے اصولوں کو آپ پر فٹ کر کے آپ کے دعوے کا پول کھول دیا۔

بعض مساجد میں نمازوں کا ثواب

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 88 اور جدید صفحہ 115)

اس عنوان کے تحت ابن ماجہ کے حوالہ سے حدیث ''مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے'' لائے اور حاشیہ میں حافظ زبیر علی زئی کذاب نے اس حدیث کو صحیح کہا۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کو خود حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (ابن ماجہ مترجم صفحہ 402/2) میں ضعیف کہا اور ساتھ ہی امام ذھبیؒ کا قول نقل کیا ﴿وھذا حدیث منکرا جدا﴾ اپنی اس کتاب کی مارکیٹ بڑھانے کیلئے اور ہر حدیث کے صحیح ہونے کے جھوٹے دعوے کو سچ کرنے کیلئے اس قول اور اپنے ضعف کے فتوے سے جان بوجھ کر چشم پوشی اختیار کی اور حدیث کو صحیح کہا یا شاید بھول گئے کیونکہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا۔ اب قارئین خود فیصلہ کریں کہ امام محمدؒ کو کذاب کہنے والا خود کہاں تک قابل اعتماد ہے۔

پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 89 اور جدید صفحہ 116)

(1) اس عنوان کے تحت ابوداؤد کے حوالے سے حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے پیاز اور لہسن سے منع کیا اور فرمایا جو کوئی ان دونوں کو کھائے تو مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا اگر تم نے انہیں کھانا ہی ہے تو پکا کر ان کی بو مار لو''۔

تبصرہ الف:۔

ابوداؤد کی اسی حدیث کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (تسہیل الوصول صفحہ 135) پر ضعیف کہا ہے۔ سچ ہے کہ جھوٹے کا حافظہ نہیں ہوتا نیز جو محقق ایک کتاب میں ایک حدیث کو صحیح کہتا ہو اور دوسری کتاب میں اسی حدیث کو ضعیف کہتا ہو تو اس کے حافظہ میں کوئی خناس لازماً ہے۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔۔۔کڑوا کڑوا تھو تھو۔۔۔۔

تبصرہ ب:۔

نمازِ نبوی جدید میں اس حدیث کو ناصر الدین البانی کے حوالے سے صحیح کہا جبکہ (نمازِ نبوی قدیم صفحہ 23 اور جدید صفحہ 37) پر ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب ناصر الدین البانی کے بارے میں یوں فرماتے ہیں ''محدث شام ناصر الدین البانی سے ایک عجیب سہو ہوا ہے، انہوں نے (صفۃ صلاۃ النبیؐ صفحہ 80) میں ایک ضعیف اور غیر صریح روایت کی بنیاد پر جہری نمازوں میں قرات فاتحہ کو منسوخ قرار دیا ہے''۔ جہاں بات مسلک کی ہوتی ہے وہاں ناصر الدین البانی کو ہپ ہپ اور جہاں بات مسلک کے خلاف ہو وہاں ناصر الدین البانی کو بھی تھو تھو۔۔۔

(2) محققین حضرات یہاں ناصر الدین البانی کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہے شیخ البانی فرماتے ہیں کیا کسی کے تصور میں یہ بات آسکتی ہے کہ سگریٹ پینے والا پیاز اور لہسن کے حکم میں داخل نہیں؟ سب کو معلوم ہے کہ سگریٹ کی بدبو پیاز اور لہسن سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہے ان دونوں کے کھانے میں کوئی ضرر نہیں جبکہ سگریٹ پینے کے بہت سے نقصانات ہیں اور فائدہ کوئی نہیں''۔

تبصرہ:۔

چودہویں صدی کے ایک مولوی کی تقلید کرنے والے محققین اقوال، افعال و اجتہادات

صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین کے اجتہادات کو تقلید کا نام دے کر رد کرنے والوں کو چودھویں صدی کے ایک مولوی کی تقلید کرنے میں ایک ذرا بھی شرم نہیں آتی حالانکہ پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے ﴿خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم﴾ ''اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ اور فتوی وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو''۔ (نماز نبوی جدید صفحہ 40) کیا البانی کا قیاس اور تمہارا ان کی تقلید کرنا بھی قرآن وحدیث میں شامل ہے۔ مقلدین کو بدعتی، گمراہ اور مشرک کہنے والے خود اس کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں۔

(3) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہؓ کو سینے کی ایک مرض کی بنا پر لہسن کھا کر نماز پڑھنے مسجد میں آتے تھے، معذور قرار دیا تھا'' (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوھلال محمد بن سلیم البصری، کو خود محقق کذاب نے (جزء رفع یدین صفحہ 55) پر ضعیف کہا لہذا یہ حدیث محققین کے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔ یہ وہ محققین ہیں جن پر غیر مقلدین عوام کو ناز ہے آج کل تو ہر غیر مقلد بغل میں کتاب ''نماز نبوی لئے گھومتا ہے اور سادہ عوام کو وہی پس ورق کیا ہوا دعوی دکھاتے ہیں'' ان غیر مقلدین کو کیا معلوم ہوا کہ جھوٹا دعوی کرنا تو آسان ہے لیکن اس کے مطابق صحیح صریح اور غیر متعارض دلیل پیش کرنا ان محققین کے بس کا کام نہیں: یہ تو فقط جھوٹے دعوے ہی کر سکتے ہیں۔

تقلید ہے ہردم اپنوں کی تنقید ہے ہردم غیروں پر
ہے قول وعمل میں ٹکراؤ یہ کام ہیں اہل حدیثوں کے

مسجد میں تھوکنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 89 اور جدید صفحہ 117)

اس عنوان کے تحت دو حدیثیں بخاری ومسلم کے حوالے سے لائے ہیں۔ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے، میں نے دیکھا کہ نیک اعمال میں رستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی ہے اور برے اعمال میں مسجد میں تھوکنا بھی ہے جس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو'' اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس پر مٹی ڈالنا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کے حاشیہ میں عبدالصمد رفیقی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر مسجد کا فرش پختہ ہے تو تھوک پانی یا کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جائے گا۔ مذکورہ بالا دونوں احادیث میں تھوک پر مٹی ڈالنے کا حکم ہے اور یہ مجتہد حدیث کے مقابلے میں اپنا اجتہاد پیش کرتے ہیں اس پر مزید تبصرے کیلئے ہم ان کا ہی تبصرہ نقل کرتے ہیں ''رسول اکرم ﷺ کے مقابل بزرگوں اور آئمہ کرامؒ کے اقوال پیش کرے تو آپ اس کی نادانی سے اجتناب کرتے ہوئے عمل بالقرآن بالحدیث پر کاربند ہیں۔ نماز نبوی کلمہء اختتام۔ (نور العینین صفحہ 25) پر ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی فرماتے ہیں'' اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بقول ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی: عبدالصمد رفیقی سخت ترین گمراہی کے مرتکب ٹھہرے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ شاید ان محققین کے اقوال اس اصول سے مستثنیٰ ہو کیونکہ ان کیلئے تو جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال۔

تبصرہ ب:۔

محقق زبیر علی زئی کذاب کا اصول ہے ”معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں ہو سنن اربعہ و مسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر و مستند کتاب میں صحیح سند سے موجود ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے“ (مترجم موطا امام مالک صفحہ 46) لہذا تمام محققین اور ان کے مقلدین کو اس حدیث پر عمل کرنا فرض ہے اور تھوک کو کپڑے سے صاف کرنے کی بجائے اس پر مٹی ڈالنا فرض ہے۔

مساجد میں خوشبو

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 92 اور جدید صفحہ 120)

(1) اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں لکھتے ہیں ”مسجدیں سادگی کا نمونہ ہونی چاہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مسجدوں کو مزین کروں“۔ اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالے سے لائے اور حاشیہ نگار نے اس کی تصحیح امام ابن حبانؒ سے بلاحوالہ نقل کی۔

تبصرہ الف:۔

حدیث مذکور کی سند میں دو راوی سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہؒ ہیں ان دونوں کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 74، 80 و جزء رفع یدین صفحہ 25، 58 اور جزء قرأت صفحہ 80، 254) پر بالترتیب مدلس کہا ہے اور روایت مذکورہ عنعنہ ہے، یہاں اپنے ہی اصول توڑتے ہوئے ابن حبان سے تصحیح نقل کرتے ہیں (وہ بھی بلاحوالہ جو کہ علمی خیانت ہے) اور حدیث کو صحیح ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن نماز نبوی جدید میں اس حدیث کو خاموشی کے ساتھ حذف کیا ہے جو کہ خیانت پر خیانت ہے۔

مسجد کی خبر گیری کرنے والا مومن ہے

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 93 اور جدید صفحہ 121)

(1) اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں ابوسعید خدریؓ کی روایت لائے ہیں ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم کسی شخص کو مسجد کی خبر گیری کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو“۔ اور اس حدیث کو حافظ زبیر علی زئی کذاب نے امام ابن خزیمہؒ اور امام ابن حبان کے حوالے سے صحیح کہا۔

تبصرہ الف:۔

حدیث مذکورہ کو اس کے ماخذ یعنی (سنن ابن ماجہ 2/632 اور تسہیل الوصول صفحہ 138) پر خود اسی محقق کذاب نے ضعیف کہا ہے۔ اور یہاں ابن حبان اور ابن خذیمہ سے اس کی نقل کر کے اپنے دعوی (جو سرورق پر کیا ہے) کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ قارئین کرام! اس سے پہلے ہم متعدد مقامات پر یہ لکھ چکے ہیں کہ امام ابن حبانؒ اور ابن خذیمہؒ نے اپنی کتب میں احادیث پر تصحیح کا حکم نہیں لگایا ہے صرف اپنی کتاب کا نام صحیح رکھا ہے۔ محقق کے پاس اپنے دعوی کو ثابت کرنے کا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، مصداق بن کر تصحیح نقل کر دیتے ہیں اور اب خود یہاں ان کی تصحیح کو رد کر دیتے ہیں۔ یعنی ابن حبانؒ اور ابن خذیمہؒ کی تصحیح بھی امام حاکمؒ، ذہبیؒ، نوویؒ، ابن الصلاحؒ اور ابن حجرؒ کی طرح مشکوک ہوگئی۔ ایک مقام پر انکے اقوال پر آنکھیں بند کر کے اعتماد اور دوسرے مقام پر رد کرنا یہ کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ محقق خود محقق ہیں اس لئے اظہار کی ضرورت نہیں۔

تبصرہ ب:۔

محقق کذاب زمانہ، کی مترجم موطا امام مالک کے صفحہ 55 پر دارقطنیؒ اور ابن خزیمہؒ کو معتبر

محدثین اور امام ترمذیؒ وابن حبانؒ کو متساہل محدثین کہا ہے۔ قارئین کرام ابن خزیمہؒ کیسے معتبر محدث ہیں یہ تو آپ نے تبصرہ الف میں دیکھ لیا اور امام ترمذیؒ وابن حبانؒ کیسے متساہل ہیں یہ تو محقق کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ پوری کتاب میں انہی کی تصحیح کو قابل اعتبار سمجھ کر نقل کرتے چلے گئے۔

تبصرہ ج:۔

محققین حضرات نے مشترکہ مشورے سے یہ حدیث نماز نبوی جدید سے حذف کر دی لیکن عنوان ''مسجد کی خبر گیری کرنے والا مومن ہے'' برقرار رکھا اب محققین کو چاہئے کہ اس عنوان کو قرآن وحدیث سے ثابت کریں ورنہ یہ عنوان قرآن وحدیث سے مدلل نہ ہونے کی وجہ سے تمہارے اصول کے مطابق مردود ٹھہرے گا۔

(2) اسی عنوان کے تحت یہ عبارت لائے ہیں ''مسلمان بہن بھائیو' مسجد کی خبر گیری کیا کرو، انہیں صاف ستھرا رکھو، روشنی اور پانی کا انتظام کرو، مرمت کا خیال رکھو، سب سے بڑی اور اصل خبر گیری اور مسجد کی آبادی یہ ہے کہ وہاں جا کر پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھو۔ مساجد میں قرآن و حدیث کے درس کا اہتمام کرو مسنون نماز پڑھانے والے آئمہ کا تقرر اور پانچوں وقت اذان دینے کیلئے تنخواہ نہ لینے والے مؤذن کا انتظام کرو۔

تبصرہ الف:۔

ان تمام امور کو قرآن وحدیث سے ثابت کرو ورنہ ﴿فتوبوا الیٰ بارئکم﴾

تبصرہ ب:۔

آپ کی تحریر سے یہ چیز ثابت ہوتی ہے کہ یہ تمام کام مردوں کے شانہ بشانہ عورتیں بھی کریں یعنی آئمہ اور مؤذن بھی ہو سکتی ہیں جبکہ آپ کی مایہ ناز مسلکی (تفسیر احسن البیان سورۃ النور آیت نمبر 37) کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عورت کیلئے گھر کے اندر نماز پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل

ہے۔ نیز مؤذن بغیر تنخواہ کے تو امام باتنخواہ کیوں؟ شاید محققین خود کسی مسجد کے امام ہوں گے۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 93 اور جدید صفحہ 122)

(1) اس عنوان کے تحت روایت لائے ہیں ''مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ پر (مسنون الفاظ کے ساتھ) سلام کہنا چاہئے''۔ نماز نبوی قدیم میں سلام کے الفاظ لائے ہیں ﴿بسم اللہ والسلام علی رسول اللہ اللھم اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک﴾ (بحوالہ ابن ماجہ)

تبصرہ الف:۔

نماز نبوی قدیم کی سلام والی حدیث کو خود یہ محقق اپنی مترجم ابن ماجہ میں خود اسی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اور مزید یہ کہ نماز نبوی میں اس حدیث کو حسن لغیرہ کہا اور خود یہی محقق اپنی (مترجم موطا امام مالک صفحہ 55) پر بطور تنبیہ لکھتے ہیں ''میری تحقیق میں حسن لغیرہ روایت کو حجت نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ضعیف ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔ جب یہ حدیث محقق کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ٹھہری اور سرورق اور پس ورق پر کیا ہوا دعویٰ جھوٹا ہوا تو پھر کیا ہم محقق کے نام کے ساتھ کذاب لکھنے میں حق بجانب نہیں۔

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی جدید سے یہ سلام والی ابن ماجہ کی حدیث خاموشی سے حذف کر گئے، کیا یہ علمی خیانت کی انتہا نہیں لیکن نماز نبوی جدید میں اپنے موقف ''مسنون الفاظ کے ساتھ سلام'' کو برقرار رکھا اب ہم محقق ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی صاحب سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ مسنون الفاظ قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کریں تاکہ غیر مقلدین کو تمہاری تقلید کرنے میں آسانی ہو۔

تبصرہ ج:۔

محقق نے ابن ماجہ کی (حدیث نمبر 772) ''مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ پر سلام کہنا چاہیے'' کا حوالہ دیا ہے۔ اس حدیث کا ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے اور محقق خود (تسہیل الوصول صفحہ 58) پر فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن عیاش کی روایت حجازیوں سے ضعیف ہوتی ہے اور یہ روایت حجازیوں سے ہی ہے۔ قارئین کرام آئمہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کو کذاب کہنے والے خود کذابوں کے سردار (سردار جی) ہوتے ہیں یعنی الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔۔۔۔۔

مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا منع ہے

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 95 اور جدید صفحہ 123)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت عمرؓ کا اثر لائے ہیں ''سیدنا عمرؓ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا (جو مسجد نبوی میں بلند آواز سے باتیں کر رہے تھے) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو''۔

تبصرہ الف:۔

یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے اور قول صحابی تمہارے ہاں دلیل نہیں (تفصیل گزر چکی) اب یہاں اس سے استدلال کیسے؟ افسوس صد افسوس اس حاشیہ نگار محقق پر جوان جیسے متعدد مقامات پر خاموشی اختیار کر کے یہ تاثر دیتے ہیں کہ جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال ہے۔

تبصرہ ب:۔

حدیث میں تو صرف مسجد نبوی کی بات ہے اور آپ کا دعویٰ (عنوان میں) عام ہے، آپ کا دعویٰ تو پھر بھی ثابت نہ ہوا اور ہاں محقق صاحب ذرا یہ بھی بتائیں کہ کیا آہستہ آواز سے باتیں کرنا تو

منع نہیں ہے۔ بینوا فتو جرو

نماز پنجگانہ کے اوقات

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 96 اور جدید صفحہ 124)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ سے نماز کے اوقات پوچھے تو آپؐ نے فرمایا ان دو دنوں میں ہمارے ساتھ نماز پڑھ ۔۔۔۔۔۔۔ تو آپؐ نے فرمایا تمہاری نمازوں کے اوقات ان دو وقتوں کے درمیان ہیں جنہیں تم نے دیکھا''۔

(2) اس سے اگلے صفحہ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث لائے ''رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دے دی''۔ اس کے بعد محقق زیدی صاحب تبصرہ فرماتے ہیں ''البتہ بعض مواقع پر (مختلف وجوہ کی بناء پر) نماز تاخیر سے بھی ادا کی ہے''۔

تبصرہ الف:۔

دونوں احادیث باہم متعارض ہیں حدیث اول میں ہے کہ دوسرے دن کی پانچ نمازیں آخری وقت میں پڑھیں جبکہ دوسری حدیث اس بات کو رد کر رہی ہے کہ کوئی نماز کہ آخری وقت میں کوئی نماز نہیں پڑھی۔ برائے کرم تمام محققین مل کر اس تعارض کو حل فرمائیں یا اپنی سابقہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے خاموشی سے اس حدیث کو بھی حذف کر کے اپنی علمی خیانت کا ایک اور ثبوت دے دیں۔

تبصرہ ب:۔

محقق صاحب فرماتے ہیں کہ بعض مواقع پر تاخیر بھی فرماتے تھے لیکن حضرت عائشہؓ فرماتی

ہیں کہ کوئی نماز آخری وقت نہیں پڑھی گویا کہ حضرت عائشہؓ محقق زیدی کو جھوٹا کہتی ہیں اور حضرت عائشہؓ کی بات جھوٹی ہو ہی نہیں سکتی صرف آپکی سمجھ پہ مسلکی تعصب غالب ہے۔

محققین عصر سے ایک سوال:۔

(نماز نبوی قدیم صفحہ 96 جدید صفحہ 125) پر عبداللہ ابن عمروؓ کی روایت بحوالہ صحیح مسلم لائے ہیں ''نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور (اس وقت تک رہتا ہے) جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے (عصر کے وقت تک)''۔ اس حدیث سے ان محققین نے جو مطلب لیا ہے وہ ظاہر ہے کہ انسان کا سایہ جب تک انسان کے قد کے برابر نہ ہو جائے تو ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ انسان کا سایہ زوالِ آفتاب کے وقت مختلف علاقوں میں چھوٹا بڑا ہوتا ہے اور مختلف موسموں میں ایک ہی علاقے میں بھی چھوٹا بڑا ہوتا رہتا ہے مثلاً جو علاقے خطِ استوا پر واقع ہیں ان میں سایہ سارا سال بہت چھوٹا رہتا ہے اور جوں جوں قطبین کی طرف بڑھتے چلے جائیں سایہ بڑھتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ قطبین کے بعض مقامات ایسے ہیں جہاں عین نصف النہار کے وقت بھی سایہ ایک تو کیا دو قد کے برابر ہوتا ہے۔ یہ سایہ موسم کے حساب سے بھی تبدیل ہوتا ہے مثال کے طور پر اگر حضرو میں ماہِ جون میں عین نصف النہار کے وقت سایہ چوتھائی قد سے کم تھا تو ماہِ دسمبر میں یہ سایہ ایک قد یا اس سے زیادہ ہوگا تو پھر اس حدیث سے لئے گئے مطلب کے مطابق ان علاقوں میں ظہر کا وقت کیسے آئے گا یا نماز ظہر فرض ہی نہیں ہوگی۔ شاید حضرو میں ماہِ دسمبر و جنوری میں نماز ظہر کا وقت آتا ہی نہیں ہوگا؟

☆☆☆☆☆

نماز فجر اندھیرے میں پڑھنی چاہیے

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 97 اور جدید صفحہ 125)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز فجر پڑھ کر لوٹتے تو (مسجد سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ کر) عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتیں اور وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں''۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث میں تو صراحت ہے کہ چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتیں، جب چادروں میں لپٹی ہوئی ہوتیں تو کیسے پہچانی جاتیں [illegible] مطلب ہو جو محقق صاحب لے رہے ہیں یعنی اندھیرا تو پھر بخاری شریف کی ان احادیث کا کیا کریں گے'' جب صبح طلوع ہوئی تو آپؓ (عبداللہ بن مسعودؓ) نے فرمایا نبی کریم ﷺ اس نماز (نمازِ فجر) کو اس مقام اور اس دن کے سوا کبھی اس وقت (اندھیرے میں) نہیں پڑھتے تھے اور فرمایا یہ دو نمازیں (آج کے دن) اپنے وقت سے ہٹا دی جاتی ہیں''۔ ﴿**بخاری کتاب المناسک باب من اذن واقام لکل واحدة منهما**﴾ اسی طرح بخاری میں ابو برزہ اسلمیؓ کی روایت ہے ''اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے تھے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا''۔ ﴿**بخاری کتاب مواقیت الصلوة باب وقت العصر**﴾ بلوغ المرام میں رافع بن خدیجؓ کی حدیث ہے ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نماز فجر کو خوب روشن ہونے پر پڑھا کرو یہ تمہارے اجر میں اضافہ کا موجب ہوگی۔ (بلوغ المرام حدیث نمبر 134) اصحاب سنن خمسہ نے اس کو روایت کیا ہے، ترمذیؒ، ابن حبانؒ، ابن حجرؒ اور تمہارے مبارک پوری نے اسے صحیح تسلیم کیا ہے۔

مندرجہ بالا تین احادیثِ صحیحہ تمہاری دلیل یعنی حدیث عائشہؓ سے اندھیرا مراد لینے کی

صورت میں متعارض ہیں برائے کرم اس تعارض کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرما کر اپنے محقق بے مثال ہونے کا ثبوت پیش کریں۔ مزید براں کیا بلوغ المرام والی قولی حدیث اس تعارض کو رفع کرنے کیلئے راجح نہیں ہوگی۔

تبصرہ ب:۔

(موطا امام مالک مترجم صفحہ 46) پر محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب فرماتے ہیں ''معلوم ہوا کہ صحیح حدیث چاہے بخاری ومسلم میں ہو یا سنن اربعہ ومسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر ومستند کتاب میں صحیح سند سے ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے: اسے ظنی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلاف قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے''۔ محققین حضرات نے ان تین احادیث کو رد کر کے اپنے اصول کو جھٹلا دیا کاش کہ اپنے اصول اپنے اوپر پہلے لگاتے لیکن ان کے اصول تو پاکستانی قانون کی طرح ہیں جو ہمیشہ عوام پر لگتے ہیں۔ ویسے علی زئی صاحب کے اوپر فرض ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والی حدیث کو اپنا لازمی معمول بنائیں۔

گرمی اور سردی کے موسم میں نماز ظہر کے اوقات

(نمازِ نبوی قدیم صفحہ 97 اور جدید صفحہ 126)

(1) اس عنوان کے تحت احادیث لائے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ گرمی کے موسم میں نماز ظہر میں تاخیر اور سردی کے موسم میں تعجیل افضل ہے اسکے بعد تنبیہ کر کے فرماتے ہیں ''گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث اور امام بخاری کی تبویب سے ثابت ہوتا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

خود تو بدلتے نہیں حدیث کو بدل دیتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی نمازوں کے اوقات کو

حدیث کے مطابق کرتے لیکن یہاں الٹی گنگا بہتی ہے، پہلے مسلک بنایا پھر احادیث مبارکہ کو مسلک کی طرف موڑنے کی کوشش کی۔ پندرھویں صدی کے یہ محقق امام بخاریؒ کی تفقہ کو بھی نہیں [سمجھے] اور بن بیٹھے محقق: امام بخاریؒ اسی باب سے پہلے عام باب باندھتے ہیں کہ ''گرمی کی شدت میں ظہر کو ٹھنڈے وقت پڑھنا''۔ اور پھر اسکے بعد باب باندھنا ''سفر میں ظہر کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنا'' امام بخاریؒ اپنے ابواب سے تم جیسے محققین کو سمجھانا چاہتے ہیں کہ یہ حکم جس طرح حضر میں ہے تو اسی طرح سفر میں بھی ہے۔

تبصرہ ب:۔

امام بخاریؒ کے ابواب سے استدلال کر کے امام بخاریؒ کی تقلید کرنا: صدقے جاواں یہ محققین ہیں غیر مقلدین کے تقلید کو گمراہی اور بدعت کہنے والے، جب خود امام بخاریؒ کی یوں اندھی تقلید کرتے ہیں تو ان کو کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے ہیں اور اور نہ ہی شرم۔ ﴿تامرون بالمعروف وتنسون انفسکم﴾ اگر یہ تقلید نہیں تو پھر تقلید کس بلا کا نام ہے۔

محققین کیلئے لمحہ فکریہ

(تقیہ کی صورت میں تقیہ)

اس تنبیہ کے بعد حدیث لائے ہیں ''سیدنا انسؓ سے روایت ہے کہ جب سردی ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نماز ظہر پڑھنے میں جلدی کرتے (سورج ڈھلتے ہی پڑھتے)''۔ اس حدیث پر امام بخاریؒ باب باندھتے ہیں ''جمعہ کے دن اگر گرمی زیادہ ہو جائے'' حاشیہ پر محقق علی زئی کذاب نے بھی یہی حوالہ دیا ہے اور یہ محققین اس کو پورے موسم سرما کیلئے عام کر رہے ہیں یہاں بھی آپ یوں کہتے ہیں: تنبیہ جب سردی ہوتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نماز ظہر میں جلدی کرتے تو ہم بھی مان جاتے کہ تم کو تقلید کی بو بھی نہیں لگی یہ دورنگی چال یہود اور روافض کی طرح صرف مسلک کی خاطر

ہے اس لئے آپ بھی مجبور ہیں۔

تبصرہ ج:۔

اسی عنوان میں ایک حدیث لائے ہیں کہ سخت گرمی میں نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو اور سردی میں جلدی پڑھو۔ جبکہ اس سے پہلے عنوان (نماز فجر اندھیرے میں پڑھنی چاہئے) میں حضرت عائشہؓ کی حدیث لائے تھے کہ رسول اللہ نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں نہیں پڑھی۔ دوسری حدیث تھی ''نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے'' اب مسئلہ یہ ہے کہ جب نماز اول وقت میں پڑھنا افضل ہے تو پھر سخت گرمی میں تاخیر کیوں اور اگر بقول آپ کے سفر کی حالت کو ہی تسلیم کر لیا جائے تو رسول اکرم ﷺ کی حیات مبارک کا کافی حصہ سفر میں گزرا جن میں غزوات، عمرہ اور حج کے اسفار شامل ہیں۔ اب سفر میں آپؐ ہمیشہ نماز ظہر میں تاخیر فرماتے تھے یا نہیں اگر فرماتے تھے تو پھر اول وقت میں نماز پڑھنے والی حدیث کے ساتھ تعارض آ گیا اور اگر اول وقت میں پڑھتے تو آپ کا قول (گرمی میں سفر میں نماز ظہر میں تاخیر کرنا) باطل ہو گیا'' فاین المفر " اگر آپ کے استدلال کے مطابق نماز ظہر میں تاخیر گرمی میں سفر کے ساتھ خاص ہے تو پھر یہ بھی بتائیں کہ آیا کہ آپ کا یہ معمول تھا یا اتفاقاً ہوا۔ اگر معمول تھا تو دوسرے اسفار میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کرو اور اگر اتفاقاً ہوا تو پھر آپ نے حکم عام کیوں دیا۔ فر من المطر قام تحت المیزاب

نماز جمعہ کا وقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 98 جدید صفحہ 127)

اس عنوان کے تحت لائے ہیں ''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپؐ جمعہ کی نماز سردیوں میں جلدی پڑھتے اور سخت گرمی میں دیر کرتے''۔

تبصرہ الف:۔

اسی حدیث کو محققین نماز ظہر کے عنوان کے تحت بھی لائے اس کو سفر کے ساتھ خاص کر دیا۔ اب یہاں حدیث عام کر دی جمعہ تو سفر میں نہیں ہوتا اگر ہے تو قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت کرو ورنہ آپ کا اسی حدیث سے استدلال کیا ہوا ظہر کا مسئلہ باطل ٹھہرا۔

تبصرہ ب:۔

محقق زماں حافظ زبیر علی زئی کذاب کا اصول ہے ''معلوم ہوا حدیث چاہے بخاری مسلم میں ہو یا سنن اربعہ ومسند احمد وغیرہ میں ہو یا دنیا کی کسی معتبر ومستند کتاب میں صحیح سند سے ہو تو اس پر ایمان لانا اور عمل کرنا فرض ہے اسے ظنی، خبر واحد، مشکوک، اپنی عقل کے خلاف یا خلاف قرآن وغیرہ کہہ کر رد کر دینا باطل، مردود اور گمراہی ہے''۔ (موطا امام مالک مترجم صفحہ 46) ہمارا عملی مشاہدہ ہے کہ غیر مقلدین کی تمام مساجد میں گرمی اور سردی میں نماز جمعہ کا ایک ہی وقت ہے تو گویا محقق کے فتوی کے مطابق تمام غیر مقلدین بشمول محقق تارک فرض ہوئے ﴿فتوبوا الی بارئکم﴾

نماز عصر کا وقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 99 جدید صفحہ 128)

اس عنوان کے تحت تعجیل عصر کیلئے دو احادیث لائے ہیں۔

(1) سیدنا بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر قائم کی اس حال میں کہ سورج بلند، سفید اور صاف تھا''۔

(2) سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز عصر پڑھتے تھے اور سورج بلند (زردی کے بغیر) روشن ہوتا تھا اگر کوئی شخص مدینہ شہر سے عوالی مدینہ (مدینہ کی نواحی بستیاں) جاتا تھا تو جب

ان کے پاس پہنچتا تو سورج بلند ہوتا۔ بعض عوالی مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات نے حدیث تو نقل کر دی ہیں لیکن ان احادیث پر متفقہ طور پر تمام غیر مقلدین کا عمل نہیں ہے کیونکہ غیر مقلدین جس وقت عصر پڑھتے ہیں اس کے بعد سے اصفرار شمس تک چار تو کیا آٹھ میل تک انسان جا سکتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ سعودیہ کا مال کھا کھا کر موٹا نہ ہو گیا ہو)۔ اگر یقین نہ آئے تو یہ گز اور یہ میدان آزما کے دیکھ لیں، صحابہ ملک ملک پیدل چلنے والے تھے آپ کی طرح اعلیٰ قسم کی گاڑیوں میں سفر کرنے والے نہ تھے۔ ان کیلئے چار میل میں کتنا وقت لگتا ہوگا محققین ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کریں۔

تبصرہ ب:۔

ان احادیث سے جو مطلب محققین حضرات کشید کرنا چاہتے ہیں اس مطلب کو ترمذی شریف کی حدیث ''رسول اللہ ﷺ نماز ظہر میں تم لوگوں سے زیادہ جلدی کیا کرتے تھے اور تم لوگ نماز عصر میں آپؐ سے زیادہ جلدی کرتے ہو''۔ (کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی تاخیر الصلوۃ العصر) رد کر رہی ہے۔ مزید برآں بخاری شریف کی حدیث ''سالم بن عبداللہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، فرماتے تھے کہ تم سے پہلے امتوں کے مقابلے میں تمہاری زندگی ہے جتنا عصر سے سورج غروب ہونے کا وقت ہوتا ہے تورات والوں کو رات دی گئی تو انہوں نے اس پر عمل کیا آدھے دن تک نے بس ہو چکے تھے، ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ ایک قیراط دیا گیا، پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی انہوں نے عصر تک عمل کیا اور عاجز آ گئے انہیں بھی ایک قیراط کا بدلہ دیا گیا پھر (عصر کے وقت) ہمیں قرآن دیا گیا، ہم نے اس پر سورج غروب ہونے تک عمل کیا ہمیں دو دو قیراط ملے، (کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی تاخیر

الصلوۃ العصر) قارئین کرام! گرمی کے موسم ان لامذہب محققین کا عصر سے مغرب کا وقت ظہر سے عصر سے وقت کا بڑھ جاتا ہے اس صورت حال میں یہ محققین اس روایت کا نہ جانے کیا حشر کریں گے کیونکہ مسلکی مجبوری ہوگی یہ حدیث ان محققین کے کشید کردہ مطلب کو بالکل جلا کر رکھ دیا ہے۔ اس حدیث میں صبح سے زوال تک کے وقت کو سب سے لمبا وقت اور پھر عصر سے مغرب کو سب سے کم کہا گیا ہے۔

نماز مغرب کا وقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 99 جدید صفحہ 128)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''سیدنا سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کیا کرتے تھے''۔

تبصرہ:۔

(نماز نبوی قدیم صفحہ 114 جدید صفحہ 147) پر فرماتے ہیں کہ اقامت اذان کے فوراً بعد نہیں ہونی چاہئے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اذان اور تکبیر کے درمیان نفل نماز کا وقفہ ہوتا ہے'' پھر اس کے بعد (نماز نبوی قدیم صفحہ 216 جدید صفحہ 271) پر تین احادیث دی ہیں جن سے یہ ثابت کیا ہے کہ مغرب سے پہلے دو رکعت نماز نفل ہے اور عنوان یوں قائم کیا ہے ''مغرب سے پہلے دو رکعتیں'' اب مسئلہ یہ ہے کہ اگر اذان کے بعد دو رکعت پڑھیں گے تو پہلی حدیث پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں فوراً کی بات ہے اور اگر فوراً مغرب کی نماز پڑھیں تو دو نفل نہیں پڑھے جا سکتے اس تعارض کو محققین کیسے حل کریں گے۔ جو محققین ایک ہی صفحے پر موجود تعارض کو نہ حل کر سکیں تو ان کو اتنے صفحوں کے فرق سے تعارض کیسے نظر آئے گا۔

نماز عشاء کا وقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 99 جدید صفحہ 128)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ کا نماز عشاء کیلئے انتظار کرتے رہے جب آدھی رات گزر گئی تو آپؑ تشریف لائے اور فرمایا۔۔۔۔۔۔اور پھر موذن کو حکم دیا تو اس نے تکبیر کہی اور آپؑ نے نماز پڑھائی''۔

ایک اور حدیث لائے ہیں ''نبی اکرمﷺ عشاء میں کبھی تاخیر فرماتے اور کبھی اسے اول وقت میں پڑھتے اور جب لوگ جمع ہو جاتے تو جلد پڑھتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو تو آپؑ دیر کرتے۔

تبصرہ الف:۔

اس سے پہلے (نماز نبوی قدیم صفحہ 97 جدید صفحہ 129) پر حدیث لائے ہیں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے کوئی نماز اپنے آخری وقت میں نہیں پڑھی یہاں تک کہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دے دی''۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے محققین نے اول وقت نماز پڑھنے کا فتوی دیا تھا۔ اب یہاں آدھی رات یعنی آخری وقت اور لوگون کے انتظار میں دیر کرنے کی احادیث لائے جو کہ حدیث عائشہؓ (آپ محققین کے استدلال کے مطابق) سے متعارض ہیں۔ حدیث عائشہؓ موجبہ کلیہ ہے اور عنوان عشاء کے تحت دی احادیث سالبہ جزئیہ ہیں اور قانون یہ ہے کہ موجبہ کلیہ کا توڑ جس طرح سالبہ کلیہ سے ہوتا ہے اسی طرح سالبہ جزئیہ سے بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے دوسری پر عمل نہیں ہوسکتا۔ فـــا ایـــن المفر۔۔۔ محققین نے اپنی عادت کے مطابق اس تعارض کو نظر انداز کر دیا۔

تبصرہ ب:۔

حدیث دوم میں نماز عشاء کے وقت لوگوں کو جمع ہونے کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جب ہمارا مشاہدہ ہے کہ آپ لوگوں کی جمیع مساجد میں نماز عشاء کا ایک مقررہ وقت ہے چاہے لوگ آئیں نہ آئیں لہذا آپ لوگ اس حدیث پر عمل نہ کر کے خود تارک فرض بن رہے ہیں۔

آئمہ مساجد کو نماز اول وقت میں پڑھنی چاہیے

(نماز نبوی قدیم صفحہ 100 جدید صفحہ 129)

اس عنوان کے تحت دو احادیث لائے ہیں ''سیدنا ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا'' تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تم پر ایسے امام (حاکم) ہوں گے جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے یا اس کے وقت سے قضاء کریں گے۔۔۔۔''۔ دوسری حدیث سیدنا عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا'' یقیناً تم پر میرے بعد ایسے امام ہوں گے جنہیں بعض چیزیں نماز وقت پر پڑھنے سے باز رکھیں گی یہاں تک کہ اس کا وقت جاتا رہے گا۔۔۔''۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات نے اپنے مقلدین کو دھوکہ دینے کیلئے جو عنوان باندھا ہے مذکورہ احادیث کا اس کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ محققین خواہ مخواہ خشکی میں مچھلی کا شکار کرنے لگے ہیں کیونکہ دونوں حدیث میں وقت سے تاخیر کی بات ہو رہی ہے یہ محققین خواہ مخواہ اس سے اول وقت میں نماز پڑھنے والی بات کو کشید کرنا چاہا ہے ﴿ توجیہ القول بما لا یرضی به قائله ﴾ دونوں حدیثوں میں نماز کو وقت سے مؤخر کرنے یعنی قضا کرنے کی قباحت ہے۔ دونوں حدیثوں میں نماز کو وقت سے موخر کرنے یا قضا کرنے کی قباحت کو بیان کیا گیا ہے اور نماز کو اپنے وقت کے اندر

پڑھنا قباحت نہیں ہے۔ گویا محققین کے ہاں نماز کو اپنے وقت کے اندر اول وقت سے کچھ بھی تاخیر کر کے پڑھنا ایک قبیح عمل ہے۔ یہ بات نہ صرف ان احادیث مبارکہ بلکہ پورے ذخیرہ حدیث کے خلاف ہے۔ آئمہ مجتہدین پر الزامات لگا کر خود محقق بننے کے ایسے ہی نتائج ہوا کرتے ہیں۔ ظہر اور عشاء میں تاخیر کو تو خود اسی باب میں ثابت کر چکے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اگر ان احادیث مبارکہ سے وہی مطلب لیا جائے جو محققین لینا چاہتے ہیں تو پھر نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر نماز ظہر میں اور عشاء کی نماز میں (انہی محققین کے اخذ کردہ مطلب کے مطابق) یہ قبیح عمل کیا ہے۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر قسم کے قبیح عمل سے پاک ہیں، اس قسم کی جرات کرنا انہی محققین کو روا ہے۔

نماز کے ممنوعہ اوقات

(نماز نبوی قدیم صفحہ 100 جدید صفحہ 130)

(1) اس عنوان کے تحت دو احادیث لائے ہیں ''سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا عمرؓ اور دیگر صحابہ سے روایت ہے کہ۔۔۔ (ترجمہ) نبی کریم ﷺ نے صبح (کی نماز) کے بعد (نفل) نماز پڑھنے سے منع کیا حتیٰ کہ سورج ظاہر ہو جائے اور (نماز) عصر کے بعد بھی (نفل) نماز پڑھنے سے منع کیا حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے۔۔۔''۔ دوسری حدیث ''سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا الا یہ کہ سورج بلند ہو'' ان احادیث کے بعد محقق صاحب فرماتے ہیں ''اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عصر کے بعد نماز کی ممانعت مطلق نہیں ہے''۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات کا مذکورہ اتحاد باطل ہے کیونکہ پہلی حدیث سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا

کہ نماز عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا ممنوع ہے، عصر کے بعد نفل نماز سے ممانعت والی احادیث تقریباً تواتر کی حد تک ہیں جن پر عمل کرنا بقول حافظ زبیر علی زئی کذاب فرض ہے رہی حضرت علیؓ کی حدیث میں یہ استثناء تو بعد العصر سے مراد یہاں، بعد دخول الوقت العصر ہے (آپ محققین حضرات احادیث میں ذرا غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ جن احادیث میں اجازت معلوم ہو رہی ہے وہاں لفظ بعد العصر ہے اور جن میں صراحت کے ساتھ ممانعت ہے وہاں بعد صلوۃ العصر ہے) ورنہ تو پہلی حدیث پر عمل نہیں رہے گا اور آپ کے اصول کے مطابق یہ حرام ہے کیونکہ ترک فرض حرام ہے اگر اس استثناء کو لیا جائے اور عصر کی نماز کے بعد پڑھی جائے تو منع والی حدیث کا کیا کریں گے۔ ابو داؤد کی ایک حدیث کو اپنے مقصد کیلئے موڑ کر کتنی احادیث کے تارک بنے ہیں آپ ذرا گنتی کریں جو تمام نماز عصر کے بعد نفل نماز پڑھنے سے صراحت کے ساتھ منع کر رہی ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اس بات کو (یعنی نماز عصر کے بعد نفل نماز پڑھنا) ثابت کرنے کیلئے جس حدیث کا سہارا لیا ہے وہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مترادف ہے۔ کیونکہ حدیث بخاری ''رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، آپؐ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا بات یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ (احکام دین سیکھنے کیلئے) آئے تھے، انہوں نے (ان کے ساتھ میری مصروفیت نے) مجھے ظہر کے بعد کی دو سنتوں سے باز رکھا پس یہ وہی دو رکعتیں تھیں (جو میں نے عصر کے بعد پڑھیں)۔ اس میں صراحت ہے کہ یہ دو رکعتیں ظہر کی سنتوں کی قضاء تھیں، اس سے نفل پڑھنے کے جواز کو ثابت کرنا خشکی میں مچھلی کے شکار کے مترادف ہے۔ نیز معاویہؓ سے روایت ہے ''ہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہے لیکن ہم نے آپؐ کو یہ نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ آپؐ

تو اس سے منع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کی مراد عصر کے بعد کی دو رکعتیں تھیں''۔

(بخاری مواقیت الصلوة باب لاتحری الصلوة قبل غروب الشمس)

تبصرہ ج:۔

ابن حبانؒ کی موارد الظمان کی حدیث نمبر 623 میں ہے ''ام سلمہؓ پوچھتی ہیں یا رسول اللہ ﷺ کیا ہم بھی یہ دو رکعت پڑھیں تو فرمایا نہیں''۔ یہ حدیث آپ محققین کے اصول کے مطابق صحیح بھی ہے کیونکہ ابن حبانؒ نے اس کو اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور اس حدیث سے یہ بات واضح ہو تی ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت تھی۔ نیز ترمذی میں ابن عباسؓ کی روایت ''رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں اس لئے کہ ان کے پاس کچھ مال آ گیا تھا جس میں مشغولیت کی وجہ سے آپؐ ظہر کے بعد کی دو رکعتیں نہ پڑھ سکے تھے اس کے بعد دوبارہ کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا اور فرمایا کہ اس پر اکثر علماء کا اجماع ہے۔ تو کیا اکثر علماء آپ کے اسلاف ہیں یا کوئی اور؟ یہ حدیث مسند احمد اور طحاوی میں بھی ہے اور ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں نقل کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث صحیح ہے اسی طرح (ابو داؤد) ﴿الصلوة باب من رحض فیهما اذا کانت الشمس مر تفقه﴾ سے بھی صاف معلوم ہو رہا ہے۔ کہ یہ آپ کی خصوصیت ہے تو ان احادیث پر بھی آپ کے اصول کے مطابق عمل فرض ہے۔

(2) اس کے بعد محققین حضرات نے امام احمد بن حنبلؒ کے مقلد عالم ابن قدامہؒ کی تقلید میں کہا ہے کہ ''عصر کی بعد کی ممانعت خفیف (ہلکی) ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں سنتوں کے قضا کے جواز کی حدیث بھی آتی ہے''۔

تبصرہ:۔

امام ابن قدامہؒ امام احمدؒ کی تقلید کی وجہ سے آپ کے اصول (پہلے گزر چکے) کے مطابق بدعتی اور گمراہ ٹھہرے۔ تو کیا تمہارے ہاں بدعتی اور گمراہ کی تقلید بھی جائز ہے یعنی مردہ ہنستا نہیں جب ہنستا ہے تو کفن پھاڑ کے ہنستا ہے۔

(3) محققین نے ابن حزم ظاہریؒ کا قول نقل کیا ہے'' 23 صحابہؓ (جن میں خلفائے اربعہ اور دیگر کبار صحابہؓ شامل ہیں) سے عصر کے بعد دو رکعت پڑھنا ذکر کیا ہے۔

تبصرہ الف:۔

یہ ایک غیر معصوم امتی کا قول ہے اور نقل بھی بلا حوالہ کیا گیا ہے تو اسے دھوکہ دہی اور خیانت نہیں تو اور کیا کہیں گے کیونکہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو تو ان کا قول وفعل کہہ کر رد کر دینا (تفصیل گزر چکی) اور ابن حزمؒ کے قول (خلاف حدیث) کو گلے لگا لینا، کیا یہ گیدڑ تمہارے لئے یہاں حلال ہو گیا ہے یا پھر اضطراری کیفیت ہے سلام کرتے ہیں ہم تمہاری تقلید کو کہ حدیث میں صراحت ہے کہ حضرت عمرؓ ایسے لوگوں کو پتھر مارتے تھے اب حدیث کے مقابلہ میں تقلید۔ نیز بریکٹ میں بند جملہ انتہائی درجے کی خیانت و خباثت ہے کیونکہ اسی عنوان میں بخاری کی جس حدیث یعنی حدیث نمبر 1233 کا حوالہ دیا ہے (اسی سے دو رکعت کا جواز ثابت کر رہے ہیں) اس میں عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہم یعنی میں اور عمر ابن خطابؓ نے بہت سے لوگوں کو مارا جو عصر کے بعد نماز پڑھتے تھے۔ کیا عمر بن خطابؓ خلفائے اربعہ میں شامل نہیں یا اب آپ روافض کے ساتھ اتفاق کر گئے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

ابن حزمؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ 23 صحابہ پڑھتے تھے یعنی باقی نہیں پڑھتے تھے

یہاں ہم غیر مقلدین کو تمہاری ایک نصیحت یاد دلاتے ہیں ''اگر نمونے مطابق آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کوئی نکتہ چینی کرے یا احادیث رسول اللہ ﷺ کے مقابل بزرگوں اور آئمہ ؒ کے اقوال پیش کرے تو آپ اس کی نادانی سے اجتناب کرتے ہوئے عمل بالقرآن والحدیث پر کاربند رہیں''۔ (نماز نبوی کلمہ اختتام)

(4) اس عنوان کے تحت مزید لکھتے ہیں ''فجر کے بعد ممانعت کا آغاز طلوع فجر سے ہوتا ہے۔ جب فجر طلوع ہوگئی تو فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی نوافل مکروہ ہیں''۔

تبصرہ:۔

یہ دعوی بلا دلیل ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ جو حدیث آپ (نماز نبوی قدیم صفحہ 100 جدید صفحہ 130) پر لائے ہیں اس کا ترجمہ آپ نے خود فجر کی نماز کے بعد کیا ہے اور یہاں دعوی بعد از طلوع فجر ہے اس کے لئے جن احادیث سے آپ کو استدلال کرنا ہوگا ان میں الفاظ ﴿نہی عن الصلوۃ بعد الصبح﴾ ہونے چاہئیں: ہم دلیل کا انتظار کریں گے۔

(5) مزید فرماتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے طلوع آفتاب (کے آغاز) سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پڑھ لی (وہ اپنی نماز پوری کرے) اس نے فجر کی نماز پالی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پڑھ لی (وہ اپنی نماز پوری کرے) اس نے عصر کی نماز پالی''۔

تبصرہ:۔

محققین حضرات جس طرف جھکتے ہیں تو پھر جھکتے ہی چلے جاتے ہیں (بخاری مواقیت باب من ادرک من الصلوۃ رکعتہ) کی چار احادیث میں طلوع شمس کے وقت نماز سے منع فرمایا ہے۔ 1۔ حدیث ابوھریرہؓ 2۔ حدیث ابن عباس 3۔ حدیث ابن عمرؓ

4۔ حدیث ابن عمرؓ اسی کے متصل دوسرے باب میں 5۔ حدیث ابن عمرؓ 6۔ حدیث ابو سعید خدریؓ 7۔ حدیث حضرت معاویہؓ 8۔ حدیث حضرت ابوھریرہؓ۔

ان تمام احادیث میں طلوع شمس کے وقت نماز سے منع فرمایا ہے۔ حدیث ابوھریرہؓ ان تمام احادیث میں طلوع شمس اور غروب کے وقت آپؐ نے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ ان احادیث کا تمہارے نقل کردہ حدیث کے ساتھ تعارض ہے برائے کرم اس تعارض کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں۔

فوت شدہ نمازیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 102 جدید صفحہ 133)

اس عنوان کے تحت محققین حضرات (نماز نبوی قدیم صفحہ 103) پر لکھتے ہیں ''۔۔۔لہذا قضا نماز کی ادائیگی کے لئے اس کے بعد والی نماز کے وقت یا اگلے دن اسی نماز کے وقت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے بلکہ ایسے شخص کو صرف توبہ و استغفار اور نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانے کا اہتمام کرنا چاہیے''۔

تبصرہ الف:۔

اسی عنوان کے بالکل ابتدا میں حضرت انسؓ کی حدیث ''جو شخص (کوئی بھی) نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جس وقت یاد آئے (یا بیدار ہو) اس نماز کو پڑھ لے''۔ حدیث کی صراحت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی بھی نماز فوت ہو جائے چاہے ایک یا زائد، ایک دن کی ہو یا کئی دنوں کی اس کا کفارہ اس نماز کو قضا کر کے پڑھنا ہے۔ جبکہ محققین کی عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ صرف توبہ استغفار کیا جائے اور نیکی کے کاموں میں سبقت لے جانے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ تو کیا احادیث کے مقابلے میں ان محققین کے اقوال زیادہ مقبول ہیں: یہاں محقق حضرات

حدیث چھوڑ کر جاہل اور لامذہب عوام کو اپنی تقلید کی دعوت دے کر ان کو گمراہ اور بدعتی اور مشرک بنا رہے ہیں اور خود داعی ضلالۃ وبدعۃ بن رہے ہیں فضلو و ضلو تقلید کی تمام حدیں پھلانگتے ہیں اور پھر بھی تقلید کو بدعت اور گمراہی کہتے ہیں کتنے بااعتماد ہیں یہ محققین یہ فیصلہ قارئین خود کریں۔

تبصرہ ب:۔

دوسری کتاب (جدید) میں اس عبارت میں تغیر کر کے ﴿لا تلبسو الحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون﴾ کی ہو بہو منظر پیش کر رہے ہیں اور تمام معاملہ آپس کے مشورہ سے انتہائی خفیہ انداز میں انتہائی خاموشی کے ساتھ حذف کر رہے ہیں۔ قارئین کرام! ویسے یہ ان کی سابقہ عادت ہے جو پیچھے سے چلی آ رہی ہے۔

سفر میں اذان دے کر نماز پڑھنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 102 جدید صفحہ 133)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے۔۔۔ "تمہارا پروردگار بکریاں چرانے والوں سے تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے۔۔۔ اس کے بعد محققین فرماتے ہیں "معلوم ہوا کہ کوئی شخص سفر میں ہو تو اذان دے کر اقامت کہہ کر (امام کی طرح) نماز پڑھے تو اس کے لئے اجر اور ثواب ہے"۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات نے یہاں امام ابوداؤدؒ کی زبردست تقلید کر ڈالی اور ایسی کہ تمام مقلدین مل کر بھی ایسی تقلید نہ کر سکیں گے۔ سبحان اللہ۔۔۔ تفصیل یہ ہے کہ اس حدیث میں سفر کا بالکل ذکر ہی نہیں ہے لیکن امام داؤد نے اس اپنا باب سفر کا باندھا ہے اس لئے انہوں نے ابوداؤد کی تقلید کر ڈالی۔

تبصرہ ب:۔

امام نسائی نے اس حدیث پر باب باندھا ہے اکیلے نمازی کا: اب محققین حضرات کو ہم مشورہ دیتے ہیں کہ امام نسائی کی تقلید اچھی رہے گی کیونکہ ایک تو امام نسائیؒ کا رتبہ بھی ابوداؤدؒ سے بڑا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ امام نسائیؒ کا باب حدیث کے ساتھ مطابقت بھی رکھتا ہے اور تمہارے غیر مقلدین جاہل عوام بھی ذرا مطمئن ہو جائیں گے۔

اذان کے جفت کلمات

(نماز نبوی قدیم صفحہ 105 جدید صفحہ 136)

(1) اس عنوان کے تحت اذان کے کلمات ذکر کئے ہیں۔ یہ کلمات کل پندرہ ہیں شاید ان کی تحقیق کے مطابق (15) کلمات جفت ہی ہونگے۔

(2) اسی عنوان کے تحت کلمات اذان کیلئے ابوداؤد کی حدیث دی ہے۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہیں جو عن سے روایت کر رہے ہیں اور خود محقق کذاب نے ان کو (جزء رفع یدین صفحہ 49، جزء قرأت صفحہ 112، تسہیل الوصول صفحہ 377) پر مدلس کہا ہے لہذا یہ حدیث آپ کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔

فجر کی اذان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 106 جدید صفحہ 136)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "سیدنا ابومحذورہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اذان کی تعلیم دی اور فرمایا فجر کی اذان میں ﴿حیّ علی الصلوۃ﴾ کے بعد دوبارہ یہ کلمات زیادہ کہیں ﴿الصلوۃ خیر المن النوم، الصلوۃ خیر المن النوم﴾

(بحوالہ ابوداؤد، ابن خزیمہ، نسائیؒ)۔

تبصرہ:۔

محققین حضرات نے یہاں جن احادیث کو نقل کیا ہے تمام احادیث کو ان محققین نے خود صحیح تسلیم کیا ہے لیکن افسوس صد افسوس ان محققین پر جو احادیث سے اپنے مقصد کی باتوں کو تو لے لیتے ہیں لیکن باقی حدیث پر یہود کی طرح انگلی رکھ دیتے ہیں۔ان تمام احادیث میں صراحت کے ساتھ ہے کہا آپ ؐ نے مجھے اقامت بھی دو دو مرتبہ سکھائی اور اقامت کے الفاظ بھی موجود ہیں حدیث کے اندر موجود اقامت کو نہ لینا اور ﴿الصلوۃ خیر من النوم ، الصلوۃ خیر من النوم﴾ کو لے لینا اس کو ہم یہود کی عادت سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔

(2) اسی عنوان کے تحت دو حدیثیں دی ہیں ان دونوں احادیث میں بارش کے دوران اذان میں یا اذان کے بعد کے الفاظ یہ ہیں ﴿الصلوۃ فی الرحال ،الصلوۃ فی الرحالکم و صلو فی بیوتکم﴾۔

تبصرہ الف:۔

یہ احادیث ان محققین کے ہاں تو صحیح ہیں اور ان کا اصول ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض ہے(موطا امام مالکؒ صفحہ 26)ہمارا عملی مشاہدہ ہے کہ غیر مقلدین کی مساجد میں اس پر عمل نہیں ہوتا، تارک فرض فاسق ہوتا ہے اور فاسق کی بات قابل قبول نہیں ہوتی تو پتا چلا کہ پوری کتاب ہی نا قابل اعتماد اور نا قابل قبول ہے۔

تبصرہ ب:۔

اس پر ایک اور محقق بے بدل نے حاشیہ لگایا ہے" جبکہ اذان کے درمیان ﴿حیّ علی الصلوۃ﴾ کی جگہ یا اس کے بعد مذکورہ کلمات یا اس کے ہم معنی ماثوہ کلمات کہنا بھی ثابت ہے۔

(بحوالہ فتاوی الدین الخالص تحفت الاحوذ) محققین حضرات کی وجہ ایک بات کی طرف دلانا چاہتے ہیں۔(نماز نبوی قدیم صفحہ 68 جدید صفحہ 88) پر وضو کی ابتدا میں صرف بسم اللہ کے الفاظ دیئے اور اس پر حاشیہ نگار نے فرمایا کہ یہ سنت سے شدید محبت کی علامت ہے جتنا مرشد اعظم ﷺ نے بتایا اتنا ہی پڑھا جائے۔اب توجہ طلب بات یہ ہے کہ وہاں تو سنت سے اتنی محبت اور یہاں فتاوی الدین الخالص تحفت الاحوذی والے کی اندھی تقلید میں ثابت شدہ کلمات کی بجائے ہم معنی کلمات بھی جائز۔یہ کیا دو رنگی ہے۔حدیث کے مذکورہ الفاظ کے مقابلے میں دوسرے ہم معنی الفاظ کہنا کیا یہ بدعت اور گمراہی نہیں یا یہاں بھی گیدڑ حلال ہو گیا ہے۔

اقامت کے طاق کلمات

(نماز نبوی قدیم صفحہ 107 جدید صفحہ 138)

اس عنوان کے تحت ابوداؤد، بخاری اور مسلم کی احادیث لا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اقامت طاق (اکہری) ہے۔

تبصرہ الف:۔

ابوداؤد کی حدیث نمبر 501 ،نسائی حدیث نمبر 634،ابن خزیمہ حدیث نمبر 375 (ان تمام احادیث کو محققین خود نماز نبوی قدیم صفحہ 106 جدید صفحہ 136 پر صحیح تسلیم کر چکے ہیں) میں اقامت کے الفاظ دو دو مرتبہ ہیں۔اور ابو محذورہؓ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اقامت دو دو مرتبہ سکھائی گئی تو اب ان احادیث پر عمل کرنا آپ پر فرض ہے ورنہ تارک فرض ہونے کی وجہ سے آپ لوگ فاسق ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اس سے پہلے اذان کے 15 کلمات کو آپ نے جفت کہا، اب یہاں 11 کلمات کو طاق،

کیا جفت اور طاق میں کوئی فرق نہیں ہے یا احناف کے ساتھ ضد کی وجہ سے کوئی مسئلہ آ رہا ہے۔

دوہری اذان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 108 جدید صفحہ 139)

اس عنوان کے تحت ابو محذورہؓ کی ترجیع والی اذان کے الفاظ (بحوالہ مسلم، وابوداود) لائے، اس کے بعد حدیث لائے ہیں ''سیدنا ابو محذورہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اذان کے انیس اور اقامت کے سترہ کلمات سکھائے''۔ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے محقق عبدالصمد رفیقی حاشیہ میں لکھتے ہیں ''حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے سیدنا ابو محذورہؓ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت سکھائی مگر افسوس کہ بعض لوگ محض اپنے فقہی مسلک کی پیروی میں انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی حدیث میں بیان شدہ دوہری اقامت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر دوہری اذان پر کبھی عمل نہیں کرتے۔۔۔''

تبصرہ الف:۔ (ترکی بترکی)

محققین حضرات انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے محض اپنے مسلک کو ثابت کرنے کیلئے جھوٹ اور خیانت کی انتہا پر پہنچ گئے کیونکہ اذان کے جو الفاظ بحوالہ مسلم لائے ہیں ان میں اللہ اکبر دو دفعہ ہے اور محققین نے چار دفعہ نقل کئے ہیں۔ تسلی کیلئے خود مسلم شریف کو اس حوالہ کے مطابق بار بار دیکھیں۔

تبصرہ ب:۔

محقق صاحب دوسروں کو تو کوستے ہیں مگر اپنے گریبان میں جھانکنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے ﴿تامرون بالمعروف و تنسون انفسکم﴾ کیونکہ صبح کی اذان میں جن احادیث سے صبح کی اذان میں ﴿الصلوٰۃ خیر من النوم﴾ کے الفاظ لائے ہیں انہی احادیث میں

اقامت دو بار یعنی سترہ کلمے کہنے کی تلقین ہے۔ مگر افسوس صد افسوس ان محققین پر جو محض لامذہبی مسلک کی پیروی میں ایک ہی حدیث میں بیان شدہ ﴿الصلوٰۃ خیر من النوم﴾ پر تو ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر دوہری اقامت پر کبھی عمل نہیں کرتے اور پھر بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ ان کے نزدیک تو ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض بھی سمجھتے ہیں تو یہاں تارک فرض بن کر فاسق بھی ٹھہرے۔ فجر کی اذان کیلئے استدلال کرلیا تو کم از کم فجر کی اقامت میں بھی تو اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تبصرہ ج:۔

محقق صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں طرح سنت سے ثابت ہے کہ دوہرا ہو یا اکہرا۔ اب بعض لوگ تو فقہی مسلک کی پیروی کی برکت سے سنت پر ہی عمل کرتے ہیں: دونوں برابر سنت ہیں، لیکن افسوس صد افسوس ان پر جو تارک فرض ہیں کیونکہ صحیح حدیث پر عمل کرنا ان کیلئے فرض ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جو شخص فقہی مسلک کی پیروی نہیں کرتا وہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بن کر خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور عوام کو بھی گمراہ کرتا ہے اور تارک فرض بن کر فاسق بھی ہوتا ہے لہذا فسق سے بچنے کیلئے بہتر یہی ہے کہ اپنی تحقیق کو چھوڑ کر کسی امام مجتہد کے فقہی مسلک کی پیروی اختیار کی جائے۔

تبصرہ د:۔

آپ کو یہ تسلیم ہے کہ موازنہ کرنے کا کام علما کا ہے جہلا کا نہیں تو پھر آپ کے عوام اپنے آپ کو تقلید سے کیوں مبرا جانتے ہیں حالانکہ وہ آپ کے مقلد ہیں۔ اور آپ لوگ اپنی جاہل عوام کو تصویر کا صرف ایک رخ دکھا کر اپنے ہی فتویٰ کی رو سے فاسق بناتے ہیں۔

☆☆☆

اذان اور موذن کے فضائل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 109 جدید صفحہ 140)

اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حدیث لائے ہیں ''نبی کریم ﷺ نے فرمایا موذن کیلئے ثواب ہے اس شخص کے ثواب کے برابر جس نے (اذان سن کر) نماز پڑھی'' بحوالہ نسائی۔ علی زئی کذاب فرماتے ہیں کہ منذری نے اس حدیث کو جید کہا''۔

تبصرہ:۔

حدیث مذکورہ نہ تو دیئے ہوئے حوالہ کے مطابق ملی اور نہ ہی کتاب الاذان میں ملی۔ یہ حدیث نماز نبوی جدید سے منذری کی تصحیح کو رد کرتے ہوئے خاموشی کے ساتھ حذف کر دی گئی۔ اب ابن حجرؒ، نوویؒ، ابن الصلاحؒ، امام حاکمؒ، ابن حبانؒ وابن خزیمہؒ کے ساتھ منذری بھی اس صف میں آ گئے جن کی تصحیح مشکوک ہے، لہذا پوری کتاب ہی مشکوک ٹھہری۔ جن کو صحابہؓ کے اقوال و افعال پر اعتماد نہ ہو ان کیلئے علما کے اقوال کو رد کرنا کیا مشکل ہے۔

اذان کا جواب دینا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 109 جدید صفحہ 141)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب موذن کہے ﴿اللہ اکبر اللہ اکبر﴾ پس تم بھی کہو ﴿اللہ اکبر اللہ اکبر ---﴾

تبصرہ:۔

حدیث کے ترجمہ میں خیانت کی ہے کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ﴿فقال احدکم﴾ جس

کا مطلب ہے تم میں سے کوئی ایک کہے جب کہ محققین نے ترجمہ کیا ہے ''پس تم بھی کہو'' اگر یہ ترجمہ ٹھیک ہے تو اس کے الفاظ یوں ہونے چاہیں فقولوا ایضاً۔ حدیث کے ساتھ تحریف معنوی ایسی جیسے محققین کو روا ہے۔

دعائے اذان میں خود ساختہ کلمات کے اضافے کی حقیقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 111 جدید صفحہ 144)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے رات کو باوضو ہو کر سونے سے پہلے پڑھنے کیلئے ایک دعا بتائی۔ سیدنا براء بن عازبؓ نے پڑھ کر سنائی تو ﴿بنبیک﴾ کی جگہ ﴿برسولک﴾ نبی کی جگہ رسول کہا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا میرے بتائے ہوئے لفظ نبی کو رسول سے مت بدلو ﴿بنبیک﴾ ہی کہو''۔

تبصرہ:۔

محققین حضرات سے ایک سوال ہے کی اس حدیث سے آپ محققین سمیت غیر مقلدین جاہل عوام مستثنیٰ ہیں یا نہیں کیونکہ (نماز نبوی جدید صفحہ 138) پر آپ حضرات فرما چکے ہیں ''جبکہ اذان کے درمیان ﴿حی الصلوۃ﴾ کی جگہ مذکورہ کلمات یا اس کے ہم معنی ماثورہ کلمات کہنا بھی ثابت ہے''۔ جناب حدیث میں ماثورہ کلمات کا ذکر نہیں ہے اگر کہیں گے تو کیا حدیث بالا کے زمرے میں نہیں آئیں گے یا یہاں پر یہ گیدڑ آپ اور آپ کی عوام کیلئے حلال ہوگا۔

(2) اس حدیث کے تحت حاشیہ میں آخری زمانے کے محقق عبدالصمد رفیقی لکھتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ مسنون دعائیں اور ورد توقیفی (اللہ کی طرف سے) ہیں اور ان کی حیثیت عبادت کی ہے لہذا ان میں کمی بیشی جائز نہیں----''

تبصرہ:۔

محقق کے حاشیہ نگاری سے یہ ظاہر ہوا کہ ہر وہ چیز جس سے عبادت کی حیثیت معلوم ہو اس میں کسی قسم کی بیشی جائز نہیں ہے۔ اب توجہ طلب مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بھی دعا جو انسان اپنے لئے مانگتا ہے اپنے الفاظ میں کسی بھی ضرورت کیلئے حدیث ﴿الدعا مخ العبادۃ﴾ کے مطابق بھی عبادت ہے لہذا اس اصول کے مطابق غیر مقلدین محققین سمیت غیر مقلدین عوام کیلئے جائز نہیں کہ وہ قرآن وحدیث میں منقولہ دعاؤں کے علاوہ اور کسی قسم کی دعائیں مانگیں کیونکہ دعا بھی عبادت ہے اور عبادت میں اپنی طرف سے کسی قسم کی کمی بیشی جائز نہیں۔ تمام غیر مقلدین عوام ہوشیار باش۔

اذان واقامت کے دیگر مسائل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 113 جدید صفحہ 145)

(1) اس عنوان کے تحت محقق صاحب فرماتے ہیں "ہر نماز کے وقت اذان دینی لازمی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے" (بحوالہ صحیح بخاری)

تبصرہ الف:۔

محقق صاحب فرماتے ہیں کہ اذان ہر نماز کیلئے لازمی ہے۔ لازم کا مطلب فرض ہوتا ہے تعجب ہے ان محققین پر جو سنن موکدہ سے اس لئے جان چھڑاتے ہیں کہ کوئی ان کو فرض نہ سمجھے (نماز نبوی قدیم صفحہ۔۔۔ جدید صفحہ۔۔۔) اب ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ کے معمول کو ضروری نہ سمجھنا اور دوسری طرف اذان دینے کو فرض کرنا اس کی وجہ محققین ہی بتا سکتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

مذکورہ بالا حدیث کے آخر میں الفاظ ہیں۔ ﴿ولیوء مکم اکبر کم﴾ یعنی جو تم میں (عمر کے لحاظ سے) بڑا ہو وہ امامت کرے۔ محققین حضرات نے اپنی عادت اور فطرت کے مطابق حدیث کے اس حصہ پر انگلی رکھ لی کیونکہ یہ بات ان کے مسلک (بڑا قاری امامت کرے) کے خلاف تھی۔ افسوس صد افسوس ایسے محققین پر جو ایک ہی حدیث میں موجود ایک بات پر عمل کو لازم اور دوسرے پر انگلی رکھنے کو لازم قرار دیتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے ذرہ برابر بھی نہیں شرماتے۔

(2) اسی عنوان کے تحت حضرت بلال ؓ کا اثر لائے ہیں "سیدنا بلال ؓ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے"۔ (بحوالہ بخاری، وترمذی)

(الف) بخاری میں حضرت بلال ؓ کے اثر کے ساتھ حضرت ابن عمر ؓ کا اثر بھی ہے کہ وہ کانوں میں انگلیاں نہیں ڈالتے تھے تو کیا ابن عمر ؓ کے اثر کو اپناتے ہوئے شرم آتی ہے یا اپنے عوام سے ڈر لگتا ہے؟

(ب) ترمذی میں یہ حدیث سفیان ؒ کی روایت ہے اور معنعن ہے اور سفیان ؒ کو متعدد مقامات پر حافظ زبیر علی زئی کذاب مدلس کہہ چکے ہیں کاش کہ دوسروں پر برسنے والے خود اپنے گریبان میں جھانکتے۔ مزید براں امام ترمذی ؒ کو یہ محقق متساہل بھی مانتے ہیں اور پھر بھی ان کی تصحیح (جو انکے مسلک کے مطابق ہو) کو مانتے ہیں۔ بہر حال یہ حدیث محققین کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ہے لیکن جھوٹوں کا حافظہ اللہ تعالی نے سلب کر رکھا ہے۔ احناف کی متدل حدیث کی سند میں اگر سفیان عن کے ساتھ آجائے تو یہ محقق آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں تسلی کیلئے اسی کتاب (نماز نبوی) کا عنوان "رفع یدین نہ کرنے والوں کے دلائل کا تجزیہ"، جزء قرأت ورفع یدین ملاحظہ کریں۔ یہی سفیان جب ان کی متدل حدیث میں عن کے ساتھ آجائیں تو پھر ان کیلئے سب

کچھ جائز ہو جاتا ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث لائے ہیں "سیدنا عثمان بن ابو العاصؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں ان کی قوم کا امام مقرر کیا اور فرمایا۔ ترجمہ:۔ موذن وہ مقرر کرو جو اپنی اذان پر مزدوری نہ لے۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کو محقق کذاب نے امام ترمذی اور حاکم کے حوالے سے صحیح کہا ہے جبکہ امام ترمذی اور حاکم دونوں کو آپ متساہل کہتے ہیں اور ان کی تصحیح سے اپنی کتاب کو سجاتے بھی ہیں۔ ترمذی کی روایت کی سند میں ایک راوی اشعث بن سوار ہیں جنکو آپ نے (جزء قرأت صفحہ 106) پر اپنے مسلک کے خلاف روایت کرنے کے جرم میں ضعیف قرار دیا تھا۔ اب یہاں اسی راوی کو اپنے مسلک کے حمایت میں روایت کرنے کی وجہ سے صحیح قرار دے دیا۔ یعنی راوی اور روایت کوئی معنی نہیں رکھتی افضل اور متقدم آپ کا مسلک ہے اور آپ کو اس کے اثبات سے غرض ہے چاہے صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کہنا پڑے۔ اسی لئے تو ہم آپ کو کذاب زماں کہتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اگر آپ کی اس بے مثال تحقیق کو قبول کیا جائے تو بقول آپ کے ہر صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔ اور عمل کی صورت یہ ہوگی کہ اذان پر اجرت لینا حرام ہو جائیگا۔ جبکہ پوری امت آپکی اس شاندار تحقیق کے خلاف ہے جن میں آپ کے امام صفی الرحمٰن مبارک پوری بھی شامل ہیں جو شرح (بلوغ المرام 144/1 تحت حدیث نمبر 154) میں فرماتے ہیں جس کا حاصل کلام ہے" موذن کا اذان کی اجرت لینا جائز ہے یا ناجائز اس میں اختلاف ہے۔ اس حدیث سے معاوضہ کی حرمت ثابت نہیں ہوتی البتہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر معاوضہ اذان دینا مندوب و مستحب ہے

(4) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے "سیدنا عبداللہ بن زیدؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا بلال کو اذان سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے بلند آواز والا ہے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحٰق ہیں جو عن سے روایت کر رہے ہیں اور ان کو محقق کذاب کئی مقامات پر خود مدلس کہہ چکے ہیں (تفصیل گزر چکی) لہذا یہ روایت ان کے اپنے اصولوں کے مطابق ضعیف ٹھہری۔ غیر مقلدین عوام کی بڑی خوش تھی کہ بالآخر ہماری ایک صحیح نماز کی کتاب منظر عام پر آگئی لیکن ان کو کیا پتہ کہ یہ کتاب تو ان کے اپنے محققین کے اصولوں کے مطابق ضعیف احادیث کا مجموعہ ہے۔

(5) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے "ایک صحابیہؓ فرماتی ہیں کہ مسجد کے قریب تمام گھروں سے میرا مکان اونچا تھا اور سیدنا بلالؓ اس (مکان) پر (چڑھ کر) فجر کی اذان دیتے تھے"۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحاق عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور خود محقق کذاب (جز رفع یدین صفحہ 49 اور تسہیل الوصول صفحہ 357، صفحہ 370) پر ان کو مدلس کہتے ہیں لہذا حدیث بالا ان کے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری یہاں کذاب صاحب یہ تو فرماتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے سماع کی تصریح کی ہے۔ لیکن حضرت محقق صاحب نے سماع کیلئے سند صحیحہ کے ساتھ حوالہ نہیں دیا اس لئے یہ قول ان کے اپنے اصول کے مطابق مردود ہے۔ (نور العینین صفحہ 62)

تبصرہ ب:۔

اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت بلالؓ دعا بھی مانگا کرتے تھے اور وہ حدیث میں مذکورہ دعا کبھی نہ چھوڑتے ۔ اب سوال یہ ہے کہ صحیح حدیث پر بلا تغیر عمل کرنا فرض ہے یا نہیں اگر فرض ہے تو تم نے یہ فرض کیوں اپنے عوام سے چھپایا۔﴿و تکتموا لحق وانتم تعلمون ﴾اور اگر فرض نہیں ہے تو پھر تم نے اصول کیوں بنایا کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس حدیث پر غیر مقلدین لامذھبیہ کا عمل نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ تو مسجد کے اندر اور محراب کے ساتھ کھڑے ہو کر اسپیکر پر اذان دیتے ہیں۔

(5) اسی عنوان کے تحت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو فرمایا جیسے مؤذن کہتا ہے تم بھی ویسے ہی جواب دے۔۔۔''

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی حیی بن عبداللہ ہیں ان کو معتبر محدثین امام بخاریؒ، امام احمدؒ، امام نسائیؒ نے ضعیف کہا ہے (تہذیب الکمال) ان کو وہم ہوتا تھا (تقریب التہذیب) اگر امام شعبہؒ جیسے راوی کی روایت وہم کی وجہ سے (تسہیل الوصول صفحہ 156، 163) پر ضعیف ہو سکتی ہے تو حیی بن عبداللہ کی روایت جن پر محدثین کی جرح بھی موجود ہے کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

(6) اسی عنوان کے تحت محقق زیدی تمام محققین کی رضامندی سے فرماتے ہیں ''صبح صادق سے کچھ دیر پہلے والی اذان جائز ہے''۔ چنانچہ حدیث دی ہے ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تمہیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکو کیونکہ وہ رات کو اذان دیتا ہے تا کہ تہجد پڑھنے والوں کو واپس کر دیا ور سونے والوں کو بیدار کردے''۔ (بحوالہ بخاری)

تبصرہ:۔

حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات مذکور ہے کہ بلال کی اذان تم کو سحری کھانے سے نہ روکے جس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ رمضان کی بات ہے جیسا کہ آگے صفحہ 148 پر یہ محققین خود بات کی وضاحت کرتے ہیں۔اب محققین حضرات اس حدیث کو عام کر رہے ہیں یعنی حدیث میں صرف رمضان کی بات تھی اور یہ محققین پورے سال میں جواز کا فتوی دیتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ کس دلیل کے تحت اسکو عام کر دیا، جبکہ (نماز نبوی صفحہ 127) پر آپ محققین حضرات سفر میں آپ کی تاخیر سے ظہر کی نماز کو سفر کے ساتھ خاص کر چکے تھے۔ایک حدیث کی تخصیص سے جس کی عمومیت واضح تھی اور ایک حدیث کی تعیم جس میں تخصیص نمایاں تھی، کس بناء پر کی۔صرف اس لئے نا کہ احناف کے ساتھ ضد کرنی ہے چاہے اس کیلئے کچھ بھی کرنا پڑے۔

(6) التباس الحق بالباطل۔

اسی عنوان کے تحت عبداللہ بن مسعودؓ کی بخاری والی حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں ''اس پہلی اذان کی حکمت یہ ہے کہ سیدنا بلالؓ کی اذان اس لئے ہوتی ہے تا کہ نماز تہجد ادا کرنے والا (آرام کیلئے یا سحری کھانے کیلئے) واپس ہو جائے اور جو سویا ہوا ہو وہ (نماز فجر کیلئے یا سحری کھانے کیلئے) بیدار ہو جائے۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! پہلے حدیث کا صحیح ترجمہ دیکھیں پھر محققین کی تحریف معنوی سمجھ جاؤ گے۔

(ترجمہ):۔''ابن مسعودؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ بلال کی اذان (طلوع صبح صادق سے پہلے) تمہیں سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ رات میں اذان دیتے ہیں یا (یہ کہا کہ) صدا دیتے ہیں تا کہ لوگ جاگ جائیں (اور اگر کچھ کھانا پینا ہے تو کھا پی لیں) اور جو

سوئے ہوئے ہیں وہ متنبہ ہو جائیں (اور سحری کی ضرورت سے اٹھ کر فراغت حاصل کرلیں) کوئی یہ نہ سمجھے کہ فجر طلوع ہوگئی۔۔۔۔۔۔‘‘ قارئین کرام! دونوں ترجمہ پر غور کریں اور بخاری کی یہ حدیث کھول کر سامنے رکھیں تو پتا چلے گا کہ اپنے مقصد کی خاطر حدیث کو کہاں سے کہاں کھینچ رہے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں جو سحری کی بات ہو رہی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بات ماہ رمضان کی ہو رہی ہے۔ اور پہلے اذان کی حکمت بھی یہی ہے کہ جاگے ہوئے ہوں وہ سوئے ہوؤں کو جگائیں۔ قارئین کرام! یہاں بات سحری کی ہو رہی ہے جو صاف ظاہر ہے لیکن ان محققین نے ترجمہ کیا ہے کہ نماز تہجد ادا کرنے والا واپس ہو جائے اور جو سویا ہوا ہو وہ بیدار ہو جائے۔ چونکہ محققین کا مقصد حدیث کو اپنے مقصد کی طرف موڑنا ہے اس لئے ایسا ترجمہ کیا تا کہ ان کا مقصد نکل آئے اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اذان تہجد کیلئے تھی نہ کہ سحری کیلئے اور جس کو عربی کی تھوڑی سی بھی سمجھ ہو وہ سمجھ جائے گا کہ یہاں بات تہجد کی نہیں بلکہ سحری کی ہو رہی ہے۔ کیا اہل حدیث ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احادیث کو کھینچ تان کر اپنے مقصد کی طرف موڑ دیا جائے۔‘‘ انا للہ وانا الیہ راجعون۔‘‘

قبلہ اور سترہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 117 جدید صفحہ 150)

(1) احکام قبلہ، اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے۔۔۔﴿ویوتر علی راحلته﴾۔

ترجمہ:۔ ’’البتہ وتر سواری پر ہی پڑھتے تھے‘‘۔

تبصرہ:۔

• ہم ذرا محققین سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ ترجمہ میں لفظ ’’ہی‘‘ (برائے حصر) حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کیا یہ تحریف معنوی نہیں ہے۔ ترجمہ میں لفظ ’’ہی‘‘ برائے حصر ہے۔ مثال کے

طور پر ہم کہتے ہیں ﴿ایاک نعبد﴾ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، ’’ہی‘‘ برائے حصر ہوا کہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے: حصر میں دو قضیے ہوتے ہیں ایک قضیہ ایجابیہ اور قضیہ سلبیہ جیسا کہ مثال میں واضح ہوا کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ قضیہ ایجابیہ ہوا تیرے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے یہ قضیہ سلبیہ ہوا۔ اب تمہارے ترجمہ کا مطلب ہوگا وتر سواری پر ہی پڑھتے تھے۔ یہ قضیہ ایجابیہ ہوا تو اس کا قضیہ سلبیہ یہ ہوا کہ سواری کے علاوہ نہیں پڑھتے تھے۔ آئمہ کرام کا دامن چھوڑنے والے ایسے ہی محققین ہوتے ہیں جو احادیث مبارکہ کا صحیح ترجمہ بھی نہیں کرسکتے۔

(2) اسی عنوان کے تحت ایک حدیث دی ہے۔’’اسی صورت میں آپ رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرتے تھے البتہ سجدے کی حالت میں رکوع کی نسبت سر کو جھکا لیتے تھے‘‘۔

تبصرہ:۔

یہ حدیث (بحوالہ ترمذی) لائے ہیں اور ترمذی اور ابن خزیمہ کے حوالے سے اسکو محقق کذاب نے صحیح کہا ہے۔ جبکہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ہیں۔ جو عن کے ساتھ روایت کررہے ہیں: اور یہ محقق کذاب خود ان کو مدلس کہتے ہیں، حوالہ گزر چکا ہے پتا نہیں یہ کیسے محققین ہیں جن کو اپنے ہی اصول کا پتا نہیں ہوتا یہ ہے۔ دروغ گو را حافظہ نباشد۔۔۔

(3) اسی عنوان کے تحت فرماتے ہیں، قبلہ کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے ’’مشرق و مغرب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے‘‘۔ یہ حکم اہل مدینہ اور ان لوگوں کیلئے ہے جن کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان، یعنی شمال والی سمت میں ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے لوگ یا تمام وہ لوگ جن کا قبلہ مغرب یا مشرق کی طرف ہو تو ان کیلئے شمال و جنوب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے‘‘۔

تبصرہ الف:۔

نماز نبوی قدیم میں حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں "شمال اور جنوب کے درمیان (مغرب کی طرف) تمام سمت قبلہ ہے" اور جدید کا ترجمہ ہے "مشرق اور مغرب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے"۔ قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس میں جدید کا ترجمہ صحیح ہے یا قدیم کا جب اتنے بڑے اعلی پائے کے محققین سمیت ذھبی دوران علی زئی کذاب صرف ایک حدیث اک ترجمہ متعین نہ کر سکیں، جب ایسے محققین کا علمی معیار یہ ہوگا اور غیر مقلدین عوام ان کی مقلد ہوگی تو پھر آپؐ کی یہ پیشگوئی یہاں صادق آتی ہے کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے۔

تبصرہ ب:۔

یہاں محققین کی طرف سے صحیح اور غلط ترجمہ کی نشاندہی نہ ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کے ہاں چاروں سمت مکمل طور پر قبلہ ہے۔

سمجھے تھے نہ سمجھیں گے کبھی دین وہ دانش
اصحاب نبیؐ کے جو وفادار نہیں۔۔۔۔

تبصرہ ج:۔

کئی محققین مل کر بھی مابین المشرق والمغرب کا صحیح مطلب نہ سمجھ سکے اور کہا کہ مشرق و مغرب والی تمام سمت قبلہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون. قارئین کرام! محققین کی تحقیق کو غور سے دیکھیں اور پھر داد دیں ان کو، کیا عمدہ تحقیق ہے غیر مقلدین کے آئمہ کا ماشاء اللہ سبحان اللہ...... محققین کا مطلب ہے کل نصف دائرہ قبلہ ہے کیا کوئی پاگل بھی نصف دائرہ کو قبلہ کہہ سکتا ہے اتنی موٹی بات کو بھی یہ محققین نہ سمجھ سکیں کیا کہنا ان کی تحقیق کا! جبکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں سمتوں یعنی مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ دیکھیں اپنے امام مبارک پوری کی بات کو بھی سمجھ نہ سکیں۔ "لہذا ان کا قبلہ ان دونوں سمتوں کے درمیان ہوا" (بلوغ المرام

1/152 تحت حدیث 165) جو محققین تمام سمت یعنی نصف دائرہ کو قبلہ کہتے ہوں وہ کتنے قابل اعتماد ہوں گے۔ یہ تو غیر مقلدین جاہل اور جامد تقلید کرنے والوں کو سوچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان محققین کی تحقیق سے محفوظ رکھے۔ (امین) رب کریم تو فرماتا ہے ترجمہ جونا گڑھی "جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف پھیرا کریں" (سورة البقرہ پارہ 3 آیت نمبر 144)۔

قارئین کرام! ہم کو تو لگتا ہے کہ احادیث میں اس قسم کے تحریفات کر کے مسلمانوں کو قرآن سے مکمل طور پر پھیرنے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ وگرنہ تو قرآن کریم کی اس صریح نص کے مقابلے میں اپنی تحقیق پیش کرنا اور پورا نصف دائرہ کو قبلہ قرار دینا اور وہ بھی تمام محققین کا مل کر کیا معنی رکھتا ہے۔ کھلے راز بھی دیکھنا یہاں! قارئین کرام! خطیب بغدادیؒ اپنی کتاب (الکفایۃ للخطیب صفحہ 430) پر حدیث نقل کرتے ہیں۔ ﴿عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی سیاء تیکم منی احادیث ---﴾ ترجمہ:۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس مجھ سے مختلف (اختلافی) احادیث آئیں گی پس جو احادیث کتاب اللہ اور میری سنت کے موافق تمہارے پاس پہنچیں تو وہی میری طرف سے (یعنی میری احادیث ہیں) اور جو تمہارے پاس کتاب اللہ اور میری سنت کے خلاف (احادیث) پہنچیں تو وہ میری طرف سے نہیں ہوں گی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سارا جھگڑا اختلافی احادیث کی وجہ سے ہے۔ اختلافی احادیث میں جو لوگ ان حدیثوں پر عمل کرتے ہیں جو کتاب اللہ کے موافق ہوئے اور سنت یعنی عملی متواتر کے موافق ہوئے وہ لوگ اہل سنت کہلاتے ہیں۔ محققین حضرات کا کیا ہوا ترجمہ قرآن و حدیث رسول اللہ کے خلاف ہیں۔ حدیث بالا ان ہی محققین کے اوپر صادق آتی ہیں اللھم احفظنا عن ھذا لعمل۔

تبصرہ د:۔

محققین حضرات قبلہ کی تعین میں اتنے تذبذب کا شکار ہیں کہ کئی محققین مل کر بھی غیر مقلدین اور جاہل عوام کو قبلہ غلط بتا رہے ہیں جو قرآن چھوڑیں تو ایسے ہی ٹھوکریں کھائیں گے۔ اتنے آسان الفاظ میں قرآن نے سمجھایا کہ جہاں کہیں بھی تم نماز پڑھو تو مسجد حرام کی طرف منہ کرو آپ نے اس حدیث میں مدینہ والوں کی سمت قبلہ بتا رہے ہیں کہ تمہارا قبلہ مشرق اور مغرب کے درمیان آرہا ہے۔ اب ان محققین کو کون سمجھائے کہ زمین کا نصف دائرہ قبلہ نہیں ہو سکتا۔ اور محقق بر صغیر پاک و ہند والوں کو سمجھاتے ہیں کہ تمہارا قبلہ شمال سے جنوب تک ہے حضرت محقق صاحب یہاں آپ جیسے محققین کو سمجھانے کی ضرورت نہیں ہمارے پاس قرآن ہے، جس میں ہمیں سمجھایا ہے اور حاشیہ نگار محقق بھی اسی پر مہر ثبت کرتے ہیں۔ ﴿ختم اللہ علی قلوبھم و علی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ﴾۔ بلکہ اس محقق سے بھی دو قدم آگے بڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے دائیں بائیں ساری جہت قبلہ ہے۔ سبحان اللہ یہ حضرت تو نصف دائرہ سے بھی بڑھنے کے چکر میں ہیں۔ اگر قرآن کی بتائی ہوئی مختصر مگر جامع بات کو لے لیتے تو اتنا نہ بھٹکتے۔ ﴿فاما یاء تیکم منی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون﴾۔

سترے کا بیان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 118 جدید صفحہ 151)

اس عنوان کے تحت محقق صاحب فرماتے ہیں "معلوم ہوا کہ کم از کم ایک ہاتھ لمبی لکڑی یا کوئی اور چیز سترہ بن سکتی ہے اور دلیل کے طور پر عطا بن رباحؒ کا قول نقل کیا ہے کہ پالان کے پچھلے حصے کی لکڑی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زیادہ لمبی ہوتی ہے"۔

تبصرہ الف:۔

اس قول کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں اور ع سے روایت کر رہے ہیں جن کو یہ محقق

كذاب زمانہ (۔۔۔۔) پر مدلس کہتے ہیں اور دوسرے راوی عبد الرزاق بھی عن سے روایت کر رہے ہیں جن کو یہ محقق (جزء قرأت صفحہ نمبر 164) پر مدلس کہتے ہیں۔ اور محققین کیلئے شرمناک خبر یہ ہے کہ جزء قرأت کے اسی صفحہ پر ابوداؤد کی یہی سند ہے یعنی عبد الرزاق عن ابن جریج عن عطاء: اور اس سند کو محقق کذاب نے ضعیف کہا اور یہی سند نماز نبوی میں صحیح: یہ قوم شعیبؑ کے پیمانے ہوئے۔

تبصرہ ب:۔

داڑھی کے ایک مشت کے تعین کو ابن عمرؓ کا قول کہہ کر رد کرنے والے کس منہ سے قول تابعی سے استدلال کر رہے ہیں مگر شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ حاشیہ پر ایک اور محقق فرماتے ہیں کہ تقریباً سوا، ایک فٹ لکڑی سترہ بن سکتی ہے: جن کے ہاں صحابی کا قول مردود ہوتا ہے ان کے ہاں مفتی عبد الولی کی بات دلیل ہوتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ...

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 119 جدید صفحہ 153)

(1) اس عنوان کے تحت کئی احادیث لائے ہیں پہلی حدیث کو چھوڑ کر باقی احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ نمازی نے جب اپنے سامنے سترہ لگایا ہو اور پھر بھی نمازی اور سترے کے درمیان سے کوئی گزرے تو اس کو روکو وہ نہ رکے تو اس کے ساتھ لڑائی کرو۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ عمل یعنی اس گزرنے والے کے ساتھ لڑنے کا شرعی حکم کیا ہے واجب ہے، فرض ہے، سنت ہے یا مستحب ہے۔ کیونکہ آپ پہلے بعض جگہ پر یہ حکم شرعی متعین کر چکے ہیں۔ مثلاً غسل کے احکام میں اور ابتدائیہ میں تو آپ نے حکم شرعی کے بارے

میں اپنے امام ناصر الدین البانی کا قول بھی نقل کیا ہے یہاں بھی تعین کریں تا کہ غیر مقلدین عوام کو معلوم تو ہو۔

تبصرہ ب:۔

حافظ علی زئی کذاب تو فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض ہوتا ہے (موطا امام مالک صفحہ 46) لیکن یہاں اس مقام پر غیر مقلدین کے ایک اور امام مبارک پوری اس کو جمہور آئمہ کی تقلید کرتے ہوئے مستحب کہتے ہیں (بلوغ المرام صفحہ 156) اب یہ فیصلہ غیر مقلدین یعنی جامد تقلید کرنے والی عوام کو کرنا ہے کہ کس کی تقلید کرنی ہے مبارک پوری کی یا ان محققین کی؟

(2) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "دو بار تو اسے ہاتھ سے روکو اگر وہ نہ رکے تو اس سے ہاتھا پائی سے بھی گریز نہ کیا جائے (کیونکہ) وہ شیطان ہے"۔ (ابن خزیمہ)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو صالح باذام ہے اور اس کو خود محقق کذاب (نور العینین صفحہ 245) پر ضعیف کہتا ہے اب ہم اس حدیث کو کیسے صحیح تسلیم کریں؟ ان کے پس ورق پر کئے ہوئے دعوی کی حقیقت بھی آپ کے سامنے ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "ایک دفعہ آپؐ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی۔۔۔۔آپؐ نے اپنا بطن مبارک سترہ کے ساتھ لگا دیا۔۔۔۔"

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی جریر بن حازم ہے جو عن سے روایت کر رہے ہیں اور مدلس ہیں دیکھئے طبقات المدلسین ابن حجر۔ لہذا یہ حدیث ان کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔

(4) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر نمازی کے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی جتنا لمبا سترہ نہ ہو اور بالغ عورت، گدھا یا سیاہ کتا آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہ کتا شیطان ہے (بحوالہ مسلم) دوسری حدیث حضرت عائشہؓ کی ہے جس میں ہے کہ میں آپؐ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی اور آپؐ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے۔ ان احادیث پر محققین یوں تبصرہ اور اجتہاد کرتے ہیں "اسی طرح عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر وہ سامنے لیٹی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

تبصرہ الف:۔

یہاں مذکورہ مسئلہ میں محققین نے نہ صرف ظاہریہ کی تقلید کی ہے بلکہ مسئلہ میں ان محققین کی تحقیق سے پتا چلتا ہے کہ انہوں نے خود ظاہریہ (جو ناپید ہو گئے تھے) کے منبر کو سنبھالا ہے کیونکہ یہ مسلک صرف اور صرف ظاہریہ کا ہے پوری امت اس مسئلہ میں دوسری طرف ہے۔ نماز نبوی قدیم میں حاشیہ پر خود محققین چار و نہ چار یہ اقرار کر چکے ہیں۔ "امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ عورت اور گدھے کے بارے میں دل مطمئن نہیں ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ اور جمہور علماء متقدمین اور متاخرینؒ فرماتے ہیں کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کے گزرنے سے اس کی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ ﴿یقطع الصلوۃ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں دل کا خشوع وخضوع قائم نہیں رہتا جس کی وجہ سے نماز میں نقص اور کمی پیدا ہو جاتی ہے۔ نماز نبوی جدید میں یہ تحقیق خاموشی کے ساتھ کیوں حذف کر دی گئی اس لئے کہ اگر غیر مقلدین عوام دیکھ لیتی تو محققین کا اپنے آپ کو سلفی کہنے کا جھوٹ سامنے آ جاتا۔ محققین کا یہ دعوی جھوٹ فراڈ اور محض دھوکے کے سوا کچھ نہیں یہ بھانڈا پھوٹنے کے خوف سے نماز نبوی جدید سے یہ عبارت حذف کر گئے کیونکہ جمہور علماء امت آئمہ متبوعین صحابہؓ کی اکثریت سلف وخلف یہ ان کے سلف نہیں ہیں بلکہ ان کے سلف ظاہریہ ہیں یا ملکہ وکٹوریہ ہے۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے جو مسلک اختیار کیا ہے یہ جمہور صحابہؓ وعلماء امت کے ساتھ دوسری صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔(صحیح مسلم .باب الاعتراض بین یدی المصلی) اور (صحیح بخاری باب من قال لا یقطع الصلوۃ شیء) میں مسروقؒ اور اسودؒ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم نے ہمیں گدھوں اور کتوں کے مشابہ کر دیا حالانکہ اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں نماز پڑھتے دیکھا کہ میں آپؐ اور قبلہ کے درمیان چارپائی پر لیٹی ہوئی تھی اور اگر مجھے کوئی حاجت درپیش ہوتی تو میں ناپسند کرتی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر آپؐ کو تکلیف دوں تو میں آپؐ کے پاؤں سے نکل جاتی تھی۔امام ترمذی ابن عباسؓ کی حدیث لائے ہیں ”کہ میں فضل کے ساتھ گدھی پر سوار تھا، ہم لوگ منی میں پہنچے تو آپؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ پڑھ رہے تھے ہم اترے اور صف میں مل گئے گدھی ان کی (نمازیوں کی) آگے پھرنے لگی اور اس سے نماز نہیں ٹوٹی“۔ اور پھر امام ترمذی خود تبصرہ کر کے فرماتے ہیں یہ حدیث حسن ہے اور صحابہ کرامؓ تابعین اور بعد کے اکثر علماء کا اسی پر عمل ہے یہ حضرات کہتے ہے کہ نماز کسی چیز سے نہیں ٹوٹتی۔ قارئین کرام! اکثر صحابہؓ اور تابعین اور علماء جمہور امت تو اس حدیث کا (جس میں ہے کہ عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹتی ہے) یہ مطلب لیتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز میں دل کا خشوع اور خضوع قطع ہوتا ہے نماز نہیں ٹوٹتی۔ دوسری طرف یہ محققین اکیلے ہیں کس کی بات مانی جائے۔فیصلہ قارئین خود کریں۔

تبصرہ ج:۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ان محققین سمیت غیر مقلدین عوام کے امام مبارک پوری بھی ان کے

خلاف ہیں۔مبارک پوری فرماتے ہیں ”پس اتنی گفتگو اور بحث سے یہ واضح ہوا کہ نماز کے ٹوٹنے سے مراد نماز سرے سے باطل ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ نماز کی برکت اور ثواب میں کمی ہو جاتی ہے“۔(۔حوالہ۔۔) جب ان محققین کے آئمہ بھی ان کے خلاف ہیں تو یہ پتا چلا کہ یہ محققین اہل حدیث نام کے سائے میں مخالفت احادیث پر تلے ہوئے ہیں۔

عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 122 جدید صفحہ 157)

(1) اس عنوان کے تحت بخاری اور مسلم کی ایک حدیث کا ترجمہ کیا ہے ”جب تمہاری عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے ہرگز منع نہ کرو“۔

تبصرہ:۔

یہاں محققین نے تحریف فی الحدیث کی ہے۔کیونکہ حدیث کے الفاظ ہیں ﴿لا یمنعھا﴾ اور اس کا معنی ہے ”وہ اس کو منع نہ کرے ان محققین نے ترجمہ میں لفظ ”ہرگز“ لفظ اپنی طرف سے ڈالا ہے، جو کہ تحریف معنوی ہے۔﴿من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار﴾

(2) اسی عنوان کے تحت سیدنا ابن عمرؓ کی روایت لائے ہیں کہ ”تم اپنی عورتوں کو (نماز پڑھنے کیلئے) مسجد میں آنے سے منع نہ کرو اگرچہ ان کے گھر ان کیلئے بہتر ہے“۔(ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی حبیب بن ابی ثابت ہے جو عن سے روایت کر رہے ہیں اور اسی (نماز نبوی جدید صفحہ 235) پر محقق علی زئی کذاب زمانہ ان کو مدلس کہتا ہے۔یہ ہے وہ اصلی دوران جس کی تقلید پر آج کے غیر مقلدین کو فخر ہے جیسا کہ کچھ عرصہ پہلے شیخ الکل فی الکل کی تقلید پر فخر تھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(3) نماز نبوی قدیم میں حدیث دی ہے "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورت کا کمرے میں نماز پڑھنا صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔اور اس کا کوٹھڑی میں نماز پڑھنا کھلے مکان میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کو محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب نے حاکم خزیمہؒ اور امام ذھبیؒ کے حوالے سے صحیح کہا ہے اور مزے کی بات یہ ہے (کہ ابن خذیمہ کے حاشیہ پر) اس حدیث کو ان کے امام ناصر الدین نے بھی صحیح کہا ہے۔اور محقق صاحب کے اور شریک کار محقق صلاح الدین نے بھی اس کو صحیح کہا ہے۔(تفسیر احسن البیان سورۃ نور پارہ 18 آیت 37) لیکن (تسہیل الوصول صفحہ 58) پر یہی محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب خود اسی حدیث کو ضعیف کہتا ہے۔ایک ہی حدیث ایک کتاب میں ضعیف اور دوسری میں صحیح کہنے والے کا علمی مقام کیا ہوگا۔ان محققین کے ہاں ابن حجرؒ، ابن الصلاحؒ، امام ابن حبانؒ، امام ذھبیؒ، امام ابن خزیمہؒ، امام نوویؒ اور سب سے بڑھ کر امام ناصرا لدین البانی کی تصحیح کی کیا حیثیت رہی۔جب پوری کتاب میں انہی لوگوں کی تصحیح پر اعتماد کیا گیا ہے تو پوری کتاب کی کیا حیثیت رہی۔یہ حدیث محققین نے نماز نبوی جدید میں خفیہ مشورے سے حذف کر دی جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حدیث محققین کے ہاں ضعیف ہے اور محدثین کی تصحیح غلط ہے۔

(4) اسی عنوان کے تحت ترمذی کے حوالہ سے حدیث دی ہے ﴿اذا اقیمت الصلوۃ ووجد احدکم الخلاء فلیبدا بالخلاء﴾.

تبصرہ:۔

محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے جبکہ ترمذی کی سند میں ابو معاویہ

عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں جن کو یہ محقق خود (جزء قرأت صفحہ 92) پر مدلس کہتا ہے۔یہ روایت اس محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب کے اصول کے تحت ضعیف ہے اور پھر بھی اس کو صحیح کہتا ہے اس ہٹ دھرمی کو ہم کیا نام دے سکتے ہیں۔غالباً محقق صاحب کے سامنے یہود کا وہ مقولہ ہے "جھوٹ اتنا بولو کہ لوگ اس کو سچ سمجھ جائیں"۔ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ غیر مقلدین عوام ان محققین کی جامد تقلید کرتے ہیں اور ثبوت یہی ہے کہ غیر مقلدین عوام یہی سمجھتے ہیں کہ اس کتاب میں ضعیف حدیث نہیں ہے۔اور یہ ان محققین کے تقلید کر کے کہتے ہیں جو پس ورق پر ان محققین نے دعوی کیا ہے۔اگر غیر مقلدین عوام ان کی تقلید نہ کرتے تو پھر اس کتاب کی تمام احادیث کو صحیح نہ کہتے جبکہ خود ان محققین کے اپنے اصول کے تحت ضعیف احادیث کا ایک مجموعہ سامنے آیا ہے۔

(5) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "جو شخص اذان سن کر مسجد میں جماعت کو نہ پہنچے (اور گھر میں نماز پڑھ لے) اس کی نماز قبول نہیں کی جاتی الا یہ کہ کوئی عذر ہو"۔

تبصرہ:۔

ابن ماجہ کی اس روایت میں ھیشم ہیں جو عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں، اور مدلس ہیں دیکھیے طبقات المدلسین ابن حجرؒ۔لہذا یہ روایت بھی محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے محققین کا ایک جم غفیر بشمول ذھبی دوراں کذاب زمانہ نے مل کر کتاب کے پس ورق پر اتنا بڑا دعوی کیا اور ہم نے انہی کے اصولوں کو لے کر ان کے دعوی کی قلعی کھول دی۔ولله الحمد۔

صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کا حکم

(نماز نبوی قدیم صفحہ 124 جدید صفحہ 159)

(1) اس عنوان کے تحت کئی ایک احادیث صحیحہ بمعہ آیت قرآن لائے ہیں ان سب کا مفہوم یہی ہے صفوں کے سیدھا ہونے کا اہتمام ہونا چاہیے۔اس پر محقق زیدی باتفاق دیگر محققین ایک

جگہ تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”یعنی ارکان اور سنن کی تعدیل، اہتمام اور رعایت سے نماز پڑھو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ صفوں کا سیدھا کرنا بھی نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے، اس سے معلوم ہو کہ صفوں کا ٹیڑھا ہونا نقصان کا موجب ہے“۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات نے ابتدائیہ میں نماز کے ارکان، آداب اور سنن وغیرہ کے علم ہونے کو رد کرتے ہوئے کہا تھا” تنبیہ عرض ہے کہ واجبات و آداب وغیرہ کا علم ہونا ضروری نہیں۔۔۔؟ اور یہاں فرماتے ہیں” ارکان اور سنن کی تعدیل، اہتمام اور رعایت سے نماز پڑھو“۔ اب دو باتوں میں سے ایک کا ہونا لازم ہے، یا تو محققین نے وہاں جھوٹ بولا اور دھوکہ دیا تھا اور یا تو یہاں جھوٹ بولتے اور دھوکہ دیتے ہیں اور اگر وہاں سچے تھے تو یہاں جھوٹے ہیں اور اگر یہاں سچے ہیں تو وہاں جھوٹے تھے۔

تبصرہ ب:۔

جب آپ محققین نے ارکان اور سنن کی اہمیت بتادی اب ہم محققین حضرات سے ایک چھوٹی سی درخواست کرتے ہیں کہ برائے کرم آپ سب محققین مل کر قرآن و حدیث کی روشنی میں ارکان اور سنن کو متعین کریں تا کہ غیر مقلدین عوام کو عمل کرنے میں آسانی ہو۔

تبصرہ ج:۔

اتنی بہت ساری صحیح احادیث اور محققین قرآن کی آیت بھی لائے ہیں اسکے باوجود تبصرے میں فرماتے ہیں صفوں کا ٹیڑھا ہونا نقصان کا موجب ہے جبکہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے میں صفحہ 190، 191 پر عبد الصمد رفیقی فرماتے ہیں ” اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص نماز میں ہو۔۔۔ اگر اسے سورۃ فاتحہ آتی ہو پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی“۔ وہاں بھی صحیح

احادیث یہاں بھی صحیح احادیث وہاں حکم تھا کہ نماز نہیں ہوگی اور یہاں موجب نقصان ہے۔ جب احادیث ایک جیسی صحیح ہیں تو پھر حکم مختلف کیوں ہے یا تو پھر وہاں حکم تبدیل کرو یا یہاں حکم میں تبدیلی کرو کیونکہ احادیث میں تو کوئی فرق نہیں ہے تو پھر حکم میں فرق کیوں؟ وہاں احادیث بھی اور حکم قرآن بھی نہ پڑھنے کا یہاں بھی احادیث اور حکم قرآن، پھر بھی کہا کہ صفوں کا ٹیڑھا ہونا موجب نقصان ہے یہ دوہرا معیار کیوں؟

(2) اسی عنوان کے تحت حضرت انسؓ کی حدیث دی ہے” رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو (کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوں) اور صفوں کے درمیان نزدیکی کرو (دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ چھوڑو کہ وہاں ایک اور صف کھڑی ہو سکے) اور گردنیں برابر (ایک دوسرے کی سیدھ میں) رکھو قسم ہے اس ذات کی۔۔۔“ (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی قتادہ ہے جو عن سے روایت کر رہے ہیں اور یہی محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب (جو یہاں اس حدیث کو صحیح کہتے ہیں) (جزء قرأت صفحہ 59 اور 93) پر فرماتے ہیں کہ اس کا راوی قتادہ مدلس ہے اور قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور (جزء قرأت رفع یدین صفحہ 39) پر فرماتے ہیں روایت قتادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ فوا اسفاہ: ایسے محققین پر جب روایت ان کے خلاف پڑ رہی تھی تو قتادہ کی تدلیس سے ضعیف تھی لیکن جو روایت غیر مقلدین کی ٹانگیں کھولنے کیلئے آئی تو قتادہ کی تدلیس کی باوجود صحیح ہے یہ ہیں دوہرے معیار اور بدلتے پیمانے اور بن بیٹھے ہیں محقق دوران” انا للہ وانا الیہ راجعون“ اب ہم ان کو ان کا اپنا نقل کردہ امام مسلم کا قول دکھاتے ہیں جو شخص حدیث کے ضعیف راوی کا ضعف جاننے کے باوجود ضعف بیان نہیں کرتا تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے اور عوام الناس کو دھوکہ دیتا

ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث سننے والا ان سب پر یا ان میں سے بعض پر عمل کرے۔(نماز نبوی جدید صفحہ 43)

تبصرہ ب:۔

یہاں محقق نے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے طور پر ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ کا آسرا لیا ہے، ابن خزیمہؒ میں بھی قتادہ کی تدلیس موجود ہے لیکن محقق اس کو چھپاتے ہیں ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ کا نام اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب کا نام صحیح رکھا لیکن یہ سب کچھ اپنے عوام کو دھوکہ دینے کیلئے ہے ورنہ نماز نبوی قدیم کی کئی احادیث کو ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ کی تصحیح (بقول محققین) کے باوجود نماز نبوی جدید سے حذف کیا اور تسہیل الوصول میں بھی ان کو ضعیف کہا۔

اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی طرف چہرہ کر کے فرمایا لوگو اپنی صفیں سیدھی کرو لوگو اپنی صفیں درست کرو۔۔۔(بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی زکریا ابن ابی زائدہ ہے جو عن سے روایت کر رہے ہیں جبکہ زکریا ابن ابی زائدہ مدلس راوی ہے امام ابوزرعہؒ نے اس کو مدلس کہا ہے امام ابو حاتم نے بھی مدلس کہا ہے اسی طرح علامہ ابن حجرؒ نے طبقات مدلسین اور علامہ سوطیؒ نے اسماء المدلسین میں اس کو مدلس کہا ہے لہذا یہ روایت بھی اصول محققین کے مطابق ضعیف ٹھہری: جبکہ یہ محقق کذاب اس کو صحیح فرمار ہے ہیں اور سہارا لیتے ہیں ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ کا جن کی تفصیل گزر چکی۔ قارئین کرام! یہ محقق اپنے دعوی میں کتنے سچے ہیں یہ بات ہر صفحہ پر سامنے آئی ہے۔

صفوں کی ترتیب

(نماز نبوی قدیم صفحہ 128 جدید صفحہ 164)

(1) اس عنوان کے تحت کئی حدیث دی ہے سیدنا انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "پہلے اول صف پورا کرو پھر اسے جو پہلے کے نزدیک ہو"۔(بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

ابوداؤد کی مذکورہ حدیث کی سند میں قتادہ عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ محقق قتادہ کو مدلس کہتے ہیں اسی کی روایت کو لینا کتنی بڑی علمی خیانت ہے چونکہ محققین احناف کی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہین اس لئے جو روایت احناف کی دلیل ہوگی وہ ضعیف ہوگیا اور اسی سند کے ساتھ حدیث ان کے مقصد کی آجائے تو صحیح ہوگی۔ یہاں بھی محقق اس حدیث کو ابن حبانؒ اور ابن خزیمہ کے حوالہ سے صحیح کہتے ہیں جس پر تبصرہ گزر چکا۔

(2) محققین کیلئے تقلید جائز ہوگئی۔

اسی عنوان کے تحت صحیح مسلم کی حدیث کے حاشیہ میں امام نوویؒ کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یہ تب ہے جب خواتین بھی مردوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوں۔۔۔ جبکہ درمیان میں بچے ہوں تو پھر ایسا امکان نہیں رہے گا"۔

تبصرہ:۔

یہ امام نوویؒ کا اپنا اجتہاد ہے اور ان محققین کی اندھی تقلید ہے چونکہ کئی محققین ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے مل کر اپنے ہی حرام کردہ گیدڑ کو حلال کر لیا ہو۔

☆☆☆

ستونوں کے درمیان صف بنانا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 129 جدید صفحہ 165)

اس عنوان کے تحت حضرت انسؓ کی روایت لائے ہیں ''ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں اس سے (ستونوں کے درمیان صف بنانے) بچتے تھے''۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں سفیان عن کے ساتھ ہیں اور یہ محققین متعدد مقامات بشمول (نماز نبوی جدید صفحہ 211) پر سفیان کی تدلیس کی وجہ حدیث کو ضعیف کہہ چکے ہیں۔اب جو شخص ایک راوی کی روایت کو ایک مقام پر صحیح اور چند صفحوں کے فرق پر ضعیف کہے تو اس کا علمی دنیا میں کیا مقام ہوگا یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 129 جدید صفحہ 165)

(1) اس عنوان کے تحت محققین نے کہا ہے کہ صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے اور دلیل کے طور پر حدیث ''رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپؐ نے اس کو نماز لوٹانے کا حکم دیا لائے ہیں''۔اس حدیث پر نماز نبوی قدیم میں شفیق الرحمٰن زیدی یوں تبصرہ کرتے ہیں ''اگر صف میں جگہ ہے تو پیچھے اکیلے آدمی کی نماز نہیں ہوتی اور اگر صف میں جگہ نہیں ہے تو یہ اضطراری کیفیت ہوگی ایسی صورت میں اکیلے ہی کھڑے ہو جانا چاہیے نماز ہو جائے گی کیونکہ اگلی صف میں سے کسی مقتدی کو پیچھے کھینچنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ اور امام ابوداؤدؒ کا

مذہب ہے کہ صف سے آدمی نہ کھینچا جائے البتہ ایک امام اور ایک مقتدی والے مسئلہ پر قیاس کر کے اس کا جواز ملتا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! حدیث کریمہ سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کو نماز لوٹانے کا حکم دیا ہے۔جس کا صاف طور پر مطلب یہ ہے کہ نماز نہیں ہوتی جبکہ حدیث کے مقابلے میں محققین کا موقف پہلے بیان ہو چکا ہے۔قارئین کرام! خود موازنہ کریں کہ محققین کا اپنے آپ کو اہل حدیث کہنا درست ہے؟ ان محققین کیلئے ڈوب مرنے کا مقام ہے جو تقلید کو گمراہی، بدعت اور شرک تک کہہ دیتے ہیں لیکن جب خود کرتے ہیں تو وہ ان کے گلے کی مالا بنتی ہے۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے یہ تسلیم کیا کہ اگلی صف سے کسی مقتدی کو پیچھے کھینچنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں لیکن آخر میں حدیث کے مقابلے میں قیاس کر کے اس کا جواز ثابت کر دیا۔یہ ہیں پندرھویں صدی کے محققین اہل حدیث۔۔۔**فماذا بعد الحق الا الاضلال۔**

تبصرہ ج:۔

محققین نے خود ہی امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ اور امام ابوداؤدؒ کا اپنے تبصرے کی تائید میں نقل کیا ہے کہ صف میں سے آدمی نہ کھینچا جائے اور خود ہی حدیث مبارکہ اور ان آئمہ کے مذہب پر اپنے سابقہ فتوے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قیاس سے اس کا جواز نکال لیا۔اگر قیاس ہی کرنا تھا تو حدیث اور مذہب آئمہ نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بہتر تو یہ تھا کہ اس کتاب کا نام بھی نماز نبوی کی بجائے نماز زیدی، یا نماز علی زئی رکھتے۔حدیث کریمہ اور مذہب

آئمہ نقل کرنے کے بعد انکے خلاف جواز کا فتوی بطور قیاس دینے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں پیدائشی طور پر حدیث اور آئمہ سے نفرت ہے۔ آئمہ کرام کے اجتہاد اور قیاس کو مذموم قرار دے کر ان پر عمل کرنے والوں کو بدعتی اور گمراہ کہنے والے خود اس گیدڑ کو اپنے لئے حلال کیوں کر لیتے ہیں۔

(2) نماز نبوی جدید میں یہی حدیث لائے ہیں اور اس پر یوں تبصرہ کیا ''اگر اگلی صف میں جگہ نہیں ہے تو ایک اور امام اور ایک مقتدی والے مسئلے سے استنباط کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ کر صف بنالینا جائز ہے اور اگر نہ کھینچا جائے اور اکیلے ہی نماز پڑھی جائے تو پھر یہ نماز دوہرانی ہوگی۔ اسی حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے حاشیہ نگار یوں طبع آزمائی کرتے ہیں'' نبی اکرم ﷺ نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والوں کو نماز لوٹانے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ وہ اگلی صف میں شامل نہیں ہوا تھا۔۔۔۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور نمازی اکیلے صف میں کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی یہی محقق شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، شیخ البانی اور دیگر محققین کا ہے۔

تبصرہ الف:۔

محقق شفیق الرحمٰن زیدی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور کسی کو کھینچے بغیر اکیلے صف میں نماز پڑھ لی تو دوہرانی پڑے گی۔ جبکہ دوسرے محقق عبد الولی کی عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور کسی کو کھینچے بغیر اکیلے صف میں نماز پڑھ لی تو ہو جائے گی۔ ان دونوں محققین میں کون صحیح ہے کون غلط دونوں تو صحیح نہیں ہو سکتے کہ ایک کہتا ہے ہو جائے گی دوسرا کہتا ہے دوہرانی پڑے گی۔ دونوں میں ایک ضرور جھوٹا ہے۔ یہ خود غیر مقلدین عوام متعین کریں تو درست ہوگا غالباً عبد الولی کذاب ٹھہریں گے کیونکہ دوسری طرف ذھبی دوران علی زئی کذاب بھی (تسہیل الوصول صفحہ 272) پر فرماتے ہیں کہ صف کے پیچھے اکیلے نماز نہیں ہوتی۔

لیکن پھر افسوس کی بات یہ ہوگی کہ شفیق الرحمٰن زیدی کی اگلی صف سے آدمی کھینچنے کی بات بلا دلیل ہوگی کیونکہ نماز نبوی قدیم میں لکھا کہ صف میں سے کسی مقتدی کو پیچھے کھینچنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں جبکہ (نماز نبوی صفحہ 40) پر فرماتے ہیں ''یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ و فتوی وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو۔

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی جدید میں امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام اوزاعیؒ، امام اسحاقؒ اور امام ابوداؤدؒ کے مذہب کو حذف کر کے کہ ہماری بات کہ ہمیں پیدائشی طور پر حدیث اور آئمہ سے نفرت ہے درست ثابت کر دی اور آئمہ کے خلاف اپنی چھپی چیز کا اظہار کر لیا۔ نیز نماز نبوی قدیم میں ان آئمہ کی تقلید کی دعوت دی تھی لیکن نماز نبوی جدید میں ان کی تقلید منسوخ ہوگئی اور پھر محققین کی جانب سے مرزائی وحی کی طرح نیا حکم یہ آیا کہ اب شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ناصر الدین البانی کی تقلید کرو: آفریں را برایں تحقیق۔

تقلید ہے ہر دم اپنوں کی تنقید ہے ہر دم غیروں پر
ہے قول و عمل میں ٹکراؤ یہ کام ہیں اہل حدیثوں کے

صف بندی میں مراتب کا لحاظ رکھنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 130 جدید صفحہ 166)

(1) اس عنوان کے تحت سیدنا ابو مالک اشعریؓ کی روایت نقل کی ہیں ''رسول اللہ ﷺ نماز کیلئے کھڑے ہوئے پہلے مردوں نے صفیں باندھیں پھر بچوں نے اس کے بعد آپؐ نے نماز پڑھائی پھر فرمایا میری امت کی نماز اسی طرح ہے''۔

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی شہر بن خوشب ہیں ان پر امام مسلمؒ نے مقدمہ مسلم میں کلام کیا ہے کہ یہ راوی مجروح ہے مزید براں امام شعبہؒ فرماتے ہیں ''ولقد لقیت شھرا فلم اعتدا بہ'' یحییٰ بن معینؒ ان سے روایت نہیں لیتے تھے ابن عونؒ فرماتے ہیں۔ ''ان شھرا نزکوہ ای طعنوہ'' یحییٰ بن بکیرؒ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بلا اجازت بیت المال سے کپڑا اٹھایا تھا جس میں دراہم تھے۔ ابراہیم بن یعقوب الجوزجانیؒ فرماتے ہیں ''احادیثہ لا تشبہ حدیث الناس'' موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں ''ضعیف'' امام نسائیؒ فرماتے ہیں ''لیس بالقوی'' امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں ''لا یحتج بہ'' (تہذیب الکمال)
معلوم ہوا کہ شہر بن خوشبؒ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے اور تمہارا اصول ہے کہ جمہور جب راوی کو ضعیف کہیں تو وہ ضعیف ہوگا: ''آئمہ محدثین ثقہ مشہور اور ماہر فن کی اکثریت کو ہمیشہ اور لا محالہ ترجیح ہوگی''۔ (نور العینین صفحہ 61) دعویٰ ہے کہ اس کتاب میں ضعیف حدیث نہیں ہے۔
فما ھذا ایھا المحققون.

(2) اسی عنوان کے تحت علامہ سبکیؒ کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب بچہ اکیلا ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اگر بچے ایک یا ایک سے زائد ہوں تو اس صورت میں بھی ان کو مرد کے ساتھ صف بنانا ہوگی''۔

تبصرہ:۔

جب کوئی اور تقلید کرے تو مجرم ٹھہرے، اور ان کی تقلید جانور کے گلے کا پٹا بن جائے، اور جب خود کریں تو انکے گلے کی مالا بن جائے۔ غیر مقلدین محققین زندہ باد۔

(3) اسی عنوان کے تحت محققین فرماتے ہیں ''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مردوں کی

... میں جگہ ہو تو نابالغ بچے بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوں۔ (بحوالہ فتاوی للجنۃ الائمۃ۔ وتمام ...)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! اسی صفحہ پر مالک اشعریؓ کی حدیث جس کو محققین نے صحیح بھی کہا ہے اس میں ... تھی ''پہلے مردوں نے صف باندھی پھر بچوں نے''۔ قارئین کرام حدیث میں صراحت ہے کہ پہلے مرد صف باندھیں پھر بچے اس کے مقابلے میں یہ محققین تقلید کر رہے ہیں ناصر الدین البانی کی تو کیا حدیث کے مقابلے البانی کی تقلید جائز ہے یا یہ مسلکی ضرورت تھی جو حرمت تقلید ... سکتی ہے۔

امامت کا بیان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 131 جدید صفحہ 167)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں (ترجمہ) لوگوں کا امام وہ ہونا چاہیے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کو صحیح طریقہ پر پڑھنے والا ہو۔۔۔''

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین حضرات نے (نماز نبوی جدید صفحہ 145) پر صحیح بخاری و مسلم کی احادیث سے اذان کے لزوم کیلئے استدلال کیا تھا کہ ہر نماز کے لئے اذان دینا لازم ہے۔ انہی احادیث میں یہ بات بھی تھی ﴿ولیؤمکم اکبرکم﴾ یعنی تم میں سے جو (عمر میں سب سے بڑا ہو) وہ امامت کرے۔ جب اذان دینی لازم تھی تو ظاہر بات ہے حدیث تو ایک ہی ہے تو بڑے کی امامت بھی لازم ہوگی یہاں مسلک کی خاطر انہوں نے ان احادیث مبارکہ کے اس ... پر اپنی فطرت کے مطابق انگلی رکھ دی۔ ان دونوں احادیث میں تعارض ہے کیونکہ مذکورہ بالا

حدیث میں اقراء کی بات ہے یعنی سب سے زیادہ صحیح قرآن پڑھنے والا جوان محققین کا مسلک ہے پہلے تعارض کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرمائیں پھر جو حل نکل آئے اس کے مطابق مسلک بنائیں۔

تبصرہ ب:۔

(بخاری کتاب الاذان باب .اهل العلم والفضل احق بالامامة) میں حدیث ہے ''جب نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور مرض نے شدت اختیار کی تو آپ ؐ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں''۔حضرت ابوبکرؓ تمام صحابہؓ میں بڑے عالم تھے پھر حضرت عمرؓ۔اس پر اجماع ہے(جبکہ صحابہؓ میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ تھے)اور یہ آپ کا آخری عمل بھی ہے۔محققین حضرات کی نقل کردہ حدیث کے ساتھ یہ حدیث بھی متعارض ہے جس کی انہوں نے تطبیق نہیں کی کیونکہ اس سے ان کے مسلک پر زد پڑتی تھی۔تو خاموشی میں عافیت سمجھی۔

تبصرہ ج:۔

اس سے پہلے (نماز نبوی صفحہ 28) پر غسل کے طریقے میں محققین نے تبویب نسائی کی تقلید کی اور صفحہ 127 پر اوقات نماز میں تبویب بخاری کی تقلید کی تھی، اب یہاں بخاری کی تقلید کیوں نہیں کی کیونکہ ان محققین نے جو ایک لامذہب مسلک بنایا ہے اس کے لئے جہاں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے تو منہ نہیں موڑتے اگرچہ یہ بدعت اور گمراہی ہے۔اگر احادیث سے چشم پوشی اختیار کرنی پڑے تو بھی منہ نہیں موڑتے کیونکہ ان کیلئے اصل چیز ان کا مسلک ہے اور احناف کی مخالفت ہے۔

(2) اسی عنوان کے تحت محققین حضرات کا ایک انوکھا فتوی ملاحظہ ہو''اگر کسی نابالغ بچے کو زیادہ قرآن یاد ہو تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے''۔(یعنی ایسے بچے کو مستقل امام بنانا جائز ہے)دلیل کے طور پر حدیث دی ہے''سیدنا عمرو بن سلمہؓ فرماتے ہیں کہ اپنے قبیلے میں سب

سے زیادہ قرآن مجھے یاد تھا، لہذا مجھے امام بنایا گیا حالانکہ میری عمر سات سال تھی''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! اس حدیث میں یہ بھی ہے میرا کپڑا کم تھا اور جب سجدے میں جاتا تو پیچھے سے کھل جاتی تھی پھر عورتوں نے کہا کہ اپنے امام کی شرم گاہ کو تو چھپاؤ۔محققین حضرات نے چونکہ اس حدیث سے بچے کی امامت کو جائز ثابت کیا ہے حدیث چونکہ ایک ہی ہے اس لئے پھر ہو سکتا ہے ان کے ہاں یہ بھی جائز ہو کہ نماز میں شرمگاہ بھی کھل جائے، چونکہ حدیث کے ایک حصے پر عمل اور دوسرے حصے پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے محققین حضرات پہلے احناف پر خود افسوس بھی کر چکے ہیں لہذا ہمیں یقین ہے یہ لوگ خود ایسا عمل نہیں کریں گے بلکہ پوری حدیث پر عمل کریں گے۔

تبصرہ ب:۔

(نماز نبوی صفحہ 145) پر بخاری کی حدیث 628 مسلم کی حدیث 764 میں آپ ؐ کا حکم تھا کہ تم میں سے (جو عمر کے لحاظ سے) سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے۔محققین حضرات نے یہ نہیں بتایا کہ کون سے حدیث پر عمل کرنا فرض ہے اور کون سی حدیث نا قابل عمل ہے۔کیونکہ دونوں حدیثوں پر بیک وقت عمل ممکن نہیں ہے اگر ایک حدیث پر عمل متروک ہو گیا تو پھر آپ اہل حدیث کیسے رہیں گے دوبارہ برطانیہ کو درخواست دینی پڑے گی تا کہ کوئی نیا نام رجسٹرڈ ہو کر منظر عام پر آ جائے اور ہم اسی نام سے مخاطب کریں گے۔

(3) اسی عنوان کے تحت محققین فرماتے ہیں''نابینا کو امام بنانا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم کو امام مقرر کیا تھا حالانکہ وہ نابینا تھے''(بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس حدیث کی سند میں ن قتادہؒ 'عن' کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور قتادہ کو یہ محقق علی زئی

کذاب خود (جزء قرأت صفحہ 59، 93 جزء رفع یدین صفحہ 39) پر اپنے مذہب کے طا
روایت کرنے کے جرم میں غصے میں آ کر ایک نہیں کئی مقامات پر مدلس کہتا ہے۔ یہاں تدلیس
ساتھ روایت کو صحیح اس لئے کہا ہے کیونکہ مسلک کی بات تھی اور ان کے مسلک کی بات ہو
کذاب راوی ان کے ہاں حافظ الحدیث بن جاتا ہے۔ **اللھم احفظنا** ۔باقی ابن حبان کا حوا
جھوٹ کا اعلیٰ منظر ہے کیونکہ انہوں نے کسی حدیث کے بارے میں صحت کا حکم نہیں لگایا تفصیل
مقدمہ دیکھیں۔

(4) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس امام کی
کانوں سے بلند یعنی قبول نہیں ہوتی جس پر لوگ ۔۔۔ ناراض ہوں''۔ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ابوداؤد کی حدیث کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن زیاد ہیں جن کی
تضعیف پر جمہور محدثین متفق ہیں، محققین کا اصول ہے کہ جب جرح وتعدیل میں اختلاف ہو
محدثین کی اکثریت کو ہمیشہ ترجیح ہوگی (نور العینین صفحہ 61) اور ساتھ ساتھ یہ مدلس بھی
تہذیب الکمال، طبقات المدلسین از ابن حجرؒ، اسماء المدلسین از امام سیوطیؒ، لہٰذا یہ حدیث محققین کے
اصول کے مطابق ضعیف ہے۔ قارئین کرام! ایسے ضعیف راوی کی حدیث کے ہوتے ہوئے بھی
تمام احادیث کے صحیح ہونے کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں۔ محققین نے ترمذی کے حوا
اس حدیث کو حسن کہا ہے: امام ترمذی کے حوالہ میں حسن کے ساتھ ''غریب'' کا لفظ غالباً بکری کھا
گئی۔ حالانکہ یہ محقق جزم کے ساتھ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ امام ترمذیؒ متساہل ہیں۔

☆☆☆☆☆

اماموں پر وبال

(نماز نبوی قدیم صفحہ 133 جدید صفحہ 170)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث دی ہیں ''سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر اماموں نے نماز اچھی طرح (ارکان کی تعدیل اور سنتوں کی رعایت کے
ساتھ) پڑھائی تو تمہارے لئے بھی ثواب ہے اور اگر پڑھانے میں خطا کی (رکوع وسجود کی عدم
طمانیت اور جلسے کا فقدان سے نماز پڑھائی) تو تمہارے مقتدیوں کیلئے تو ثواب ہے اور ان کیلئے
وبال ہے''۔

تبصرہ:۔

اس حدیث میں یہ بات محققین کی (بریکٹ میں) ڈالی ہوئی عبارت سے خوب واضح ہوئی
کہ مقتدی نے بھی امام کے ساتھ ارکان کی تعدیل اور قومے جلسے کے فقدان سے نماز پڑھی ورنہ تو
اس بات کی صراحت کی ضرورت نہ ہوتی ''تمہارے لئے ثواب ہے اور ان کیلئے وبال'' اس سے
معلوم ہوا کہ مقتدی کی نماز بغیر تعدیل ارکان اور بغیر قومے وجلسے کے ہو جائے گی۔ جبکہ ایک صفحہ
پہلے محققین نے کہا تھا ''واضح ہو کہ ارکان نماز کی تعدیل اور طمانیت کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے''۔
قارئین کرام! یہ محققین ہیں اور انہوں نے جو تحقیق کی ہے ہم جیسے جاہلوں کی پہنچ وہاں تک کہاں؟
ہم ان کی تحقیق پر شک نہیں کر سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے تحقیق کے دوران کوئی نئی حدیث سامنے
آ جائے اس لئے پہلے کہا تھا کہا کہ ارکان نماز کی تعدیل اور طمانیت کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے۔
اور اب ثواب ملتا ہے **سبحان اللہ** ۔۔۔!

(2) اسی عنوان کے تحت لکھتے ہیں ''امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی
دلیل ہے کہ اگر کوئی امام بے وضو یا بحالت جنابت نماز پڑھا دیتا ہے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور امام

پر نماز کا اعادہ لازم ہے خواہ اس نے یہ فعل ارادتاً کیا ہو یا لاعلمی کی بنیاد پر"۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کی اس اندھی تقلید کو دیکھیں اور **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھ کر ایسی تقلید سے اللہ کی پناہ مانگیں۔ یہ عبارت بلا حوالہ نقل کی گئی۔ غالباً اس کا حوالہ کسی فیکٹری میں تیار ہو رہا ہو گا۔ یہ تقلید کتنی احادیث کے مقابلے میں ہے اس کی تفصیل آ رہی ہے۔

قارئین کرام! عبارت میں یہ بات واضح ہے کہ اگر امام نے قصداً وارادۃً بھی نماز پڑھائی تو پھر بھی مقتدیوں کی نماز ہو گئی۔ قارئین کرام (تسہیل الوصول صفحہ 55) پر انہی میں سے ایک محقق فرماتے ہیں "جنبی مسجد میں داخل نہیں ہو سکتا (دلیل) حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) میں (اللہ کے حکم سے) حائضہ عورت اور جنبی کا مسجد میں آنا حلال نہیں کرتا ہوں"۔ اسی حدیث پر اسی نماز نبوی کے محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے امام ابن حجرؒ بلوغ المرام میں بھی اس حدیث کی صحت نقل کر چکے ہیں۔ قرآن بھی کہتا ہے "اے ایمان والو! جب تم نشے میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ جب تک اپنی بات کو سمجھنے نہ لگو اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک غسل نہ کر لو۔ ترجمہ جونا گڑھی (سورۃ نساء آیت نمبر 43) اسی طرح دوسرے مقام پر قرآن کریم میں ہے (ترجمہ) اے ایمان والو! جب تم نماز کیلئے اٹھو تو۔۔۔۔۔۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لو۔ ترجمہ جونا گڑھی (سورۃ مائدہ آیت نمبر 6) قارئین کرام! ان تمام نصوص سے معلوم ہوا کہ جنبی نہ تو مسجد میں جا سکتا ہے اور نہ ہی نماز کے قریب جا سکتا ہے جب مسجد میں نہیں جا سکتا تو نماز تو دور کی بات ہے اور یہ محقق ایک عمدہ بے نظیر تقلید کی قوت سے جنبی کو مسجد میں بھی بھیجتے ہیں اور اس کو امام بھی بناتے ہیں، **فوا عجبا**۔ غالباً اسی وجہ سے مرزائی کی اقتداء بھی آپ کے ہاں جائز ہے"۔ جب نصوص

جنبی کو مسجد میں جانے کی اجازت نہیں دیتے تو نماز کیسے پڑھا سکتا ہے۔ "**سبحانک ھذا بہتان عظیم**" اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جنبی مسجد کے قریب بھی نہ آئے۔ یہ محققین کہتے ہیں خود تو کیا امام بھی بن سکتے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ مردہ ہنستا نہیں جب ہنستا ہے تو کفن پھاڑ کے ہنستا ہے۔ تقلید کرتے نہیں جب کرتے ہیں تو کفن پھاڑ کے رکھ دیتے ہیں۔ ان محققین کی تقلید کو امام سلام کرتے ہیں، یہ تو تقلید نہ کرنا ہے جب کریں گے تو پھر کیا عالم ہو گا۔

ایک سوال:۔

ان نصوص کی موجودگی میں اگر کوئی شخص قصداً وارادۃً نماز پڑھائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہاں نصوص کا استخفاف نہیں: **فما ھوا جوابکم**۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے اس بات کی تقلید کر ڈالی کہ مقتدی کی نماز ہو گی لیکن امام کی نماز نہیں ہوئی لہذا امام پر اعادہ لازم ہے نہ کہ مقتدی پر۔ سوال یہ ہے کہ مقتدی کی نماز کیسے صحیح ہو گئی جبکہ مقتدی کی نماز کی بنا اس امام کی نماز پر ہے اور امام مقتدی کا بھی ضامن ہوتا ہے کیونکہ حدیث میں ہے "حضرت ابو امامہ باہلیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، امام ضامن اور موذن امین ہے نیز حضرت علیؓ کی روایت ہے "ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی پھر چلے گئے، پھر واپس آئے تو آپؐ کے سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپؐ نے ہمیں (دوبارہ) پھر نماز پڑھائی، پھر فرمایا میں نے تمہیں حالت جنابت میں نماز پڑھا دی تھی جس شخص کو یہی صورت پیش آئے جو مجھے پیش آئی یا وہ اپنے پیٹ میں کوئی گڑبڑ پائے تو وہ ایسے ہی کرے جیسے میں نے کیا۔ (مسند احمد 99/1) یہ حدیث بروایت ابوہریرہؓ (دارقطنی 631/1) اور (ابن ماجہ صفحہ 87) میں بھی ہے۔ بحوالہ حدیث واہل حدیث۔ نیز خلیفہ راشد حضرت عمرؓ کا اثر ہے "کہ حضرت عمرؓ مغرب کی نماز پڑھاتے ہوئے

قرأت کرنی بھول گئے تو آپؐ نے لوگوں کو دوبارہ نماز پڑھائی (شرح معانی الاثار طحاوی 280/1) بحوالہ حدیث واہل حدیث۔ نیز یہ محققین (نماز نبوی صفحہ 253) پر فرماتے ہیں۔ ''اگر مقتدی سے نماز میں بھول چوک ہوجائے اور شروع ہی سے وہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو اس کیلئے سجدہ سہو نہیں ہو گا۔ اگر امام ضامن نہیں ہے تو پھر مقتدی کی غلطی پر سجدہ سہو معاف کیوں ہے جبکہ امام کے سہو ہونے سے مقتدی پر بھی سجدہ سہو لازم ہو جاتا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ نیز اگر امام ضامن نہیں ہے تو پھر امام کا سترہ مقتدی کیلئے کیوں کافی ہوتا ہے۔ (نماز نبوی قدیم صفحہ 118 جدید صفحہ 182) صرف اس لئے کہ مقتدی کی نماز کی بنا امام کی نماز پر ہے ورنہ مقتدی کو الگ سترے کی ضرورت ہوتی۔ اگر امام ضامن نہیں ہے تو پھر امام مقتدیوں کی امامت کی اور مقتدی امام کی اقتدا کی نیت کیوں کرتے ہیں۔ (نماز نبوی جدید حاشیہ صفحہ 174) نیز اگر امام ضامن نہیں ہیں تو پھر امام کا اقرا ہونا اور اعلم بالسنہ ہونا کیوں لازم کیا۔ چونکہ محققین کا مسلک خلاف حدیث ہے اس لئے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے مسلک کی خاطر ان احادیث میں کسی طرح سے کلام کر کے ضعیف ٹھہرائیں گے۔ یہ چونکہ مسلکی مجبوری کی وجہ سے کرتے ہیں۔ اس ہم ان کو ان کا اصول یاد دلاتے ہیں۔ '' جب کسی مسئلہ کے متعلق قرآن مجید اور مقبول احادیث مکمل خاموش ہوں، صرف بعض ضعیف احادیث سے کچھ راہنمائی ملتی ہو تو اس مسئلہ میں کسی امام کے قول پر کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے'' (نماز نبوی صفحہ 44) فاین المفر۔

انتباہ

قارئین! غیر مقلدین لامذہبیہ کی اقتدا میں نماز پڑھنے سے احتیاط کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ امام حالت جنابت میں امام بغوی کی تقلید (بلا دلیل) کرتے ہوئے نماز پڑھا رہا ہو۔ اللھم احفظنا

من اقتداء غیر المقلدین ،الذین یصلون فی حالة الجنابه.

امام کو لقمہ دینا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 136 جدید صفحہ 173)

اس عنوان کے تحت سیدنا مسور بن یزید کی روایت لائے ہیں ''ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے قرأت میں قرآن کا کچھ حصہ چھوڑ دیا: ایک آدمی نے کہا فلاں فلاں آیت چھوڑ دی تو فرمایا تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرایا'' (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی مروان بن معاویہؒ جو عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور یہ مدلس راوی ہیں، طبقات المدلسین لابن حجر اسماء المدلسین، سیوطیؒ، تہذیب الکمال، اور محققین کا اصول ایک دفعہ پھر یاد دلاتے ہیں ''حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے یہ بات امام شافعیؒ نے ہر اس شخص پر جاری فرمائی ہے جو ایک دفعہ ہی تدلیس کرے امام یحیٰی بن معین نے کہا مدلس اپنی تدلیس سے حجت نہیں ہوتا'' (نور العینین صفحہ 138) یاد رہے کہ یہی امام یحیٰی بن معین نے مروان بن معاویہؒ کو مدلس کہا ہے۔ لہذا یہ حدیث محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے۔

کہاں ہیں وہ دعوے کرنے والے

جواب سر چھپائے پھرتے ہیں۔۔۔

امامت کے چند مسائل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 135 جدید صفحہ 170)

عورت کی امامت کے بارے میں (نماز نبوی قدیم) میں حضرت ام سلمہؓ کی امامت کی

روایت دی ہے (بحوالہ ابن ابی شیبہؒ)

تبصرہ:۔

حضرت ام سلمہؓ کی مذکورہ حدیث کی ایک سند میں سفیان بن عیینہ ” عن سے روایت کرتے ہیں اور دوسری روایت میں قتادہ ” عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور دونوں کو محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب مدلس کہتے ہیں دراصل ان کا اصول ہے کہ جب احناف کی مستدل حدیث ہو تو وہ عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے، لیکن اپنے لئے صحیح ہوتی ہے۔اس حدیث کو خاموشی کے ساتھ نسخہ ءجدید سے حذف کر دیا گیا۔

(2) حاشیہ میں ایک اور محقق لکھتے ہیں ”اگر آدمی نے نماز شروع کی پھر دوسرا بھی اس کے ساتھ آملا تو پہلا نمازی امامت کی نیت کر کے نماز جاری رکھے گا“۔

تبصرہ:۔

محققین سے التماس ہے کہ یہ مسئلہ ”پہلے نمازی امامت کی نیت کرے“ قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل فرمائیں: قرآن سے تو ویسے ہی آپ کو چڑ ہے اور حدیث آپ کو ملے گی نہیں: اس لئے ہم یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ اگلے ایڈیشن میں یہ تحقیق بھی ختم ہو جائے گی۔اور جب تک نئے ایڈیشنز چھپنے کا سلسلہ جاری رہے گا تو انشاءاللہ چند ہی سالوں میں غیر مقلدین ایک اور عظیم الشان کتاب اور تحقیق سے محروم ہو جائیں گے اور ایک دفعہ پھر اپنے پرانے دین یعنی تقلید شیخ الکل فی الکل پر آجائیں گے۔

(3) اسی عنوان کے تحت ایک حدیث دی ہے ”سیدنا جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نماز میں نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپؐ نے میرا کان پکڑ کر مجھے دائیں جانب کر لیا (یہ ایک سفر کا واقعہ ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی چادر میں نماز پڑھی)“۔اس پر حاشیہ میں محقق عبدالصمد

رفیق لکھتے ہیں ”اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو انتہائی غیر ذمہ داری سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی“۔

تبصرہ:۔

سبحان اللہ پندرھویں صدی کے اس عظیم محقق کو ایک قابل انعام نکتہ ملا لیکن انہی کے ساتھی محقق زیدی صاحب ان کی تحقیق پر پانی پھیرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک سفر کا واقعہ ہے، پہلے صفحہ 127 پر بھی یہی زیدی صاحب بطور تنبیہ لکھتے ہیں ”گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کر کے پڑھو، کا تعلق سفر سے ہے“

تو زیدی صاحب کے اصول کے مطابق یہ واقعہ سفر کے ساتھ خاص ہے لیکن آپ نے عام کیسے کر دیا، ہم تمہاری مجبوری سمجھتے ہیں۔نیز اسی کتاب میں صفحہ 218 پر آپ خود اصول بناتے ہیں ”۔۔۔۔۔۔اس کے متعلق حدیث خاموش ہے، اس ضمن میں جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ محض ظن اور احتمال پر کہا جاتا ہے“۔

اسی اصول کے مطابق حدیث سر کے معاملے میں خاموش ہے آپ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں محض ظن اور احتمال کی بنیاد پر کہہ رہے ہیں، اسے کہتے ہیں پاؤں بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی۔

(4) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے ”سیدنا ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں آیا، آپؐ نماز پڑھا چکے تھے، وہ آدمی اکیلا نماز پڑھنے لگا۔رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس آنے والے کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے“۔

تبصرہ الف:۔

ترجمہ میں خیانت:۔

حدیث ترمذی	حدیث ابوداؤد و مستدرک حاکم
ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ لینے کے بعد آیا آپؐ نے فرمایا اس شخص کے ساتھ کون تجارت کرے گا، ایک شخص کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لی۔	ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کہ کوئی شخص نہیں ہے جو اس پر صدقہ کرے یعنی اس کے ساتھ نماز پڑھے۔

یہاں محققین حضرات ترجمہ میں جو خیانت کر رہے ہیں وہ معمولی غور وفکر سے آسانی سے سمجھ آجاتی ہے کہ آدھا ترجمہ ترمذی کی حدیث کا ہے اور آدھا ابوداؤد اور مستدرک کی حدیث کا ہے۔اے غیر مقلدین عوام! اپنے محققین کی چالوں کو خوب اچھی طرح سمجھو اور ان کی تقلید سے توبہ کرو حدیث میں ہے۔﴿من كذب علی متعمدا فليتبوا مقعده من النار﴾ جن کی قلمی تحریف (مسلک کی خاطر) سے احادیث پیغمبرؐ محفوظ نہ ہوں تو ان کے ہاں۔آئمہ متبوعین کی کیا حیثیت ہوگی۔

تبصرہ ب:۔

محققین حضرات پہلے یہ تعین کرلیں کہ ان کا استدلال ترمذی کی روایت سے ہے یا ابوداؤد و مستدرک کی، اگر ترمذی کی حدیث سے ہے تو اس میں ایک راوی سعید بن ابی عروبہ ہیں جن کے

بارے محقق کذاب خود (جزء قرأت صفحہ 56) پر لکھتے ہیں کہ مشہور مدلس تھے اور یہ روایت سعید بن ابی عروبہ عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں لہذا یہ روایت ان کے اپنے ہی اصول کے ساتھ ضعیف ٹھہری اور قابل استدلال نہ رہی اور اگر ابوداؤد و مستدرک کی روایت سے ہے تو اس میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں کہ آپ نماز پڑھ چکے تھے۔

تبصرہ ج:۔

ابوداؤد اور مستدرک کی روایت میں نماز پڑھ لینے کا کائی ذکر نہیں ہے لہذا یہ آپ کی دلیل نہیں بن سکتی۔یہ ہیں وہ دلائل جن پر جماعت ثانی کی عمارت تعمیر کی گئی۔(جاتے ہیں کوئٹہ اور بیٹھتے ہیں پشاور کی ٹرین میں)

نماز نبوی: تکبیر اولی سے سلام تک۔

گیارہ صحابہ کرام کی شہادت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 139 جدید صفحہ 177)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا ابوحمید الساعدیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کی جماعت میں کہا کہ میں ــــــ۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

تبصرہ الف:۔

سیدنا ابوحمید الساعدیؓ سے مروی یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد کے علاوہ (صحیح بخاری کتاب الصلوة باب سنة الجلوس فی التشهد) میں بھی مروی ہے۔ترمذی اور ابوداؤد کی روایت میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے جو وہم کا مریض ہے اور اس روایت میں اس کو شدید وہم ہوا ہے اس وہم کو جاننے سے پہلے آپ ترمذی، ابوداؤد اور بخاری کی روایت میں تقابل دیکھیں تاکہ وہم سمجھنے میں آسانی ہو اور اس بیماری کو چھپانے کیلئے محققین کی لاجواب خیانت کا بھانڈا بھی

چوراہے پر پھوٹ جائے

حدیث بخاری:۔

دو سندوں کے ذکر کرنے کے بعد: محمد بن عمرو بن عطاء نے بیان کیا ہے کہ وہ چند صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ذکر نبی کریم ﷺ کی نماز کا چلا تو ابو حمید الساعدیؓ نے کہا کہ مجھے نبی کریم ﷺ کی نماز (کی تفصیلات) تم میں سب سے زیادہ معلوم ہیں میں نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو مونڈھوں تک لے جاتے، جب رکوع کرتے تو گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے پوری طرح تھام لیتے اور پیٹھ جھکا دیتے اور پھر جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاتے کہ تمام جوڑ درست ہو جاتے، جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھ (زمین پر) اس طرح رکھتے تھے کہ نہ بالکل پھیلا ہوا ہوتا اور نہ سمٹا ہوا، پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رکھتے جب دو رکعتوں کے بعد بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر بیٹھتے اور دایاں کھڑا رکھتے اور جب آخری مرتبہ بیٹھتے بائیں پاؤں کو کھڑا کر دیتے پھر مقعد پر بیٹھتے۔

حدیث ترمذی و مفہوم ابو داؤد:۔

محمد بن عمرو بن عطاء، ابو حمید الساعدیؓ سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہے میں نے ابو حمید الساعدیؓ کو کہتے ہوئے سنا اس وقت وہ دس صحابہؓ میں بیٹھے ہوئے تھے جن میں ابو قتادہ بن ربعیؓ بھی شامل تھے، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق تم سب سے زیادہ جانتا ہوں صحابہؓ نے فرمایا تم نہ حضور اکرم ﷺ کی صحبت میں ہم سے پہلے آئے اور نہ ہی تمہاری حضور اکرم ﷺ کے ہاں زیادہ آمد و رفت تھی۔ ابو حمید الساعدیؓ نے فرمایا یہ تو صحیح ہے، صحابہ نے فرمایا بیان کرو۔ ابو حمید الساعدیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو سیدھے کھڑے ہوتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک لے جاتے اور اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرتے اور اعتدال کے ساتھ رکوع

کرتے، نہ سر کو جھکاتے اور نہ ہی سر کو اونچا کرتے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے پھر، سمع اللہ لمن حمدہ، کہہ کر ہاتھوں کو اٹھاتے اور معتدل کھڑے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ تک آ جاتی پھر سجدے کیلئے زمین کی طرف جھکتے اور اللہ اکبر کہتے اور بازوں کو بغلوں سے علیحدہ رکھتے اور پاؤں کی انگلیاں نرمی کے ساتھ قبلہ رخ کر دیتے پھر بایاں پاؤں موڑ کر اس پر اعتدال کے ساتھ بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر پہنچ جاتی پھر سجدے کیلئے سر جھکاتے اور اللہ اکبر کہتے اور پھر کھڑے ہوتے یہاں تک کہ دونوں سجدوں سے اٹھتے تو تکبیر کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے جیسے کہ نماز کے شروع میں کیا تھا پھر اسی طرح کرتے یہاں تک کہ ان کی نماز کی آخری رکعت آ جاتی چناچہ بائیں پاؤں کو لٹاتے اور کولہے پر تورک کے ساتھ بیٹھ جاتے اور سلام پھیر دیتے۔ ابو داؤد میں اضافہ ہے کہ یہ سن کر صحابہؓ نے کہا تم نے سچ کہا رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

محققین کی خیانت:۔

قارئین کرام! محققین نے حدیث کا صرف ترجمہ کر کے اس میں سے ابو قتادہ ربعیؓ صحابی کا نام حذف کر دیا ہے اور اس طریقے سے غیر مقلد عوام کو میٹھا زہر دینے کی کوشش کی ہے اور عنوان میں کئے ہوئے دعویٰ (گیارہ صحابہ کرامؓ کی شہادت) کو خود ریت کی دیوار ثابت کیا ہے کیونکہ ابو قتادہؓ کے بغیر دس صحابہ کرامؓ رہ جائیں گے۔ قارئین کرام! بخاری اور ترمذی و ابو داؤد کی روایت میں فرق کو غور سے دیکھیں اور وہم کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

وہم کی تفصیل:۔

(1) عبد الحمید بن جعفر کو وہم ہوتا تھا اور خطا بھی ہوتی تھی۔ حافظ ابن حجرؒ ان کے بارے میں یوں فیصلہ کرتے ہیں ”صدوق راوی ہے، قدری تھا، اس کو وہم بھی ہوتا تھا“۔ (تقریب

التہذیب، 554/1) قدیمی کتب خانہ کراچی۔ یہی بات صفی الرحمٰن مبارک پوری (تحفۃ الاحوالی 175/3 بحوالہ قرۃ العینین) میں بھی کرتے ہیں۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں ''ظاہر بات یہی ہے کہ ان کو روایت میں غلطی ہوئی ہے: والظاھر انہ غلط فی ھذا الحدیث۔ (نصب الرایہ 344/1 بحوالہ قرت العینین) نیز ابن حبانؒ جیسے متساہل (بقول محققین کے) بھی فرماتے ہیں کہ اس نے اکثر اوقات خطا کی ہے (تہذیب التہذیب و کتاب الثقات، بحوالہ قرت العینین) نیز کئی محدثین نے ان کو ضعیف بھی کہا ہے۔ بہر حال یہ بات یقینی ہوئی کہ ان کو، وہم، ہوتا تھا۔ اس حدیث میں ان کو وہم ہوا ہے اور اسی وہم کو چھپانے کیلئے ان محققین نے قتادہؓ کا نام حذف کیا ہے کیونکہ ان کو یقین تھا کہ ہمارے مقلدین آنکھیں بند کر کے اعتبار کریں گے۔

تفصیل وہم:۔

(2) ترمذی اور ابوداؤد کی حدیث میں ابوقتادہ ربعیؓ کا بھی ذکر ہے جبکہ ابوقتادہؓ، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں فوت ہوئے تھے اور حضرت علیؓ نے ان کا نماز جنازہ پڑھایا تھا اور محمد بن عمرو بن عطاء کہتے ہیں کہ اس مجلس میں ابوقتادہؓ بھی تھے۔ جبکہ محمد بن عمرو بن عطاء تو خلافت علیؓ کے بعد پیدا ہوئے تھے یہ کیسے کہتے ہیں کہ ابوقتادہ بھی وہاں تھے۔ شاید ابوقتادہؓ وفات کے کئی سال بعد قبر سے نکل کر مجلس رفع یدین میں حاضر ہوئے ہوں۔ دیکھئے (طحاوی باب صفۃ الجلوس کیف ھو) امام ابن قطان المغربی اور ابن دقیق العید نے بھی یہی کہا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے بھی تلخیص الحبیر میں اسی کو ثابت کیا ہے (بحوالہ العرف الشذی انور شاہ کشمیریؒ) حضرت ابوقتادہؓ کی وفات خلافت علیؓ میں ہوئی تھی اس کیلئے (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز باب من کان یکبر علی الجنازۃ سبعاً و تسعاً) کی روایت ''موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کا جنازہ پڑھایا اور سات تکبیریں کہیں تھیں''۔

اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)۔ راوی کے وہم کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

(3) پوری امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث کی کتابوں میں جو رتبہ بخاری شریف کا ہے وہ ابوداؤد اور ترمذی شریف کا نہیں ہے، بخاری شریف کی روایت کی سند میں حمید بن جعفر نہیں ہیں اور ... میں ابوقتادہؓ کا بھی ذکر نہیں ہے پس پتہ چلا کہ ابوداؤد اور ترمذی شریف کی روایت میں حمید بن ... کو وہم ہوا ہے۔

(4) روایت بخاری اور روایت ابوداود اور ترمذی میں بہت فرق ہے مثلاً بخاری کی روایت میں عند الرکوع رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ ابوداؤد اور ترمذی میں ہے، بخاری کی روایت میں ... سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ ابوداؤد اور ترمذی میں اس کا ذکر ہے۔

(5) ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں وہم کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اس حدیث سے امام ... دوسرے مسائل کیلئے استدلال کرتے ہیں لیکن اس حدیث میں مذکور ہونے کے باوجود ... سے اٹھتے وقت رفع یدین کے قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ روایت ... نہیں بلکہ وہم ہے تبھی تو وہ اس کے قائل نہیں۔

(6) محققین حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ بخاری کی تمام روایات صحیح ہیں اور یہ مقام اور مرتبہ ابوداؤد اور ترمذی کو حاصل نہیں ہے۔ کیا وجہ ہے کہ محققین یہاں بخاری کی صحیح اور مستند روایت کو چھوڑ کر ابوداؤد اور ترمذی کی وہم والی روایت کو لے رہے ہیں؟ ہم محققین کی مجبوری سے بخوبی واقف ہیں کہ ان کا کام احناف کی مخالفت کرنا ہے، ان کو احادیث صحیحہ سے کوئی غرض نہیں ورنہ یہاں بخاری کی روایت کو لے لیتے۔

(7) ابوداؤد اور ترمذی کی حدیث میں ابوقتادہؓ کی موجودگی کا ذکر ہے یہ تو ثابت ہو چکا کہ ابوقتادہؓ اس وقت سے پہلے فوت ہو چکے تھے (محققین کا ابوقتادہؓ کا نام حذف کرنے کا مقصد بھی

اس حقیقت پر پردہ ڈالنا تھا)۔اس بات کی وجہ سے باقی دس صحابہؓ کی موجودگی بھی مشکوک ہو گئی ہے۔کیونکہ جس صحابیؓ کی موجودگی کا بطور خاص کیا گیا ان کی تو یہ حالت ہے تو باقی کے دعوی کی سچائی خود بخود سامنے آجاتی ہے۔لہذا گیارہ صحابہؓ کی شہادت کا پول تو محققین نے خود کھول دیا باقی دس کی شہادت کی عمارت بھی متزلزل ہو رہی ہے۔**فاین المفر**۔

(2) اسی حدیث کے حاشیہ میں محقق عبدالصمد رفیق لکھتے ہیں ''اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع یدین منسوخ نہیں ہوا''۔

تبصرہ:۔

محقق صاحب جس بنیاد پر یہ عمارت تعمیر کر رہے ہیں اس بنیاد کی مضبوطی کا اندازہ تو گزشتہ سطور سے ظاہر ہے اب محقق صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ رفع یدین کا مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اس کیلئے حضرت ابو قتادہؓ عالم برزخ سے اس دنیا کی ایک محفل میں تشریف لائے اور اس اہم مسئلے کی شہادت دی لیکن رفع یدین کو ثابت کرتے کرتے محققین نے قرآن مقدس کی بات (مردے قیامت والے دن دوبارہ اٹھائے جائیں گے) کو جھٹلا دیا (نعوذ باللہ) اگر ان محققین کو ہمارے تبصرہ سے انکار ہے تو پھر بتائیں کہ ترجمہ میں روایت سے حضرت قتادہؓ کا نام کیوں حذف کیا گیا؟

نماز کی نیت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 140 جدید صفحہ 178)

اس عنوان کے ذیل میں امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ کا قول نقل کیا ہے کہ نماز کی نیت زبان سے مشروع نہیں یہ بدعت ہے۔

تبصرہ:۔

کتاب کا نام نماز نبوی اور بھرمارے اقوال غیر معصومین کی: کیا امام ابن تیمیہؒ اور امام ابن قیمؒ آپ کے نبی ہیں (نعوذ باللہ) نہیں تو کتاب کا نام نماز نبوی کیوں ہے۔اگر آپ نے ان کے قول کو لیا ہے تو حوالہ نہیں دیا، لگتا ہے کہ آپ کے ہاں تقلید کا یہ گیدڑ حلال ہو گیا ہے۔

قیام

(نماز نبوی قدیم صفحہ 142 جدید صفحہ 181)

اس عنوان کے تحت محقق زیدی صاحب لکھتے ہیں ''امام ہو یا منفرد، اپنے آگے سترہ رکھ کر نماز ادا کرے: نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا'' (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن عجلان ہے اور عن کے ساتھ روایت کر رہا ہے اور محقق کذاب (جزء رفع یدین صفحہ 77، جزء قرأت صفحہ 160) پر ان کو مدلس تسلیم کرتے ہیں اور (تسہیل الوصول صفحہ 227) پر ضعف کا فتوی لگاتے ہوئے کہتے ہیں ''اس کی سند ابن عجلان کی وجہ سے ضعیف ہے''۔قارئین کرام! یہ محقق ہیں ایک کتاب میں جس راوی کو مدلس کہتے ہیں دوسری کتاب میں اسی راوی کے عنعنہ والی روایت کو صحیح کہتے ہیں، ایک کتاب میں جس راوی کو ضعیف کہتے ہیں دوسری کتاب میں اسی راوی کو صحیح کہتے ہیں، اسی لئے ہم ان کو کذاب کہتے ہیں۔افسوس ان غیر مقلدین پر جو ان کی اندھی تقلید کرتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

خیانت کی انتہا:۔

قارئین کرام! محققین نے یہاں مسلک کی خاطر بطور شاہد ابن خزیمہ کی حدیث نمبر 653 لا کر خیانت کی انتہا کر دی کیونکہ اس حدیث کا سترہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں یہ محض غیر مقلدین عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ہے لیکن اہل حق ان خیانتوں کو بے نقاب کئے بغیر کہاں چھوڑیں گے۔

تکبیر اولیٰ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 143 جدید صفحہ 183)

(1) اس عنوان کے تحت محقق زیدی صاحب لکھتے ہیں "ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں (نارمل طریقے پر) کھلی رکھیں۔ انگلیوں کے درمیان زیادہ فاصلہ کریں اور نہ انگلیاں ملائیں" (حوالہ ابوداؤد، ترمذی، ومستدرک)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ترمذی کی جس روایت سے محققین استدلال کرتے ہیں اس کے الفاظ ہیں ﴿اذا کبر الی الصلوۃ نشر اصابعہ﴾ "اور ابوداؤد کی روایت میں الفاظ ہیں ﴿اذا دخل فی الصلوۃ رفع یدیہ مدا﴾ اور مستدرک حاکم کے الفاظ یہ ہیں ﴿ولم یفرج بین اصابعہ ولم یضمھا﴾ قارئین کرام! یہاں محققین کی علمیت دیکھیں اور ان غیر مقلدین عوام کو داد دیں جو آنکھیں بند کر کے ان محققین کی جامد تقلید کرتے ہیں۔ ترمذی کی روایت کا مطلب ہے "انگلیاں سیدھی رکھتے" اگر نشر کا وہی معنی مراد لیا جائے جو ان محققین نے لیا ہے تو پھر مستدرک حاکم کی حدیث ﴿کان ینشر اصابعہ فی الصلوۃ نشرا﴾ 319/1.1 قدیمی کتب خانہ، کا معنی یوں بنے گا "آپ ﷺ انگلیاں مکمل طور پر کھلی رکھتے" جبکہ محققین کہتے ہیں کہ نارمل طریقے پر کھلی رکھیں اور ابوداؤد کی حدیث کا مطلب یہ ہے "دونوں ہاتھ لمبے کر کے اٹھاتے" اور محققین معنی کرتے ہیں انگلیاں کھلی رکھیں۔

احادیث مبارکہ کے الفاظ اور محققین کے ترجمہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جو عربی کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی سمجھ سکتا ہے، جو احادیث کے معنی کو نہیں جانتے اور بن بیٹھے محقق تو ان کے بارے میں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ سوائے اس کے ﴿یفتون بغیر علم فضلوا واضلوا﴾

(2) اسی عنوان کے تحت تکبیر اولیٰ میں ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں اس بارے میں دو روایات لائے ہیں۔

(1) رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ (بخاری شریف)

(2) نبی کریم ﷺ (کبھی کبھی) ہاتھ کانوں تک بلند فرماتے۔ (مسلم شریف)

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! دونوں احادیث کا مضمون ایک ہے جبکہ یہ محققین ایک حدیث کے ترجمہ میں (کبھی کبھی) کے الفاظ اپنی طرف سے ڈالتے ہیں یہاں ان الفاظ کے ڈالنے کا کوئی قرینہ نہیں سوائے اس کے کہ محققین حضرات کا مسلک چونکہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانا ہے اور احادیث کو توڑ مروڑ (نعوذ باللہ) کر اپنا مسلک ثابت کرنا ان کا مسلکی فریضہ ہے۔ اسی عادت بد کی وجہ سے یہ الفاظ ڈالے ہیں، ورنہ تو یہ الفاظ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے والی روایت میں کیوں نہیں ڈالے۔

تبصرہ ب:۔

مسلم شریف کی یہی حدیث صفحہ 391 جس میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے اسی روایت میں رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا بھی ذکر ہے اور مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین بمع محققین کا اسی پر عمل ہے اور یہی حدیث ان کی مرکزی دلیل بھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آدھی حدیث پر عمل کرنا، رفع یدین کی صورت میں اور آدھی پر عمل نہ کرنا یعنی کانوں تک ہاتھ نہ اٹھانے میں، کیا راز ہے اس میں؟ ایک ہی حدیث میں یہ تفریق کیوں؟ ان محققین کے ایک

شامل کار محقق عبدالصمد رفیقی فرماتے ہیں ''مگر افسوس کہ بعض لوگ محض اپنے فقہی مسلک کی پیروی میں انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی حدیث میں بیان شدہ دوہری اقامت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر دوہری اذان پر کبھی عمل نہیں کرتے۔ (نماز نبوی صفحہ 140 حاشیہ پر) اس موقع پر ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں ﴿تامرون بالمعروف وتنسو ن انفسکم﴾

تبصرہ ج:۔

ہم تو محقق نہیں ہیں اور یہ حضرات تو بڑے محققین ہیں اس لئے ان کی یہ تحقیق کم از کم غیر مقلدین کے ہاں تو لازماً قابل عمل ہوگی۔ چونکہ حدیث میں انہوں نے کبھی کبھی کا بریکٹ تحقیق کر کے لگایا ہوگا اس لئے اب اس نئی تحقیق کے مطابق آگے پوری حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا ''رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت آپؐ کبھی کبھی رفع یدین کرتے تھے''۔ اور چونکہ غیر مقلدین کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانے پر کبھی کبھی بھی نہیں ہے اس لئے رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی یہی کریں۔

(3) اسی عنوان میں شیخ البانی غیر مقلد کی متفقہ طور پر تمام محققین تقلید کرتے ہوئے بلاحوالہ لکھتے ہیں ''رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں سے کانوں کو چھونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ان کو چھونا بدعت ہے یا وسوسہ۔۔۔۔۔''۔

تبصرہ:۔

(نماز نبوی قدیم صفحہ 130 پر لکھتے ہیں کہ ''صف میں سے کسی مقتدی کو پیچھے کھینچنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں''۔ پھر دوسری سطر میں لکھا ''البتہ ایک امام اور ایک مقتدی والے مسئلہ پر قیاس کرکے اس کا جواز ملتا ہے''۔ اب سوال یہ ہے کہ ایک مقام پر جو مسئلہ صحیح حدیث میں نہ ہو پھر بھی براستہ قیاس جائز ہوتا ہے اور دوسرے مقام پر حدیث میں اشارہ موجود ہو پھر بھی وہ مسئلہ بدعت اور وسوسہ ٹھہرے یہ برطانوی منطق سمجھ سے بالاتر ہے۔ اگر صحیح حدیث نہ ہونے کی وجہ سے

بدعت ہے تو صحیح حدیث نہ ہونے کے باوجود وہاں جائز کیوں ٹھہرا (بینو ا فتو جرو) نیز یہ شیخ البانی غیر مقلد کیا تمہارے (نعوذ باللہ) انبیاء کی فہرست میں شامل ہیں: کہیں کتاب کا نام نماز نبوی رکھنے سے اس طرف تو سرنگ نہیں بنائی جارہی؟

سینے پر ہاتھ باندھنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 144 جدید صفحہ 184)

(1) اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں ''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھا''۔ (بحوالہ ابن خزیمہ)

تبصرہ:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ہیں جو عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور خود محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب ان کو متعدد مقامات (تفصیل گزر چکی) پر مدلس تسلیم کر چکے ہیں اب چونکہ مسئلہ ان کے مسلک کا تھا اس لئے ان کی روایت کو صحیح کہا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اسی روایت کی سند میں مؤمل بن اسماعیل کو ان کے غیر مقلد امام ناصر الدین البانی اور مبارک پوری دونوں ضعیف کہہ چکے ہیں (ابکار المنن) نماز نبوی جدید سے خاموشی کے ساتھ اس حدیث کو حذف کرکے یہ بھی ثبوت فراہم کردیا کہ ابن خزیمہ کا اپنی کتاب کا نام صحیح ابن خزیمہ رکھنے سے احادیث صحیح نہیں ہوتیں باقی حوالہ جات میں آنکھیں بند کرکے ابن خزیمہؒ کی تقلید کس حد تک قابل اعتماد ہے معاملہ واضح ہوگیا۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہے ''سیدنا ھلب الطائیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔

تبصرہ:۔

ترجمہ میں خیانت:۔

مسند احمد کی مذکورہ حدیث میں ''ید'' یعنی ہاتھ کا لفظ نہیں ہے یہ ترجمہ میں اپنی طرف سے بڑھایا گیا ہے اگر بڑھانا ہی تھا تو بریکٹ میں ڈال دیتے تا کہ پتہ تو چلتا کہ یہ حدیث کا لفظ نہیں ہے۔﴿من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعده من النار﴾ دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں راوی سماک بن حرب ہیں جس کو جمہور محدثین ضعیف کہتے ہیں، ان محققین کا اصول گزر چکا کہ ایسے راوی کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ احناف کی مخالفت کرنا تو ان کو یاد ہے مگر اپنے اصول نہیں۔ قارئین کرام! سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں محققین کو دو ہی روایات ملیں اور ان میں سے ایک روایت کے ضعیف ہونے کا خود ہی احساس ہو گیا اور نسخہ قدیم میں اپنے کیے ہوئے دعویٰ (یعنی صحیح احادیث کا) کے جھوٹ ہونے کا احساس ہو گیا اور اس جھوٹ کو نسخہ جدید سے پی گئے اور دوسری روایت کے ترجمہ میں خیانت کرنے کے باوجود بھی اپنا کام نہ چلا سکے کیونکہ روایت ان کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ہیں۔ ان کا مسلک صرف احناف کی مخالفت کرنا ہے چاہے اس کیلئے کتنے ہی بودے قسم کے دلائل لانے پڑیں۔﴿وان اوهن البيوت لبيت العنكبوت﴾

(3) اسی عنوان کے تحت محققین! حضرت علیؓ کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لکھتے ہیں ''اسے امام بیہقی اور حافظ حجرؒ نے ضعیف قرار دیا اور امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ اس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

تبصرہ:۔

اس روایت کے ضعف کو ثابت کرنے کیلئے جن آئمہ کی بلاحوالہ تقلید کی گئی ہے یہ آپ ہی کے

اصول کے مطابق مکڑی کے جالے کے علاوہ کچھ نہیں۔

عورتوں اور مردوں کی ہیئت نماز میں کوئی فرق نہیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 145 جدید صفحہ 185)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو''۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے محققین فرماتے ہیں ''یعنی ہو بہو میرے طریقے کے مطابق سب عورتیں اور مرد نماز پڑھیں''۔

تبصرہ الف:۔

ان محققین حضرات کی عادت بد چلی آ رہی ہے کہ اپنے مسلکی مقصد کی خاطر جہاں چاہتے ہیں حدیث کو عام کر دیتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں خاص کر دیتے ہیں۔ احادیث مبارکہ کا اپنی مسلکی ضرورت کے مطابق یہ حشر محققین کے متفقہ مشورے سے کیا جاتا ہے۔ یہ نصیحت آپؐ نے حضرت مالک بن حویرث کے وفد کو بیس دن کے بعد رخصت کرتے وقت فرمائی تھی اس وفد میں ایک بھی عورت موجود نہ تھی یہ وفد سارا مردوں پر مشتمل تھا اس حدیث کو عام کر دیا اور (نماز نبوی جدید صفحہ 59) پر حدیث ﴿الماء طهور لا ينجسه شئ﴾ ۔ کو کنویں کے ساتھ خاص کر دیا اسی طرح حدیث ﴿ابردوا بالظهر﴾ کو محض اپنی مسلکی ضرورت کے تحت سفر کے ساتھ خاص کر دیا یہ دین ہے یا کوئی کھلونا؟ ﴿افرائیت من اتخذ الهه هواه﴾

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! جس حدیث کو محققین مردوں اور عورتوں سب کیلئے عام کر دیتے ہیں وہ یہ ہے'' حضرت مالک بن حویرثؓ نے حدیث بیان کی ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہم سب جوان اور ہم عمر تھے، ہم آپ کی خدمت میں بیس دن ٹھہرے رہے آنحضور ﷺ بہت شفیق

تھے جب آپؐ نے محسوس کیا کہ ہمارا دل اپنے گھر والوں کی طرف مشتاق ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اپنے گھر چلے جاؤ اور ان کے ساتھ رہو اور انہیں (دین کی باتیں) سکھاؤ اور بتاؤ (اسلام کے اعمال) اور بہت سی باتیں آپؐ نے کہیں جن میں بعض مجھے یاد ہیں اور بعض مجھے یاد نہیں ہیں اور (فرمایا کہ) جس طرح مجھے تم نے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح نماز پڑھو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک تمہارے لئے اذان دے اور جو سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔ بحوالہ (بخاری کتاب اخبار الاحاد باب ما جاء فی اجازۃ خبر الواحد الصدوق)۔قارئین کرام!۔۔۔ذرا غور کریں اگر یہ حدیث مردوں اور عورتوں کیلئے عام ہے تو پھر حدیث میں یہ بھی ہے کہ تم میں سے کوئی اذان دے اور جو سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔تو پھر ان محققین کو چاہیے بلکہ ان پر فرض ہے کہ ان کے ہاں کوئی عورت بھی مسجد میں اذان دے اور کسی بڑی قاریٔہ عورت کو مسجد کا امام بنائیں وہ امامت کرائے (تو پھر جس جگہ غیر مقلدین کی مسجد ہوگی وہاں کوئی بے نمازی نہیں ہوگا)۔ سبحان اللہ: لیکن افسوس کی ایک اور بات یہ ہے کہ یہاں بخاری کی اس حدیث میں بھی ہے کہ جو شخص سب سے بڑا ہو وہ امامت کرے اور پہلے (نماز نبوی صفحہ 145 پر بخاری کی حدیث 628) میں بھی یہ تھا کہ جو سب سے بڑا ہو وہ امامت کرائے۔

ان محققین کو اس مسئلہ میں سید البشر نبی اکرمﷺ سے بھی اختلاف ہے اسی لئے حدیث میں جہاں بڑے کی امامت کی بات ہو وہ حذف کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچے کو بھی امام بناؤ۔ نیز (نماز نبوی صفحہ 140) پر حاشیہ میں ایک محقق کو بعض لوگوں پر افسوس بھی کیا تھا کہ "ایک ہی حدیث میں بیان شدہ دوہری اقامت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں اور مگر دوہری اذان پر عمل نہیں کرتے"۔ محققین اب تو تم خود اس پوری حدیث پر اپنے اصول کے مطابق عمل کرو، اپنی مسجد کے امام اور مؤذن کسی عورت کو بناؤ۔ کیونکہ حدیث کو عام بھی تم ہی لوگوں نے کیا ہے۔اور کتاب کے سرورق کو

اس سے سجایا ہے۔

تبصرہ ج:۔

نیز اے محققین تمہارے ہی اصول کے مطابق یہ حدیث عورتوں کے بارے میں خاموش ہے۔(نماز نبوی قدیم 174 اور جدید صفحہ 218) پر حدیث دی ہے سیدنا ابوبکرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریمﷺ کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے اس وقت آپؐ رکوع میں تھے۔سیدنا ابوبکرہؓ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چل کر صف میں پہنچے۔نبی اکرمﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو آپؐ نے فرمایا "اللہ تیرا شوق زیادہ کرے آئندہ ایسا نہ کرنا"۔اس حدیث پر حاشیہ میں ایک صاحب فرماتے ہیں نبی اکرمﷺ نے ان کو رکعت لوٹانے کا حکم دیا تھا یا نہیں دیا تھا یا انہوں نے از خود رکعت لوٹائی تھی یا نہیں اس بارے میں حدیث خاموش ہے۔اس ضمن میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض ظن اور احتمال کی بنیاد پر کہا جاتا ہے"۔تمہارے ہی اصول کے مطابق یہ حدیث عورتوں کے بارے میں خاموش ہے لہذا محققین جو کچھ کہتے ہیں وہ محض ظن اور احتمال کی بنیاد پر کہتے ہیں (فتلک بتلک) پاؤں بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی:۔۔۔

تبصرہ د:۔

محققین حضرات نے موجبہ کلیہ کے طور پر کہا کہ مردوں اور عورتوں کیلئے ایک ہی شکل کی نماز، نماز کے سارے افعال دونوں کیلئے یکساں ہیں وغیرہ۔لیکن حاشیہ میں انہی محققین نے موجبہ کلیہ کو سالبہ جزئیہ سے توڑ دیا ہے۔حاشیہ پر فرماتے ہیں البتہ عورت کیلئے سر اور ٹخنے ڈھانپنا ضروری ہے جبکہ مرد پر لازم ہے کہ وہ تہبند یا شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے اور سر کا ڈھانپنا اس کیلئے ضروری نہیں۔کتاب میں کہا کہ مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں اور حاشیہ میں خود فرق بیان کر دیا۔ یہ ہیں غیر مقلدین کے محققین کہ جنکی تحقیق پر ان کو فخر ہے۔نبیﷺ نے فرمایا کہ جس طرح مجھے تم

نے نماز پڑھتے دیکھا اسی طرح نماز پڑھو بقول محققین یہ حدیث عورتوں اور مردوں کیلئے عام ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپؐ نے جب نماز پڑھی تو سر اور ٹخنے ڈھانپے ہوئے تھے یا نہیں اگر تھے تو پھر مردوں کو اس سے مستثنیٰ کیوں کیا کیونکہ حدیث تو عام ہے اور اگر نہیں تھے تو پھر عورتوں کو اس سے مستثنیٰ کیوں کیا؟ بہرصورت حدیث پر کسی صورت تمہارا عمل نہیں ہے: عمل بالحدیث کے دعوی کا مقصد سیدھے سادھے مسلمانوں کو دام فریب میں لانا ہے۔ نیز اگر مرد اور عورت کی نماز میں کوئی فرق نہیں تو آپ نے (نماز نبوی قدیم صفحہ 135 جدید صفحہ 173) پر یہ فرق کیوں بیان کیا کہ مرد امام کو لقمہ دیتے وقت سبحان اللہ کہے اور عورت ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارے اگر یہ فرق نہیں تو پھر فرق کس بلا کا نام ہے؟ مزید براں (نماز نبوی قدیم صفحہ 136 جدید صفحہ 173) پر آپ نے ایک اور فرق یہ بیان کیا کہ عورت امامت کی صورت میں دوسری عورتوں کے ساتھ صف میں برابر کھڑی ہوگی اور مرد امام صفوں سے آگے کھڑا ہوتا ہے: اگر یہ بھی فرق نہیں تو پھر فرق کس بلا کا نام ہے؟

آپ کہتے ہیں کہ عورت کا سر ڈھانپنا لازم ہے جبکہ مرد کی شرم گاہ بھی کھل جائے تو مسئلہ نہیں (جیسا کہ بچے کی امامت کے سلسلہ میں جس حدیث سے آپ نے استدلال کیا ہے، اس کو مکمل پڑھنے سے واضح ہے کہ بچے کی شرمگاہ بھی نظر آرہی تھی)۔

استفتاء

چونکہ (نماز نبوی قدیم صفحہ 130 اور جدید صفحہ 66) پر آپ محققین قیاس بھی کر چکے ہیں اس لئے اب تمام غیر مقلدین محققین سے حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ: اگر بچے کی امامت والے مسئلہ پر قیاس کر کے بچی کو امام بنا دیا جائے اور پھر بچے کی طرح بچی کی شرمگاہ بھی نظر آرہی ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ واضح کریں۔ (بینو فتوجرو)

سینے پر ہاتھ باندھنے کے بعد کی دعائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 146 جدید صفحہ 185)

اس عنوان کے تحت مختلف دعائیں ذکر کی ہیں جن میں سے دو یہ ہیں۔

1۔ سبحنک اللھم و بحمدک.... 2۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم.... (بحوالہ ابوداؤد، ترمذی و ابن ماجہ)

تبصرہ:۔

پہلی دعاء کے بارے میں حدیث میں صاف الفاظ ہیں ﴿اذا قام من الیل﴾ یعنی جب نماز تہجد کیلئے کھڑے ہوتے۔ یہ حدیث تو رات کی نماز کے ساتھ خاص تھی تو تم محققین نے اس کو کیسے عام کر دیا کیا یہ دین میں مداخلت نہیں؟ جب مسلک کی ضرورت ہو تو حدیث کو خاص، عام کرنے کی ضرورت ہو تو عام کر دیتے ہو۔ نیز امام ترمذیؒ خود اسی حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعیدؒ (اس حدیث کے ایک راوی) علی بن علی (اس حدیث کے دوسرے راوی) پر کلام کرتے ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ صحیح نہیں۔ اب امام احمدؒ کی بات مانیں یا آپ جیسے محققین کی؟ اس دعا کے بارے میں ابن خزیمہؒ (پر جھوٹ باندھ کر) سے تصحیح نقل کی لیکن ابن خزیمہؒ نے اس دعا کے بارے میں جو کچھ کہا ہے اس کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ غیر مقلدین عوام ابن خزیمہ کو نہیں دیکھیں گے اور آپ کی اندھی تقلید کریں گے۔ امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں "امام ابوبکرؒ فرماتے ہیں، یہ خبر دعا کے بارے میں نہ تو زمانہ قدیم میں سنی گئی اور نہ ہی زمانہ جدید میں"۔ نیز ابن خزیمہؒ پر دوسرا جھوٹ **اعوذ باللہ السمیع العلیم...** کی تصحیح کا باندھا، یہ جھوٹ کی انتہاء ہے کیونکہ حدیث نمبر 467 پہلی دعا کے بارے میں ہے دوسری کے بارے میں نہیں۔ **اللھم احفظنا من الکذب۔**

بسم اللہ کے بارے میں محققین کا تذبذب

(نماز نبوی قدیم صفحہ 149 جدید صفحہ 190)

قارئین کرام! محققین کا تذبذب اور دورخی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ بسم اللہ جہر سے پڑھنے کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے: دلیل کے طور پر کہتے ہیں ''سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی وہ بلند آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے یعنی بسم اللہ سراً (آہستہ) پڑھتے تھے، امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ زور سے پڑھنے کی کوئی صریح حدیث نہیں۔ قارئین کرام! اس مسئلہ میں نماز نبوی کے نامور محقق زبیر علی زئی کذاب کا فتوی تسہیل الوصول میں ملاحظہ ہو'' حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپؓ نے بسم اللہ بالجہر (بلند آواز سے) پڑھی'' (بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ) محقق فرماتے ہیں کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے دیکھئے میری کتاب ھدیۃ المسلمین فی جمع الاربعین ---- جناب عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن زبیرؓ سے ہی بسم اللہ بالجہر ثابت ہے ---- حکیم صادق اور دیگر علمائے حدیث کا یہ فیصلہ بالکل صحیح ہے کہ بسم اللہ آہستہ یا پکار کر پڑھنا دونوں ثابت ہے''۔ اب ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ دونوں میں سے کون سا فتوی صحیح ہے: نماز نبوی والا یا تسہیل الوصول والا؟ بہر حال ایک میں تو یقین طور پر جھوٹے ہو۔ نیز ہم یہ بھی پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ کے ہاں صحابہؓ کے افعال و اقوال حجت ہیں یا نہیں اگر ہیں تو پھر بہت کچھ ماننا پڑے گا اگر نہیں تو پھر مذکورہ بالا فتوی کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر صحابہؓ کے افعال و اقوال حجت ہیں تو پھر ماہنامہ الحدیث میں اس کے متضاد دعوی کیوں کیا۔ ماننا پڑے گا کہ آپ کے فتووں کی بنیاد بغض احناف ہے۔

نماز اور سورۂ فاتحہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 150 جدید صفحہ 190)

اس عنوان کے تحت پہلی حدیث یہ دی ہے۔ ترجمہ ''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں'':

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث تو مقتدی کے بارے میں خاموش ہے جیسا کہ آپ محققین حضرات فرماتے ہیں (نماز نبوی قدیم صفحہ 174 جدید صفحہ 218) حاشیہ ''نبی اکرم ﷺ نے ان کو رکعت لوٹانے کا حکم دیا تھا نہیں یا انہوں نے ازخود رکعت لوٹائی تھی یا نہیں؟ اس کے متعلق حدیث خاموش ہے۔ اس ضمن میں جو کچھ بھی (محققین کی طرف سے) کہا جاتا ہے وہ محض ظن اور احتمال کی بنیاد پر کہا جاتا ہے'' تو آپ ہی کے اصول کے مطابق مقتدی کے بارے میں خاموش ہے۔ خچر سے کسی نے پوچھا تمہارا باپ کون ہے خچر نے کہا گھوڑا میرا ماموں ہے۔-----

تبصرہ ب:۔

آپ ہی کے اصول کے مطابق یہ حدیث مقتدی کی قرات فاتحہ کیلئے قابل استدلال نہیں ہے کیونکہ محقق حافظ زبیر علی کرزئی کذاب کا اصول ہے:'' ہر خاص دلیل ہر عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے مثلاً مردار عموماً حرام ہے اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا''۔ (نور العینین صفحہ 58) آپ کی نقل کردہ یہ حدیث آپ ہی کے قول کے مطابق عام ہے جو ہر نماز اور نمازی پر مشتمل ہے جیسا کہ حاشیہ میں محققین نے خوب واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے مقابلے میں خاص دلیل یہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں وعظ کہا اور سنن کا بیان فرمایا، نماز سکھائی اور فرمایا: جب نماز پڑھنے لگو تو صفوں کو

سیدھا کرو، پھر تم میں سے کوئی امامت کرے، جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو، جب قرأت
کرے تو خاموش ہو جاؤ''۔(**صحیح مسلم کتاب الصلوۃ باب التشھد فی الصلوۃ**)
تمہاری نقل کردہ حدیث عبادہ بن صامتؓ عام ہے اور صحیح مسلم میں حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ خاص
ہے لہذا ہر خاص دلیل یعنی حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ ہر عام دلیل یعنی حدیث عبادہ بن صامتؓ پر
مقدم ہوگی۔لہذا تمہارے ہی اصول کے مطابق حدیث عبادہ بن صامتؓ سے حدیث ابوموسیٰ
اشعریؓ کے مقابلے میں استدلال کرنا باطل ٹھہرا اور یہ ہم نہیں بلکہ غیر مقلدین کے امام علامۃ الدھر
واتھر ذھبی دوران حافظ زبیر علی کرزئی اپنی زبان مبارک سے سمجھاتے ہیں۔اللہ ان کو مزید ایسے
اصول بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔**ان اللہ لیئوید ھذا للدین باالرجل الفاجر۔(صحیح
بخاری کتاب الجہاد باب ان اللہ یئو الدین باالرجل الفاجر)**۔

تبصرہ ج:۔

آپ محققین کا دعویٰ ہے عموم مصلین کا یعنی کہ امام ہو، یا مقتدی، یا منفرد، ہر مصلی کیلئے قرأت
فاتحہ ضروری ہے: اور عبادہ بن صامتؓ کی مذکورہ حدیث میں تو عموم صلوۃ کا بیان ہے یعنی کہ ہر نماز
کیلئے فاتحہ پڑھنا ضروری ہے چاہے انفرادی نماز ہو یا اجتماعی اجتماعی میں امام پڑھتا ہے اور
انفرادی میں منفرد پڑھتا ہے۔لہذا کوئی نماز بغیر فاتحہ کے نہ ہوئی۔

تبصرہ د:۔

نیز انہی ذھبی دوران نے اصول بنائے ہیں کہ۔

(1)۔ حدیث کے معانی کو علما جانتے ہیں۔(مترجم موطا امام مالک صفحہ 65)

(2)۔ کتاب وسنت کا وہی مفہوم معتبر ومستند ہے جو سلف الصالحین سے بلا اختلاف ثابت
ہے اگر کسی بات میں ان کا اختلاف ہو راجح کو ترجیح دی جائے گی۔(مترجم موطا امام مالک صفحہ

--------) قارئین کرام! محقق صاحب کے اصول کو سامنے رکھ کر ذرا علمائے سلف کو دیکھتے
ہیں کہ وہ اس حدیث کا کیا مطلب بیان کرتے ہیں۔

صحابہ کرام:۔

(1)۔ خلیفہ راشد حضرت عمرؓ فرماتے ہیں'' تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے''۔
(مصنف ابن ابی شیبہ، الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)

(2)۔ خلیفہ راشد حضرت علیؓ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہو وہ فطرت پر
نہیں ہے۔**(طحاوی باب القراۃ خلف الامام،مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب
من کرہ القراۃ خلف الامام)**

(3)۔ حبر الامہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اس حدیث کو منفرد کے بارے میں ہی سمجھتے تھے
''ابن مسعودؓ نماز پڑھا رہے تھے،لوگوں کو دیکھا کہ امام کے ساتھ خود بھی قرأت کررہے ہیں: تو
نماز ختم کرکے فرمایا، تمہیں کیا ہوگیا کہ قرآن سنتے نہیں سمجھتے نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خاموش رہ کر
سننے کی ہدایت فرمائی ہے''۔(تفسیر ابن کثیر سورہ اعراف آیت نمبر 204)

(4)۔ سیدنا جابر عبداللہؓ فرماتے ہیں''جس نے ایک بھی رکعت نماز پڑھی اس میں سورہ
فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی (یعنی نماز نہیں ہوئی) مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو(یعنی امام
کے پیچھے ہو تو پھر فاتحہ نہیں پڑھے)**(موطا امام مالک کتاب الصلوۃ باب ماجاء فی ام
القرآن)**

(5)۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے پوچھا جاتا کہ (مقتدی) امام کے پیچھے پڑھے یا نہیں؟
حضرت ابن عمرؓ فرماتے''جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے ہو(نماز باجماعت میں) تو اس کیلئے
امام کی قرأت کافی ہے اور جب اکیلے نماز پڑھے تو پھر قرأت کرے۔**(موطا امام مالک**

كتاب الصلوۃباب ترک القراہ خلف الامام.)

(6)۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کاقول ہے قرآن پڑھاجانے لگےتو خاموشی سے سنو یعنی جب کہ صلوۃ مفروضہ میں پڑھا جارہا ہو۔(تفسیر ابن کثیر سورہ اعراف آیت نمبر204)

(7)۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

(8) حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جوشخص امام کے پیچھے قرأت کرے میں چاہتاہوں کہ اس کے منہ میں انگارہ ہو۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

(9) حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں جوشخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کی نماز ہی نہیں۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

(10) حضرت عبداللہ بن شدادؓ فرماتے ہیں جب امام ہوتوامام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے یعنی مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے بلکہ امام کی قرأت اس کیلئے کافی ہے۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

تلك عشرة كاملة.

محققین سے ایک چھوٹا سا سوال ہے کہ کیا یہ صحابہ کرام آپ کے سلف نہیں ہیں یا ایرانیوں سے کوئی گٹھ جوڑ ہے؟

آئمہ متبوعین کے اقوال:۔

(1) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ''مقتدی امام کے پیچھے کسی صورت قرأت نہ کرے

(کتاب الاثار باب قرات خلف الامام.)

(2) امام مالکؒ فرماتے ہیں ''جب امام جہری نماز میں قرأت کررہاہوتو مقتدی نہ پڑھے یہی مجھے پسند ہے۔**(موطا امام مالک القراۃ خلف الامام فیما لا یجھر فیه.)**

(3) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں ''آپ کا یہ قول کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی اکیلے نماز پڑھنے والے پر محمول ہے: ان کا استدلال حضرت جابرؓ کی حدیث سے ہے کہ انہوں نے فرمایا جس شخص نے کسی رکعت میں سورہ فاتحہ نہیں پڑھی گویا اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کی اقتدا میں ہو یہ معنی حضور اکرمﷺ کے صحابی (حضرت جابرؓ) نے بیان فرمایا ہے کہ یہ حدیث منفرد کی نماز پر محمول ہے۔**(ترمذی ،الصلوۃ باب ماجاء فی ترک القراۃ خلف الامام)۔**

(4) امام سفیانؒ فرماتے ہیں ''یہ(سورہ فاتحہ پڑھنے کا) حکم اس شخص کیلئے ہے جو تنہا نماز پڑھے''۔**(ابو داؤد، من ترک القراۃ فی صلوته)**

(5) سعید ابن میتبؒ فرماتے ہیں ''(جب تم امام کے پیچھے ہو تو) امام کیلئے خاموش رہا کرو''۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

(6) امام ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں ''مقتدی کیلئے امام کے پیچھے قرأت کرنا مکروہ ہے''۔
(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)

(7) امام ضحاکؒ فرماتے ہیں ''(مقتدی کو) امام کے پیچھے قرأت کرنے سے روکتے تھے''۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ خلف الامام.)**

(8) سعید بن جبیر تابعیؒ فرماتے ہیں ''(مقتدی کیلئے) امام کے پیچھے کوئی قرأت نہیں ہے''۔**(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ)**

(9) سوید بن غفلہ ؒ فرماتے ہیں "(مقتدی تو) ظہر اور عصر میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے" **(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ)**

(10) ابو وائل ؒ فرماتے ہیں "(اے مقتدی) تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے"۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ الصلوۃ باب من کرہ القراۃ)**

تلک عشرۃ کاملۃ

کیا یہ آئمہ تمہارے سلف الصالحین میں شامل نہیں ہیں؟ چونکہ تمہارے مسلک کے خلاف ہیں اس لئے سب کے اقوال (نعوذ باللہ) مردود ہیں کیونکہ تمہاری مسلکی مجبوری ہے۔

حرف آخر:۔

اللہ جل شانہ نے بھی یہی سمجھایا ہے کہ جب امام پڑھ رہا ہو تو تم خاموش ہو کر سن لیا کرو۔ ﴿**واذا قریء القرآن فاستمعواله وانصتو لعلکم ترحمون**﴾۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں "مومن کیلئے استماع قرآن میں وسعت ہے، لیکن جب فرض نماز (نماز با جماعت) پڑھی جا رہی ہو، جمعہ کا خطبہ ہو رہا ہو، عیدین کا خطبہ ہو رہا ہو، تو اس صورت میں جب قرأت قرآن ہو رہی ہو تو پھر خاموش رہو اور سنو۔ (**بیھقی الصلوۃ**) امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ اس پر تو اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ بحوالہ مجموعہ رسائل لکھنوی، علامہ ابن عبدالبر بھی استذکار میں یہی فرماتے ہیں۔ سرور کونین ﷺ نے بھی یہی سمجھایا کہ جب مقتدی امام کے پیچھے ہو تو قرأت نہ کرے بلکہ امام کی قرأت مقتدی کیلئے کافی ہے (**بیھقی الصلوۃ باب من قال لا یقراء خلف الامام علی الاطلاق**)۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں "سلف کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرأت سن رہا ہو تو نہ پڑھے"۔ مجموعہ فتاوی ابن تیمیہ بحوالہ احسن البیان سعودی نسخہ۔ اور دار الاسلام پاکستانی نسخہ میں

لاجواب "دیانت" کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز نبوی کے ایک محقق صلاح الدین یوسف نے اس کو نکال دیا ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ جہری نماز میں ان محققین کے امام، محدث شام، ناصر الدین البانی غیر مقلد، بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے اور (صفۃ صلوۃ النبی ؐ صفحہ 80) پر فرماتے ہیں کہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام منسوخ ہے، **وللہ الحمد**. خلاصہ یہ ہے کہ جن کو اللہ اور رسول سے اختلاف ہو، صحابہ ؓ اور آئمہ متبوعین سے اختلاف ہو تو ضد میں آکر اپنے امام کی بات ٹھکرا دینا ان کیلئے کیا مشکل ہے۔

(2)۔ حاشیہ پر ایک اور محقق دوران فرماتے ہیں "اس حدیث میں سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نماز میں ہو خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ رہا ہو یا نفل سورۃ فاتحہ پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہوگی"۔

تبصرہ الف:۔

امام عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں "جو شخص امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھے میں اس کی نماز کو جائز سمجھتا ہوں۔ (**باب ما جاء فی ترک القرأۃ خلف الامام، ترمذی**)۔ امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو بھی اس بات کا قائل نہیں پایا کہ جہری نماز میں مقتدی قرأت نہ کرے تو اس کی نماز نہیں ہوگی"۔ (المغنی 262/2 بحوالہ مجموعہ مقالات) شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں۔ قرأت امام کے وقت مقتدی کو، خاموش ہو کر سننے کا حکم قرآن اور سنت صحیحہ میں موجود ہے اور جہری نماز میں مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا منکر ہے اور مخالف کتاب وسنت ہے" (فتاوی ابن تیمیہ ؒ 342/22) اور امام احمد ؒ فرماتے ہیں (اے محققین دیکھو) "یہ رسول پاک ﷺ، اور یہ آپ کے صحابہ ؓ اور یہ ہیں صحابہ ؓ کے تابعین ؒ اور یہ ہیں اہل حجاز کے امام مالک ؒ اور یہ ہیں اہل عراق میں سفیان ثوری ؒ، اور یہ ہیں شام میں امام اوزاعی ؒ

اور یہ ہیں اہل مصر میں امام لیث ؒ ان میں سے کوئی بھی مقتدی کے بارے میں جب امام قرأت کرے اور مقتدی نہ کرے، یہ نہیں کہتا کہ اس کی نماز نہیں ہوئی۔ (المغنی 262/2 بحوالہ مجموعہ مقالات)۔ اب محققین سے ایک سوال یہ ہے کہ ان آئمہ کرام، تابعین عظام ؒ، صحابہ کرام ؓ اور خیر البشر ﷺ کے بارے میں آپ کا کیا فتوی ہے؟ آپ ؐ سے لے کر ان آئمہ تک اور ان آئمہ سے لے کر آج تک پوری امت (سوائے غیر مقلدین کے) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ ان کی نمازیں ہوئیں یا نہیں ہوئیں؟ ہمارا ایمان ہے اور سو فیصد یقین سے دعوی کرتے ہیں کہ خیر البشر ﷺ، صحابہ کرام ؓ، تابعین عظام، آئمہ کرام سچے اور حق پر ہیں جو ان کے خلاف کچھ کہے وہ دجال من دجاجلہ ہوگا اور ابن سلول سے منسلک شخصیت ہوگی۔

تبصرہ ب:۔

جس روایت سے محقق عام مراد لیتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ انہوں نے کس دلیل کی بنیاد پر من کو عام کیا ہے یہ تو محض ظن ہے اور ﴿ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ﴾ کیونکہ من عموم کیلئے وضع نہیں ہے اور یہاں تو من کے خاص ہونے کے قوی دلائل اور قرائن موجود ہیں 'من' خاص ہونے کی دلیل: ﴿ و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون ﴾ (سورہ اعراف) حدیث '' جب امام قرأت کرے تو تم (مقتدی) خاموش رہو'' (صحیح مسلم) قول عبد اللہ بن عمر ؓ اور جابر بن عبد اللہ ؓ موطا امام مالک ؒ۔ یوں ہی آنکھیں بند کر کے 'من' عموم کیلئے ہوتا ہے تو پھر، ﴿ و یستغفرون لمن فی الارض ﴾ اس آیت میں آپ کیا گل کھلائیں گے اگر آنکھوں سے 'عناد' کی پٹی اتاری جائے اور حدیث میں غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ اس حدیث سے نہ تو فرضیت یا وجوبیت ثابت ہوتی ہے اور نہ 'من' عام ہے۔

پہلا قرینہ:۔

پورے ذخیرہ احادیث میں ایسی ایک روایت بھی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں پیغمبر ﷺ نے ابتدائی طور پر صراحت کے ساتھ مقتدی کو قرأت قرآن یا قرأت فاتحہ کا حکم دیا ہو۔

دوسرا قرینہ:۔

• جب ابتدائی طور پر آپ ؐ نے یہی فرمایا، تو معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے یہ قرأت کا عمل تمام مقتدیوں کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ روایات میں سوال و جواب پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی کہ یہ عمل چند معدودے مقتدیوں یا ایک ہی مقتدی کا ہے، جیسا کہ پیغمبر ﷺ کے سوال میں ہے۔ ﴿ هل قرأ احد'' منکم ﴾ (ترمذی، ابوداؤد) اب جواب کو دیکھیں بعض روایات میں ﴿ قال بعضهم نعم ﴾ اور بعض روایات میں۔ ﴿ فقال رجل نعم ﴾

تیسرا قرینہ:۔

آپ ؐ نے جس انداز میں پھر صحابہ کرام ؓ کو سمجھایا کہ نماز جیسی اہم عبادت میں یہ انداز خصوصاً پھر صحابہ کرام سے یہ بھی نہیں فرمایا کہ اس سے پہلے تم لوگوں نے فاتحہ کیوں نہیں پڑھی۔ اور اگر بقول آپ کے نماز اس کے بغیر مقتدی کی بھی نہیں ہوتی، تو پھر آپ ؐ نے صحابہ کرام ؓ کو گزشتہ نمازیں لوٹانے کا حکم کیوں نہیں فرمایا۔ یا یہ کیوں نہ فرمایا کہ تم باقی لوگوں نے کیا سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی؟ کیا آپ محققین حضرات کا نماز جیسی اہم عبادت کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ آپ ؐ نے اس معاملہ میں (نعوذ باللہ) مداہنت سے کام لیا ہے۔

تبصرہ ج:۔

آپ کے محققین کا اصول ہے '' ثقہ و صدوق راوی کی زیادت کو ہمیشہ ترجیح حاصل ہے، مثلاً ایک ثقہ و صدوق کسی سند یا متن میں کچھ اضافہ بیان کرتا ہے، فرض کریں یہ اضافہ ایک ہزار راوی

بیان نہیں کرتے، تب بھی اسی اضافے کا اعتبار ہوگا اور اسے صحیح یا حسن سمجھا جائے گا، ایسی صور[ت]
میں یہ کہنا کہ فلاں فلاں راوی نے یہ الفاظ بیان نہیں کئے، مخالفت کی ہے، مردود ہے''۔ (موطا
امام مالک زبیر کرزئی صفحہ 55) اب تمہارے ہی اصول کے مطابق صحیح مسلم کی روایت میں
﴿ فصاعدا ﴾ کی زیادتی قابل اعتبار ہے اور اس پر بھی عمل کرنا فرض ہوگا۔ اب صرف سورۃ فا[تحہ]
کو مقتدی کیلئے لازم کرنا اور مزید قرأت کو لازم نہ کرنا حدیث میں یہ اپنی مرضی کا تصرف کیوں؟
مسلکی ضرورت کیلئے احادیث کو یوں اپنے تصرف کا شکار بنانا یہ اہل وکٹوریہ کا عمل تو ہوسکتا ہے لیکن
اہل حدیث کا نہیں۔ کم از کم اپنے اصول کا ہی لحاظ رکھتے۔

(3) محققین یہاں حضرت عبادہ بن صامتؓ کی حدیث لائے ہیں ''سیدنا عبادہ بن صامتؓ
روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تھے، آپ نے قرآن پڑھا، پس آپؐ
پر پڑھنا بھاری ہوگیا جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے
ہو۔۔۔'' دوسری حدیث دی ہیں ''ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''میں
(اپنے دل میں) کہتا تھا کہ قرآن کا پڑھنا مجھ پر دشوار کیوں (ہو رہا) ہے''۔ پس جب اونچی
آواز سے پڑھوں (جہری نماز میں) تو قرآن سے سورۃ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو''۔

تبصرہ الف:۔

یہ حضرت عبادہؓ بن صامت کی ایک ہی روایت ہے محققین نے صرف عدد بڑھانے کیلئے ایسا
کیا ہے۔ روایت ایک ہی ہے۔ حدیث میں آپؐ کے یہ الفاظ ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرأت
کرتے ہو'' اس سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ آپؐ کا نقطہ نظر اس سے پہلے یہ تھا کہ
میرے صحابہؓ امام کے پیچھے نہیں پڑھتے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آپؐ نے اس سے پہلے کبھی
امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو

[ن]مازیں لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ اگر کوئی ضد کی پٹی آنکھوں سے اتار دے اور تھوڑا سا غور کرے
[ت]و معلوم ہو جائے گا کہ امام کے پیچھے پڑھنا لازم نہیں۔

[تبص]رہ ب:۔

اسی حدیث کے بعد محققین کی نقل کردہ حدیث ابوھریرہؓ اور حدیث انسؓ سے اس حدیث کی
[تف]سیر ہو رہی ہے کہ یہ سورۃ دل میں پڑھو، یعنی اس میں غور کرو، کیونکہ ابوھریرہؓ صحابی خود اس
[حد]یث کو نقل کرتے ہیں اور یہ پھر خود تفسیر بھی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام کے
[پیچھے] اس کو دل میں پڑھے یعنی اس میں غور و فکر کرے۔ اگر وہی مطلب ہوتا جو محققین لینا چاہتے
[ہی]ں (جو حدیث کے ساتھ محض سینہ زوری اور حدیث کو موڑ کر اپنا مطلب نکالنے والی بات ہے) تو
ابوہریرہؓ ﴿فی نفسک﴾ کی بجائے ﴿ سرّاً ﴾ فرماتے۔

[تب]صرہ ج:۔

عبادہ بن صامتؓ کی (حدیث نمبر 824) بھی محققین حضرات پوری نہیں لائے کیونکہ یہ
[ب]ات ان کے مسلک کے خلاف جا رہی تھی۔ وہ اس طرح کہ نافع بن محمود بن ربیع کہتے ہیں''۔۔۔
۔ ابونعیم بلند آواز سے قرأت کر رہے تھے مگر عبادہؓ نے سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دی۔ جب وہ
[ن]ماز پڑھ چکے تو میں نے عبادہؓ سے کہا کہ میں نے آپ کو سورۃ فاتحہ پڑھتے سنا ہے حالانکہ ابونعیم بلند
آواز سے قرأت کر رہے تھے۔۔۔۔۔۔'' اس عبارت سے یہ بات واضح ہوئی کہ نافعؒ نے
دوسرے صحابہ کرامؓ سے یہی سیکھا تھا کہ مقتدی قرأت فاتحہ نہ کرے اور تمام صحابہ کو اسی طرح دیکھتے
چلے آرہے تھے اسی لئے ان کو حضرت عبادہؓ کا یہ عمل اجنبی اور خلاف عادت لگا۔ تبھی تو وہ پوچھ
رہے ہیں کہ میں نے آپ کو امام کے پیچھے قرأت کرتے دیکھا یعنی میں نے اور کسی کو ایسا کرتے
کبھی بھی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سوال اس بات پر کیا جاتا ہے جو عام عادت کے خلاف

ہو مثلاً اگر احناف کی مسجد میں کوئی غیر مقلد آ کر نماز پڑھے اور تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھا کر سینے پر باندھ لے تو حاضرین اس کے اس فعل کو خلاف عادت جان کر پوچھیں گے کہ کیا تم نے اپنی ' بے بے' سے نماز سیکھی ہے پس معلوم ہوا کہ خیر القرون میں عام عمل اور خصوصاً صحابہ کرام کا عمل اس دور کے محققین کے خلاف تھا۔ اور امام کے پیچھے قرأت کرنا یہ حضرت عبادہؓ کا تمام صحابہ کرامؓ مجتہدین و محدثین سے جداگانہ مسلک تھا۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ تمام بحث اس وقت ہے جب عبادہ بن صامتؓ کی یہ حدیث صحیح ثابت ہو جائے لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اس حدیث میں اتنا شدید اضطراب ہے کہ شاید ایسا کسی حدیث میں ہو۔ چنانچہ اضطراب فی السند ملاحظہ کریں۔

(1) مکحول: عن عبادۃ: (دار قطنی نمبر 1230، ابوداؤد نمبر 825)

(2) مکحول: عن نافع بن محمود عن عبادۃ (ابوداؤد نمبر 824)

(3) مکحول: عن محمود بن ربیع عن عبادۃ (ترمذی: ابوداؤد نمبر 823)

(4) مکحول: عن محمود بن ربیع عن ابی نعیم انہ سمع عبادۃ: (دار قطنی نمبر 1203)

(5) مکحول: عن نافع عن محمود عن عبادۃ: (دار قطنی نمبر 1205)

(6) مکحول: عن عبداللہ بن عمرو: (ماردینی بحوالہ: اعدل الکلام)

(7) مکحول: عن رجاء بن حیوۃ عن عبداللہ بن عمرو (ماردینی ایضاً)

(8) عن مکحول: عن رجاء نبی حیوۃ عن محمود موقوفاً علی عبادۃ۔ (ماردینی)

قارئین کرام! بنظر انصاف دیکھیں کہ حضرت مکحولؒ کہیں تو، سیدنا عبادۃ بن صامتؓ سے روایت کرتے ہیں کہیں نافع سے، کہیں محمود بن ربیع سے کہیں سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے، اور کہیں

رجاء بن حیوۃ سے۔ اس شدید اضطراب کی وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ حدیث 'مرفوع' ہے یا 'موقوف'، متصل یا منقطع۔ نیز اس میں یہ معلوم کرنا بھی مشکل ہے کہ سیدنا عبادہؓ نے یہ روایت حضرت نافعؒ کے سامنے بیان فرمائی تھی، جو ان کے نواسے تھے، یا حضرت ابونعیم محمود بن ربیع کے سامنے جو ان کے داماد تھے۔ نیز اس میں یہ فیصلہ بھی مشکل ہے کہ حضرت ابونعیم محمود بن ربیع کے علاوہ ان کے ہم عصر کوئی اور بھی ابونعیم بھی تھے جنہوں نے نماز پڑھائی: جیسا کہ (مستدرک حاکم 364/1) سے معلوم ہوتا ہے، کہ محمود فرماتے تھے کہ میں سیدنا ابوعبادہؓ کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ نیز یہ بھی معلوم کرنا مشکل ہے کہ یہ واقعہ سیدنا عبادہؓ کا ہے، یا سیدنا عبداللہ بن عمروؓ کا؟ نیز یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا کہ واقعہ عہد نبوی ﷺ کا ہے یا وفات نبویؐ کے بعد کا۔

نیز: روایت کے راوی نافع مجہول ہیں۔

نیز: ابونعیم کا تعین بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ کون ہیں اتنے اضطراب کے ساتھ یہ حدیث کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے۔ جبکہ تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب تک اضطراب ختم نہ ہو حدیث قابل استدلال نہیں ہوتی۔

حدیث کے متن میں اضطراب ملاحظہ ہو۔

(1) ابوداؤد اور ترمذی میں ہے ﴿فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأبھا﴾

ترجمہ:۔ کیونکہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(2) دار قطنی میں ہے ﴿ فلا تفعلوا الا بأم القرآن سراًفی انفسکم﴾

ترجمہ:۔ کہ سوا سورۃ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو اور یہ بھی خاموشی سے دل میں پڑھ لیا کرو۔

(3) دار قطنی میں الفاظ ہیں ﴿فلا یقرأن احد''منکم شیأمن القرآن اذا جھرت بالقرأۃ الا بأم القرآن﴾۔ ترجمہ:۔ کہ جب میں اونچی آواز سے قرآت کروں تو تم میں سے کوئی

بھی سوائے فاتحہ کے کوئی ایک لفظ ہرگز نہ پڑھے۔

(4) مجمع الزوائد میں ہے ﴿من قرأ خلف الامام فليقرأبفا تحة الكتاب﴾ (111/2 بحوالہ عدل الکلام) ترجمہ:۔ کہ جو شخص امام کے پیچھے پڑھنا ہی چاہے تو فاتحۃ الکتاب پڑھ لیا کرے۔

(5) کنزل العمال میں ہے ﴿لا صلوة لم لم يقرأ بفاتحة الكتاب امام او غير امام﴾ ترجمہ:۔ کہ امام ہو یا غیر امام سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی (111/8 بحوالہ عدل الکلام)

(6) دارقطنی میں ہے ﴿ام القرآن عوض من غيرها وليس غيرها منها عوض﴾ ترجمہ:۔ کہ قرآن مجید کی آیات 'فاتحہ' کے بدلے عوض ہے اور سورۃ فاتحہ کے بدلے میں دوسری آیات عوض نہیں۔

(7) ابوداؤد میں ہے ﴿فلا تقرء ويشيءٍ من القرآن اذا جهرت الامام القرآن﴾ ترجمہ:۔ کہ جب میں بلند آواز سے پڑھنا شروع کروں تو تو اس وقت ام القرآن کے سوا قرآن میں کچھ نہ پڑھا کرو۔

(8) مجمع الزوائد میں ہے ﴿لا صلوة الا بفاتحة الكتاب وايتين معها﴾ (115/2 بحوالہ اعدل الکلام) ترجمہ:۔ یعنی فاتحۃ الکتاب اور اس کے ساتھ دو آیتیں ملائے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

(9) ابوداؤد میں الفاظ ہیں ﴿لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحةالكتاب فصاعداً﴾ ترجمہ:۔ کہ فاتحۃ الکتاب اور پھر اس سے کچھ اوپر پڑھے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

قارئین کرام! جس طرح یہ حدیث سنداً مضطرب ہے اسی طرح متناً بھی شدید مضطرب ہے

ایک ہی روایت ایک ہی موضوع پر ایک ہی راوی کے اتنے مختلف بیانات یعنی اس حدیث کو مضطرب ہونے میں ایسا کمال حاصل ہے جس کی کہیں اور مثال ملنا بھی مشکل ہے اسی حدیث پر ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ" ابن اسحاق میں محدثین کا کلام مشہور ہے اور اس کے ساتھ یہ حدیث مضطرب السند بھی ہے (حاشیہ بیہقی) حرف آخر اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود ان محققین کے امام محدث شام ناصرالدین البانی غیر مقلد فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے ایک تو مکحول کا عنعنہ ہے اور دوسرا سند میں اضطراب ہے حاشیہ ابن خزیمہ: نیز یہ روایت محققین کے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ہے جو (بحوالہ نور العینین) گزر چکا اب اس سے استدلال کرنا محض سینہ زوری ہے۔

(4)۔ اس کے بعد محققین حضرات دو احادیث لائے ہیں۔ ایک حدیث حضرت ابوھریرۃؓ کی اور ایک حضرت انسؓ کی، ابوھریرۃؓ کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز ناقص یعنی پوری نہیں ہوئی۔ اور جب امام کے پیچھے ہو تو پھر مقتدی دل میں پڑھے حضرت انسؓ کی حدیث میں بھی یہی بات ہے کہ امام کے پیچھے صرف 'فاتحہ' دل میں پڑھا کرو۔

تبصرہ الف:۔

حضرت انسؓ کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں: فقال قائل: اوقائلون یعنی ایک کہنے والے نے کہا یا کہنے والوں نے کہا: اس سے یہ معلوم ہوا کہ پیچھے پڑھنے والے سارے نہیں تھے بلکہ ایک یا کچھ تھے۔ یہ بات چونکہ محققین کے خلاف تھی اس لئے سابقہ عادت کے مطابق 'شیر مادر' سمجھ کر پی گئے۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے جو مسلک اپنایا ہے، عام ہے کہ کوئی بھی ہو چاہے مقتدی ہی کیوں نہ ہو اس کو فاتحہ پڑھنا لازم ہے ورنہ نماز نہیں ہوتی محققین نے یہ دو احادیث نقل کر کے اپنے ہی اس تعمیر کردہ

عمارت کو دھڑام سے گرادیا۔ قارئین !ذرا غور کریں کیا محققین کے مسلک اور احادیث میں کوئی مطابقت ہے۔ ابوھریرہؓ کی روایت میں ہے نماز پوری نہیں اور یہ محققین کہتے ہیں نماز ہوتی ہی نہیں۔اور پھر خصوصاً ابوھریرہؓ سے جب پوچھا جاتا ہے کہ امام کے پیچھے ہوتو پھر کیا کرے ابوھریرہؓ سمجھاتے ہیں کہ اس وقت دل میں پڑھ لیا کرو کیونکہ ابوھریرہؓ جانتے تھے کہ امام کے پیچھے زبان سے پڑھنا منع ہے۔ پھر اسی حدیث اور انسؓ کی حدیث میں ہے کہ دل میں پڑھ لیا کریں جب کہ امام کے پیچھے ہو مطلب یہ کہ اس میں غور کریں کیونکہ دل سے پڑھا نہیں جاتا بلکہ غور کیا جاتا ہے۔ جبکہ محققین تو زبان سے اتنے زور سے پڑھتے ہیں کہ ساتھ والے بھی سن لیتے ہیں تو کیا یہ حدیث پر عمل کرنا ہوا یا حدیث کی مخالفت؟ اور آخر میں پھر ان احادیث کی مخالفت میں اعلان کرتے ہیں کہ ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مقتدیوں کو امام کے پیچھے (چاہے وہ بلند آواز سے قرأت کریں یا نہ کرے) الحمد شریف ضرور پڑھنی چاہیے۔"**سبحنک هذا بهتان عظیم**"

احادیث سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا البتہ محققین کے مسلک سے ضرور ثابت ہے کیونکہ احادیث میں اور محققین کے مسلک میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اہل حدیث یا مخالف حدیث" یہ غیر مقلدین لا مذہبیہ" جب جنازہ پڑھتے ہیں تو تیسری تکبیر کے بعد ان کا امام اونچی آواز کے ساتھ دعائیں پڑھتا ہے باقی سب غیر مقلدین۔ آمین۔ آمین۔ کہتے جاتے ہیں اور زبان سے دعائیں نہیں پڑھتے۔ اسی طرح جب نماز وتر با جماعت پڑھتے ہیں تو ان کا مقتدی صرف آمین کہتا ہے۔ وہاں ان کا امام سب کا ترجمان ہوتا ہے تو سورۃ فاتحہ میں کیوں نہیں۔ شاید اس وجہ سے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہوتی ہے اور جنازے کی دعا اور نماز وتر کی دعا کے بارے میں کوئی حدیث ہمارے علم کے مطابق ہے ہی نہیں، جس میں آپؐ نے امام کی دعائے قنوت یا دعائے جنازہ کو مقتدیوں کی دعا قرار دیا ہو۔ ہاں البتہ امام بیہقیؒ نے ان محققین اور

غیر مقلدین کے مقابلے میں صحابہ کرامؓ سے نقل فرماتے ہیں" سنت یہ ہے کہ مقتدی بھی نماز جنازہ میں وہی کچھ کرے جو اس کا امام کرتا ہے" (بحوالہ وارکعوا مع الراکعین) تعجب کی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ نے امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت بتایا اس کو یہ لوگ نہیں مانتے اور جنازے کی دعا اور قنوت وتر کے بارے میں امام کے ترجمان ہونے کی کوئی صحیح حدیث نہیں: یہاں انہوں نے امام کو سب کا ترجمان بنایا ہوا ہے۔ آخر محققین کو یہ بات کہنے سے کیا چیز مانع ہے کہ ہمیں حدیث سے کوئی سروکار نہیں: ہمارا کام ہے احناف کی مخالفت کرنا۔

آمین کا مسئلہ

(نماز نبوی جدید صفحہ 192 اور قدیم صفحہ 151)

(1)۔ نماز نبوی قدیم میں محققین تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں" جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں اور جب ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے پڑھیں تو پھر بھی آہستہ ہی کہیں لیکن جب آپ جہری نماز میں امام کے پیچھے ہوں تو جس وقت امام ﴿ولا الضالین﴾ کہیں تو آپ کو اونچی آواز سے آمین کہنی چاہیے۔۔۔"

تبصرہ:۔

محققین حضرات سے التماس ہے کہ ان تمام باتوں کو قرآن و حدیث صحیح سے مزین فرمائیں۔ ورنہ تو تمہارے اپنے ہی اصول کے مطابق یہ تمام اقوال مردود ہیں کیونکہ آپ نے خود فرمایا" یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتوی صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن و حدیث سے مدلل ہو"۔ (نماز نبوی جدید صفحہ 40) اگر آپ قرآن و حدیث کے دلائل سے ان باتوں کو ثابت نہ کرسکیں تو پس ورق پر کیا ہوئے دعوی (نماز اور اس کے تمام تر مسائل کو اس قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔۔۔) کے مطابق آپ سب نے مل کر غیر مقلدین عوام سے سپیشل جھوٹ بولا ہے۔

(2)۔ نیز حاشیہ میں بھی محققین اسی طرح تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں'' آمین کا آغاز پہلے امام کرے گا اس کی آواز سنتے ہی تمام مقتدی حضرات بھی آمین کہیں گے۔ امام سے پہلے یا کچھ بعد میں اونچی آمین کہنا درست نہیں''۔

تبصرہ:۔

تمام غیر مقلدین محققین حضرات سے ہمارا وہی مطالبہ ہے کہ اپنے دونوں اصولوں کی روشنی میں اپنے دعوی کے مطابق قطعیت وحجیت کے ساتھ، ان مسائل کو ثابت کریں ورنہ تو اعلان کریں کہ یہ مردود ہے۔ ویسے ہی خواہ مخواہ کتاب کا نام نماز نبوی رکھنے کی آڑ میں غیر مقلدین سے اپنی تقلید کروا رہے ہیں۔

(3)۔ نماز نبوی جدید میں ہے جہری نمازوں میں امام اور مقتدی آمین بالجہر کہیں۔

تبصرہ:۔

یہ جہری نماز کی قید قرآن کی کون سی آیت یا کون سی حدیث صحیح میں ہے برائے کرم ہماری معلومات میں اضافہ کیلئے وہ درج کریں، اور اگر نہیں تو پھر جھوٹے دعووں سے باز آجائیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ کے سامنے بھی جواب دینا ہے۔

(4)۔ اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں سیدنا وائل بن حجرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا، رسول اللہ ﷺ نے ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ پڑھا، پھر آپؐ نے بلند آواز سے آمین کہی''۔

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث غیر مقلدین محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ حنفی مسلک کے موافق روایت کرنے کے جرم میں 'سفیان' کو یہ محققین مدلس کہہ چکے ہیں جسکی تفصیل گزر چکی۔ اب کس

منہ سے 'سفیان کی عنعنہ والی روایت سے استدلال کرتے ہیں: شرم تم کو مگر نہیں آتی کیا سفیان کی تدلیس صرف حنفی مسلک کیلئے مضر ہے اور آپ محققین کیلئے یہ گیدڑ کس دلیل کے تحت حلال ہوا ہے اسے کہتے ہیں۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ------ کڑوا کڑوا تھو تھو------

تبصرہ ب:۔

بشرط صحت اس حدیث سے تو صرف اتنا معلوم ہوا کہ امام آمین کہے مقتدی کیلئے اس حدیث سے استدلال کرنا محض ظن پر مبنی ہے ﴿وان الظن لا یغنی من الحق شیئاً﴾ یہ حدیث آپ کے ہی اصول کے مطابق مقتدی کیلئے خاموش ہے۔ دعوی امام اور مقتدی دونوں کا ہے یعنی دعوی عام ہے اور دلیل امام کیلئے خاص ہے، دعوی اور دلیل میں مطابقت نہیں ہے۔ نیز امام ترمذیؒ پر جھوٹ باندھا ہے کیونکہ ترمذی کی روایت میں الفاظ ہیں ﴿و مد بھا صوتہ﴾ اور مد کا معنی کھینچنا ہے نہ کہ جہر کرنا دعوی کچھ ہے اور دلیل کچھ۔ خچر سے کسی نے پوچھا تو اس نے جواب دیا گھوڑا میرا ماموں ہے۔

تبصرہ ج:۔

یہاں بھی محققین اپنی آبائی فطرت سے کام لیتے ہوئے حدیث کے ترجمہ میں خیانت کی ہے حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے۔ ''جب آپؐ ﴿ولا الضالین﴾ پڑھتے تو بلند آواز سے آمین کہتے''۔

قارئین کرام! ابوداؤد کو سامنے رکھیں اور پھر محققین کے ترجمہ پر غور کریں کہ یہ الفاظ'' میں نے سنا ''۔ کس لفظ کا ترجمہ ہے لگتا ہے خانیوال میں کوئی حدیث ساز فیکٹری لگی ہے۔

(6-1)۔ دوسری حدیث لائے ہیں۔ ''سیدنا ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ﴿غیر المغضوب علیھم ولا الضالین﴾ پڑھتے تو آپ کہتے آمین''۔ (بحوالہ بیہقی،

ابن خزیمہ والموارد) اور نماز نبوی قدیم میں اس کے ساتھ اضافہ ہے (اس قدر اونچی آواز سے) کہ پہلی صف میں آپؐ کے اردگرد لوگ سن لیتے۔

(6-2)۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ﴿غیر المغضوب علیهم ولا الضالین﴾ پڑھتے تو اونچی آواز سے آمین کہتے۔

تبصرہ الف:۔

دجل کی انتہاء۔

قارئین کرام! غیر مقلدین محققین کی دجل کو یہاں غور سے دیکھیں۔ نماز نبوی قدیم میں جو حدیث لائے ہیں یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ کی ہے (بیہقی: ابن خزیمہ، یا الموارد) کی نہیں۔ جو حوالے ان محققین نے دیے ہیں اگر اس کے مطابق انہی الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ثابت کر دی جائے تو ہم ان کو 100 روپے انعام دیں گے اور یہ چیلنج ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ----- یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

قارئین کرام! یہاں ابن ماجہ اور ابوداؤد کی اسی حدیث کی روایت لا کر حوالے بیہقی، ابن خزیمہ اور الموارد کے دیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن ماجہ اور ابوداؤد کی اسی حدیث کو محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب اپنی کتاب (تسہیل الوصول صفحہ 160) پر ضعیف کہہ چکے ہیں۔ اب وہی حدیث اسی حوالے سے یہاں لانا ان کیلئے شرمندگی کا باعث تھا، اور اسی ضعیف حدیث کے بغیر ان کیلئے کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اس لئے انتہائی دجل سے کام لیا (جس کو غیر مقلدین عوام اگر جانیں بھی تو چشم پوشی کریں گے لیکن اہل حق اس دجل کو کہاں چھوڑیں گے)۔ اور وہی ضعیف حدیث یہاں لائے اور حوالے تبدیل کر دیے۔ اس دجل پر تو ابلیس نے بھی خوب داد دی ہوگی اور خود اس پر حیران بھی ہوا ہوگا کہ یہ تو مجھ سے بھی بڑے شیطان ہیں۔

تبصرہ ب:۔

دجل پر دجل:۔

قارئین کرام! نماز نبوی جدید میں مزید ترقی کرتے ہوئے اسی حدیث میں قطع و برید کی اپنی فطری مہارت سے کام لیتے ہوئے حدیث کا اول ٹکڑا وہی ابوداؤد اور ابن ماجہ کا لائے ہیں اور آخری حصہ بیہقی اور ابن خزیمہ کا یعنی ابوداؤد، وابن ماجہ کی حدیث کا ایک حصہ لا کر اس کے ساتھ بیہقی اور ابن خزیمہ کی حدیث کا ایک حصہ جوڑ کر اپنی طرف سے ایک نئی حدیث گڑھ ڈالی۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) قارئین کرام! (یہ تو حقیقت ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور کہیں نہ کہیں تو وہ پکڑا ہی جاتا ہے)۔ اس حدیث پر یہاں حوالے دیے ہیں، بیہقی ابن خزیمہ اور الموارد کے لیکن (بات وہی بنی کی فر من المطر قام تحت المیزاب) بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آ گیا۔ یہ تمام حوالے بھی انہیں محققین کے اصولوں کے مطابق ضعیف ہیں۔ بیہقی اور ابن خزیمہ کی حدیث میں امام زہریؒ کو خود محقق حافظ زبیر علی زئی کذاب (جزء قرأت للبخاری صفحہ 43) پر مدلس کہتے ہوئے لکھتے ہیں "زہریؒ مدلس ہے لہذا یہ سند ان کے 'عنعنہ' کی وجہ سے ضعیف ہے" ہم انہی کی بات کو ان کے متھے مارتے ہیں۔ الموارد اور ابن خزیمہ میں ایک راوی اسحاق بن ابراھیم الزبیدی ہیں جن کو ان کے امام محدث شام ناصر الدین البانی غیر مقلد وہم کثیر کا مریض اور کذاب سمجھتے تھے۔ نیز ناصر الدین البانی کے خوشہ چین الدکتور مصطفیٰ اعظمی اس حدیث کی سند کو ضعیف کہتے ہیں۔ حاشیہ ابن خزیمہ الدکتور مصطفیٰ اعظمی۔ قارئین کرام! ان محققین کیلئے چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ان تمام خیانتوں فریب کاریوں اور قطع و برید کے باوجود بھی اپنا دعویٰ ثابت نہ کر سکے۔ کیونکہ حدیث میں امام کی امین کی بات ہے اور مقتدیوں کی آمین کا اشارہ تک موجود نہیں۔ اگر کہیں کہ امام اونچی آمین کہتا ہے تو مقتدی بھی اونچی کہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ امام تو

تکبیرات بھی اونچی کہتا ہے تو پھیر مقتدی کو بھی تکبیرات اونچی کہنی چاہیں۔

تبصرہ ج:۔

(تسہیل الوصول صفحہ 160) پر یہی محقق کذاب اس حدیث کو ضعیف کہتے ہیں یہ ہے ان محققین کا اصلی چہرہ۔ **اللھم احفظ المسلمین منھم۔**

(7)۔ اسی عنوان سے ایک اور حدیث لائے ہیں ”سیدنا ابوھریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں“۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)

تبصرہ الف:۔

مسلم شریف میں اسی حدیث سے پہلے بعینہ اسی مضمون کی حدیث ہے ”سیدنا ابوھریرہ“ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام **سمع اللہ لمن حمدہ** کہے تو تم **ربنا لک الحمد** کہو۔ جس شخص کا قول فرشتوں کے موافق ہوگا تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم شریف حدیث نمبر 409) دونوں حدیثوں کا مضمون بالکل ایک ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ایک میں 'آمین' کی موافقت کی بات ہے اور دوسری میں **ربنا لک الحمد** کی **ربنا لک الحمد** اگر سراً پڑھنا ہے تو پھر صرف آمین، بالجہر کیوں؟ اگر آمین بالجہر پڑھنا ضروری ہے تو پھر **ربنا لک الحمد** سے کیا بغض ہے؟ **بینوا فتوجروا۔**

تبصرہ ب:۔

حدیث میں بات موافقت کی ہے مشارکت کی نہیں۔ موافقت یہ ہے کہ الفاظ اور کیفیت دونوں میں برابری ہو۔ یعنی آمین کے الفاظ اور پھر جہری یا سری میں بھی موافقت ہو۔ مشارکت میں محض اسی طرح شریک ہونا ہوتا ہے کیفیت مختلف ہو سکتی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی بھی غیر

مقلد کو فرشتوں کے ساتھ موافق: آمین کہنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ کیونکہ فرشتوں کی آواز ہم نہیں سنتے، یعنی فرشتے بھی سراً آمین پڑھتے ہیں۔ جنکی موافقت میں احناف بھی سراً پڑھتے ہیں غیر مقلدین فرشتوں کی موافقت سے محروم ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اس عظیم فضیلت سے محروم رکھا ہے اور احناف کو اس فضیلت سے نوازا ہے **وللہ الحمد۔**

(8)۔ حاشیہ میں ایک محقق تحقیق کے تیر مارتے ہوئے فرماتے ہیں ”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مقتدی نے سورۃ فاتحہ شروع یا ختم نہیں کی ہو، وہ آمین بھی کہنے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہوگا تاکہ اسے بھی گزشتہ گناہوں کی معافی مل جائے بعد میں وہ اپنی فاتحہ مکمل کر کے دوبارہ آہستہ آمین کہے گا۔

تبصرہ الف:۔

محققین سے باادب عرض ہے کہ ان مسائل کے دلائل بھی چاہیں ورنہ آپ کے ہی اصول کے تحت دلائل قطعیہ نہ ہونے کے باعث آپ دائمی بدعت ٹھریں گے۔ کہ آپ کا ہی اصول ہے کہ جو مسئلہ صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو وہ مردود (نماز نبوی صفحہ 40) اور بدعت ہے۔ (نماز نبوی صفحہ 138) کون سی حدیث میں ہے کہ مقتدی آمین پہلے کہے اور فاتحہ بعد میں پڑھے؟ نبی ﷺ کا سنت طریقہ تو یہ ہے کہ جب آپ ولا الضالین پڑھتے تو پھر آمین پڑھتے۔ جن کو نبی ﷺ سے بھی اختلاف ہو: آئمہ کرام کے بارے میں ان سے کیا شکوہ کیا جاسکتا ہے۔ اور ہاں! دوبارہ آمین کہنا اور وہ بھی ایک رکعت میں، ہم دلیل کا انتظار کریں گے۔ نیز ایک دفعہ جہر سے اور دوسری دفعہ آہستہ سے کہنا یہ بات کون سی حدیث میں ہے۔ لیکن یاد رکھیں ﴿**من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار**﴾

(9)۔ اس حدیث کے بعد امام ابن خزیمہ کی تقلید بے نظیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”امام

ابن خزیمہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام اونچی آواز سے آمین کہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ مقتدی کو امین کہنے کا حکم اسی صورت میں دے سکتے ہیں کہ جب مقتدی کو معلوم ہو کہ امام آمین کہہ رہا ہے۔کوئی عالم تصور نہیں کرسکتا کہ کہ نبی ﷺ مقتدی کو امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کا حکم دیں جبکہ وہ اپنے امام کی آمین کو سن نہ سکے"۔

تبصرہ الف:۔

حدیث میں جہر کی کوئی بات نہیں بلکہ آہستہ کہنا ہی واضح ہے کما مر اور حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ امام جب ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہے باقی باتیں محض ظن اور خیالات ہیں۔نیز جب بات یہ ہے کہ امام بھی جہر سے آمین کہے تا کہ مقتدی بھی سن سکیں۔اور مقتدی پھر فرشتوں کی موافقت میں جہر سے آمین کہیں۔تو پھر یہ بات صرف (6) رکعات کے ساتھ خاص کرنا اور (11) رکعات کو چھوڑ دینا یہ تخصیص کس حدیث میں ہے۔محققین حضرات سے التماس ہے کہ وہ حدیث صحیح سامنے لے آئیں تا کہ ہم بھی مستفید ہوں، ہم انتظار کریں گے۔

تبصرہ ب:۔

اگر آپ ابن خزیمہؒ کے مقلد ہیں تو پھر آپ اپنے قول کے مطابق بدعتی اور گمراہ ہیں۔اور اگر تقلید نہیں کرتے تو پھر حدیث سے ثابت کریں جس میں ہو کہ مقتدی جہر کے ساتھ آمین کہے گا اور وہ بھی صرف (6) رکعات میں باقی (11) میں آہستہ کہے گا۔نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں۔ہم وکٹوریہ کے دور سے ان کو آزماتے آرہے ہیں۔

(10)۔ ایک اور روایت لائے ہیں نعیم مجرؒ فرماتے ہیں "سیدنا ابوہریرہؓ نے ہمیں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق نماز پڑھائی۔پھر نعیم اس طریقہ کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں آمین کہی"۔(بحوالہ نسائی، ابن خزیمہ ومستدرک)

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محقق حضرات نے یہاں بھی دغابازی سے کام لیا ہے اور پوری حدیث نقل نہیں کی کیونکہ پوری حدیث نقل کرنے سے ان کے مسلک کا کباڑہ ہو رہا تھا۔قارئین کرام نسائی اور ابن خزیمہ کی اس حدیث میں یہ بھی ہے "توجہ سے"، نعیم مجرؒ فرماتے ہیں میں نے ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی ابوہریرہؓ نے ﴿فقرا بسم الله الرحمن الرحيم﴾ بسم الله الرحمن الرحيم پڑھا۔پھر ام القرآن پڑھا یہاں تک کہ ﴿ولا الضالين﴾ پر پہنچے پھر کہا آمین تو لوگوں نے بھی کہا آمین۔محققین حضرات ذرا یہ فرمائیں کہ یہ آمین اگر جہری ہے تو بسم الله الرحمن الرحیم کیوں جہری نہیں؟ اگر بسم الله الرحمن الرحیم جہری نہیں تو آمین کیوں جہری ہے؟ ایک ہی حدیث میں یہ فرق کیوں؟

تبصرہ ب:۔

چونکہ اس حدیث سے محققین نے آمین کو جہر سے کہنا ثابت کیا ہے جبکہ اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ابوہریرہؓ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا تو ظاہر بات ہے جب ایک حدیث میں آمین جہری بن گئی تو پھر بسم اللہ بھی جہری بن گئی۔﴿اذا ثبت الشیء ثبت بجمیع لوازمه﴾ جبکہ اس سے دو صفحے پہلے صفحہ 190 پر لکھا تھا "امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ (امام کیلئے) بسم اللہ زور سے پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں"۔ہم سو فیصد یقین سے کہتے ہیں کہ امام ابن تیمیہؒ سچے اور یہ محققین کلی طور پر کذاب ہیں۔جن کو حدیث کی معرفت نہیں وہ غیر مقلدین کے امام بن بیٹھے ہیں اور تابعین اور تبع تابعین پر اعتراضات کی بوچھاڑ کرنے لگے ہیں۔

(11)۔ اسی عنوان کے تحت سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کا عمل نقل کرتے ہیں عبداللہ بن زبیرؓ

اوران کی مقتدی اتنی بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محقق صاحب نے یہاں بھی حدیث میں اپنی طرف سے باتیں ڈالی ہیں کیونکہ احادیث میں اس قسم کا تصرف ان کی پرانی فطرت ہے بلکہ وکٹوریہ کے دور سے ہے۔ ''اتنی بلند آواز سے''۔ یہ الفاظ اپنی طرف سے ڈالے ہیں۔ ﴿یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یأتونکم باحادیث.......﴾ قارئین کرام! جن محققین کے ہاں حبر الأمة عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول مردود ہو، مقتدی کا امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہونے کے مسئلہ میں، اور عبداللہ بن عمرؓ کا قول مردود ہو داڑھی کے مسئلہ میں، اور تمام صحابہ کرامؓ بمعہ تین خلفائے راشدین المہدیینؓ کا اجماعی قول مردود ہو بیس رکعت تراویح کے مسئلہ میں، پتا نہیں ان کو اچانک عبداللہ بن زبیرؓ کے عمل سے ایسی کیا محبت ہوگئی۔

تبصرہ ب:۔

ابوداؤد میں امام ابوداؤدؒ نے سفیان (بن عیینہؒ) کا قول نقل کیا ہے (قال سفیان لمن یصلی وحدہ)۔ سفیان (بن عیینہؒ) نے کہا (یہ) اس کیلئے ہے جو اکیلے نماز پڑھے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے حافظ زبیر علی زئی کذاب نے کہا ''یہ قول سفیان (بن عیینہؒ) سے ثابت نہیں ہے: سفیانؒ 198 ہجری میں فوت ہوئے جبکہ امام ابوداؤدؒ 202 ہجری میں پیدا ہوئے لہذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت ہی نہیں ہے''۔ (جزء قرأت للبخاری صفحہ 49) قارئین کرام! اب اسی اصول کے مطابق ان کی دلیل دیکھیں: سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ 73 ہجری میں شہید ہوگئے اور امام بخاریؒ 194 ہجری میں پیدا ہوئے۔ علی زئی صاحب نے جس قول کو منقطع کہا ہے ان دونوں کے بیچ میں چار سال کا فاصلہ ہے اور جس سے استدلال کر رہے ہیں ان (سیدنا عبداللہ بن

زبیرؓ اور امام بخاریؒ) کے بیچ میں 121 سال کا فاصلہ ہے۔ اگر چار سال بعد والی بات کا اعتبار نہیں تو پھر 121 سال بعد والی بات کیسے معتبر ہوسکتی ہے۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہوجا۔۔۔۔۔۔ سراسر موم ہو یا سنگ ہوجا۔۔۔۔۔۔

(12)۔ حضرت عکرمہؒ کا اثر لائے ہیں ''میں نے دیکھا کہ امام جب ﴿ولا الضالین﴾ کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے کی وجہ سے مسجد گونج جاتی۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! جب بات ان محققین کے مسلک کے خلاف ہو تو وہاں تابعی تو کیا صحابہ کرامؓ، خلفائے راشدینؓ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ (جیسا کہ بڑے کی امامت کے مسئلہ میں بیان ہوا) سے (نعوذ باللہ) اختلاف کر جاتے ہیں لیکن جب بات مسلک کی آئے تو پھر تابعی تو کیا امام بغویؒ کے قول کو حدیث کا درجہ دیتے ہیں۔

(13)۔ اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس قدر یہودی سلام اور آمین سے چڑتے ہیں اتنا کسی اور چیز سے نہیں چڑتے پس تم کثرت سے آمین کہو''۔

تبصرہ الف:۔

حدیث میں مذکور آمین کا نماز سے کوئی تعلق نہیں، خواہ مخواہ احادیث کو کھینچ تان کر مقصد براری کرنا، یہ دین میں مداخلت نہیں تو پھر کیا ہے؟ اگر اس آمین کا تعلق نماز کے ساتھ ہے تو پھر سلام کا تعلق بھی نماز کے ساتھ ہوگا۔ تو پھر نماز میں سلام بھی جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور وہ بھی کثرت کے ساتھ تاکہ یہودیوں کو خوب چڑ ہو۔ لیکن آپ تو آمین بھی ہر رکعت میں صرف ایک بار پڑھتے ہو۔ کثرت کے ساتھ کیوں نہیں پڑھتے جیسا کہ جنازے میں پڑھتے ہو (حالانکہ جنازہ میں

ایسا کرنے کی کوئی صحیح حدیث نہیں) دن بھر میں فرائض کی 17 رکعات ہوتی ہیں، ان میں بھی صرف چھ میں اونچی آواز میں آمین کہتے ہو (یعنی صرف چھ دفعہ) باقی 11 رکعات میں یہودیوں سے کوئی رشوت لے رکھی ہے۔ اور سلام کیلئے تو لگتا ہے کہ مستقل معاہدہ کیا ہوا ہے۔ احادیث مبارکہ کے ساتھ اس طرح کے گھناؤنے کھیل، کھیل کر اپنا مسلک ثابت کرنا آپ ہی کو مبارک ہو۔

آداب تلاوت

(نماز نبوی جدید صفحہ 153 اور قدیم صفحہ 194)

اس عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حدیث دی ہے ''رسول اللہ ﷺ قرآن مجید کی ہر آیت پر توقف فرماتے (بعد والی آیت کو پہلے والی کے ساتھ نہیں ملاتے تھے) (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابن جریج ہیں، جن کو یہ محقق کذاب خود، (جزء قرأت للبخاری صفحہ 164) پر مدلس کہتا ہے نیز صفحہ 100 پر بھی مدلس تسلیم کیا ہے۔ اب خود اسی مدلس ابن جریج کے عنعنہ والی روایت سے کس منہ سے استدلال کرتے ہیں: ﴿اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت﴾ نیز ابوداؤد کا دوسرا حوالہ محض گنتی بڑھانے کیلئے دیا ہے، وہاں یہ حدیث موجود ہی نہیں۔

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی جدید میں یہ حوالے تبدیل کر دیئے لیکن اس تبدیلی میں اتنا گھناؤنے فعل سے کام لیا کہ الامان والحفیظ۔ چونکہ یہ حدیث ان کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف تھی اس لئے یہ کھیل کھیلا کہ مسند احمد کا حوالہ دیا لیکن ازواج مطہراتؓ میں سے کس زوجہ مطہرہؓ سے روایت منقول ہے یہ نام نہیں بتایا تا کہ کوئی اس حدیث کو مسند احمد سے تلاش ہی نہ کر سکے اور ہمارا پول نہ

کھلے۔ کیا تحقیق کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ خود ساختہ مسلک کیلئے جو بھی گھناونا فعل کرنا پڑے اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ ﴿لم تلبسون الحق با الباطل﴾

(2)۔ محققین حضرات اسی حدیث پر تحقیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں''۔۔۔اگر ما بعد کی آیت معنی کے لحاظ سے پہلی آیت کے ساتھ متعلق ہوتی تھی، پھر بھی قطع کر کے پڑھتے تھے تلاوت کا مسنون طریقہ یہی ہے۔۔۔''

تبصرہ الف:۔

ماشاء اللہ کیا تحقیق ہے! یعنی سلف الصالحین، اوقاف میں معنی کا لحاظ نہیں کرتے تھے اور یہ مسنون طریقہ ہے۔ سبحنک ھذا بھتا ن عظیم۔ جناب محققین ذرا اس تحقیق یعنی اس نئے انکشاف کو قرآن و حدیث کے دلائل سے مزین کرنے کی زحمت کریں گے یا غیر مقلدین کو آپ کی تقلید ہی کافی ہے۔ نیز ذرا یہ تحقیق کر کے بھی بتائیں کہ قرآن کریم میں یہ، اوقاف کس فائدے کیلئے ہیں اور کیا سلف الصالحین کو ان اوقاف کا علم تھا یا نہیں: نیز اس کے چھ (6) سطور بعد فرماتے ہیں'' بلکہ ایک ایک حرف الگ الگ پڑھتے'' محققین کا مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ بھی پوری طرح نہ پڑھتے یعنی جس طرح بچوں کو ناظرہ ابتداء سے ایک ایک حرف کر کے پڑھایا جاتا ہے بالکل اسی طرح پڑھتے۔ قارئین کرام! انصاف کی نظر سے دیکھیں: کیا یہ تلاوت کا طریقہ ہے اور یہ کس حدیث میں ہے کہ ایک ایک حرف کو الگ الگ پڑھتے؟ ہماری معلومات میں اضافے کیلئے محقق اگر یہ حدیث درج فرمائیں تو ہم مشکور ہوں گے۔ ﴿ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین﴾

تبصرہ ب:۔

تقلید کو بدعت، گمراہی اور شرک تک کہنے والوں کو یہاں آئمہ سلف الصالحین کی تقلید کرتے

ہوئے ذرا برابر شرم بھی نہیں آئی۔ ﴿تامرون باالمعروف و تنسون انفسکم﴾

(3)۔ اسی عنوان کے تحت یہ حدیث دی ہے "رسول اللہ ﷺ قرآن کو اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرماتے، اس لئے کہ خوبصورت آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے میں مزید حسن ہوتا ہے"۔ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "آپؐ نے فرمایا اپنی آوازوں کے ذریعے قرآن کو زینت بخشو"۔ ترجمہ میں محققین نے اپنی عادت بد کی وجہ سے کتنی خیانت کی ہے یہاں تو احناف کے خلاف کوئی بات نہیں تھی: شاید ان کو خیانت کی پختہ عادت ہوگئی ہے۔ نیز یہ سند ان محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ ابوداؤد کی اس روایت کی سند میں ایک راوی ،امام اعمشؒ، عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں جبکہ امام اعمشؒ کو یہ محقق خود مدلس کہتا ہے (جزء رفع یدین صفحہ 82 جزء قرات صفحہ 92) اس کے باوجود اس حدیث سے استدلال کرنا چہ معنی دارد: اس لئے ناں کہ وہاں احناف کی مستدل حدیث روایت کررہے تھے۔ تو اس جرم میں مدلس کہا ہے۔

(4)۔ اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے نماز نبوی قدیم میں "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کسی آواز کیلئے اس قدر کان نہیں لگاتے جس قدر وہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن پڑھنے پر لگاتا ہے"۔ (بخاری شریف)

تبصرہ:۔

نماز نبوی جدید میں یوں ترجمہ کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم ﷺ کا بہترین آواز میں قرآن (پڑھا) سنا ہے"۔

قارئین کرام! حدیث ایک ہی ہے لیکن ایک کتاب میں ترجمہ کچھ اور دوسری کتاب میں کچھ کون

صحیح ہے کون سا غلط یہ فیصلہ محققین خود کرلیں: ایک ترجمہ تو لازماً غلط ہے: ان محققین کو چاہئے کہ فرمائیں نہیں بلکہ صاف اعلان کریں کہ اس میں ایک ترجمہ غلط ہے: ورنہ تو غیر مقلدین عوام کا گناہ بھی آپ پر عائد ہوگا۔

نماز کی مسنون قرأت

(نماز نبوی جدید صفحہ 155 اور قدیم صفحہ 196)

سورۃ اخلاص کی اہمیت:۔

اس عنوان کے تحت ایک حدیث دی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ "ایک صحابی ایک رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد دوسری سورۃ بھی پڑھتے تھے اور ان دو سورتوں میں سے پہلے سورۃ اخلاص پڑھتے تھے۔ (بخاری وترمذی) اس حدیث پر حاشیہ میں ایک محقق لکھتے ہیں "حدیث مذکور سے معلوم ہوا کہ نماز میں سورتوں کو ترتیب سے تلاوت کرنا ضروری نہیں"۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! اس حدیث کو امام بخاری "تعلیقاً لائے ہیں اور عبید اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں جبکہ عبید اللہ بن عمرؒ 147 ہجری میں فوت ہوئے اور امام بخاریؒ 194 ہجری میں پیدا ہوئے یعنی ان کے درمیان 47 سال کا فاصلہ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی کذاب نے کہا "یہ قول سفیان (بن عیینہؒ) سے ثابت نہیں ہے، سفیانؒ 198 ہجری میں فوت ہوئے جبکہ امام ابوداؤدؒ 202 ہجری میں پیدا ہوئے لہذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت ہی نہیں ہے"۔ (جزء قرأت للبخاری صفحہ 49) اگر چار سال کی بات منقطع ہے تو پھر 47 سال بعد والی بات متصل ہو کر قابل استدلال کیسے؟ امام ترمذیؒ اس حدیث کو متصل لائے ہے لیکن وہاں ایک راوی اسماعیل بن ابی اویس جمہور محدثین کے ہاں ضعیف ہے، یہاں تک کہ ان پر کذاب ہونے کا الزام بھی ہے اور

حدیث میں چوری کرنے والا بھی کہا گیا ہے۔ دیکھئے (تہذیب الکمال)

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی قدیم میں لکھا کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن صحیح غریب کہا جبکہ امام ترمذیؒ نے اس کو حسن غریب کہا۔ یہ صحیح کا لفظ کلیسائی پیداوار ہے۔ اور امام ترمذیؒ کو خود یہ محقق (موطا امام مالک مترجم صفحہ 55) پر متساہل بھی تسلیم کرتے ہیں۔ نماز نبوی جدید سے جامع ترمذی کا حوالہ حذف کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ نماز نبوی قدیم میں محققین کا ہر حدیث کے صحیح ہونے کا دعویٰ غلط تھا لیکن اظہار کی جرأت نہیں ہے۔ یہ سب خوف خدا کے نہ ہونے اور احناف سے حد درجہ بغض ہونے کی وجہ سے ہے۔

تبصرہ ج:۔

بشرط صحت حدیث میں یہ وضاحت بھی نہیں ہے کہ سورۃ اخلاص کے بعد ''صحابی سورۃ اخلاص سے پہلے والی سورتیں پڑھتے تھے یا بعد کی لہٰذا اس سے عدم ترتیب ثابت کرنا اپنے جہل کا اظہار کرنا ہے۔ اگر بالفرض وہ سورۃ اخلاص سے پہلے کی سورتوں میں سے پڑھتے تھے، تو یہ بھی ایک رکعت کی بات ہے۔ اب دو رکعتوں میں عدم ترتیب ثابت کرنا دین میں مداخلت کی واضح علامت ہے۔ اللھم احفظنا من الخدعة، والکذب، والدجل۔

تبصرہ د:۔

سونے پر سہاگہ یہ کہ اس عنوان کے تحت جتنی بھی احادیث لائے ان سب میں نبی کریم ﷺ کا عمل ترتیب کا ہی ہے۔

رفع یدین

(نماز نبوی جدید صفحہ 204 اور قدیم صفحہ 162)

(1)۔ اس عنوان کے تحت محقق فرماتے ہیں '' رفع الیدین یعنی دونوں ہاتھوں کا اٹھانا نماز میں چار جگہ ثابت ہے۔ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت، رکوع میں جانے سے قبل، رکوع سے اٹھنے کے بعد اور تیسری رکعت کی ابتدا میں۔

تبصرہ:۔

محقق صاحب نے یہاں اسپیشل جھوٹ سے کام لیا ہے کیونکہ رفع یدین صرف چار نہیں بلکہ چار رکعتی نماز میں چھبیس (26) مقامات پر ثابت ہے۔ امام نسائیؒ نے باب باندھا ہے (باب رفع الیدین للسجود) آنحضرتؐ جب سجدہ فرماتے تو رفع یدین کرتے اور جب سجدوں سے سر اٹھاتے تو بھی رفع یدین فرماتے'' اور اس باب میں امام نسائیؒ اسی کے ثبوت کیلئے تین احادیث لائے ہیں ایک اور باب باندھا ہے۔ (باب رفع الیدین بین السجدتین تلقاء الوجہ) عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔۔۔ جب آپؐ سجدہ فرماتے اور جب سجدے سے سر مبارک اٹھاتے تو رفع یدین فرماتے۔۔۔'' اور حرف آخر یہ ہے کہ ان محققین کے امام محدث شام ناصر الدین البانی غیر مقلد خود ان محققین سے شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے لیکن ہمارے حضرات اس پر عمل نہیں کرتے (تعلیق علامہ البانی علی مشکوٰۃ) اور مزے کی بات یہ ہے کہ صرف بین السجدتین نہیں بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ ابن ماجہؒ رفع یدین کے باب میں دو احادیث لائے ہیں '' آپؐ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے دوسری حدیث ابن عباسؓ کی ہے '' آپؐ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین فرماتے تھے: نیز فتح الباری اور تلخیص الحبیر میں حافظ ابن حجرؒ، عبداللہ بن زبیر اورؓ ابوھریرہؓ کی روایات بھی لائے ہیں '' کہ آپؐ ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے: نیز نصب الرایہ میں ابوھریرہؓ کی روایت ہے کہ ہر اٹھک بیٹھک میں آپؐ رفع یدین کرتے تھے۔ (487/1 دار الکتب العلمیہ بیروت) حضرت نافعؒ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ جب کسی کو دیکھتے کہ وہ ہر اٹھک بیٹھک میں رفع یدین نہ کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے (سنن دار قطنی حدیث نمبر 1103)۔ مسند احمد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ ان سے بیعت رضوان میں صحابہ کی تعداد کے بارے میں معلوم کیا گیا تو فرمایا کہ ہم 1400 تھے پھر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر پر رفع یدین فرماتے تھے۔ (مغنی ابن قدامہ 192/2) میں ہے کہ امام احمدؒ کے شاگرد عبد الملک میمونی نے رفع یدین کے بارے میں پوچھا تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ ہر اٹھک بیٹھک میں صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ (بحوالہ مجموعہ مقالات) نیز امام علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں ''جب یہ بات صحیح طور پر ثابت ہے کہ تکبیر احرام کے بعد آپؐ ہر اٹھک بیٹھک میں رفع یدین کرتے تھے، اور یہ بھی ثابت ہے کہ نہیں کرتے تھے، لہذا یہ دونوں صورتیں مباح ہوں گے۔۔۔ الخ''۔ محققین نے جو مسلک اپنایا ہے اور ان کی جو روش ہے یہ وہی ابن حزم والی ہے اور پھر خصوصاً اس نماز نبوی میں جا بجا تصحیح احادیث میں ان کی تقلید کی ہے اور خاص کر عصر کی نماز کے بعد نفل پڑھنے کے بارے میں ان محققین نے بخاری کی حدیث چھوڑ کر ان کی تقلید کی تھی، تفصیل گزر چکی۔ تو اب یہاں ان کی بات ماننے سے کیا خار تھا۔ اگر ابن حزمؒ کی بات نہیں مانی تو پھر اپنے دوسرے آئمہ علامہ احمد شاکرؒ کی (تحقیق علی الترمذی) تحقیق کو مان لو ان کو بھی نہیں ماننا تو کم از کم اپنے امام الآئمہ محدث شام علامہ ناصر الدین البانی کی بات تو مانیں جو فرماتے ہیں ''ہر تکبیر کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت سے رفع یدین کرنا ثابت ہے اور صحیح ہے اور فرماتے ہیں کہ، (صفۃ صلوۃ النبیؐ) میں تفصیل سے اس بارے میں بتا چکا ہوں۔۔۔ الخ''۔ (تعلیق البانی علی مشکوۃ باب صفۃ الصلوۃ: فصل اول) کیا وجہ ہے کہ احناف کے ساتھ بغض میں آ کر اپنے سارے آئمہ کو بھی نظر انداز کر رہے ہیں''۔ تمہارے یہ آئمہ کرام خود فرماتے ہیں کہ ان مقامات پر رفع یدین کرنا صحت کے ساتھ ثابت ہے یہ مقامات کل 26 بنتے ہیں اب کیا وجہ ہے

کہ 10 مقامات پر تو اثبات نفی پر مقدم ہے اور ان مقامات پر یہ قاعدہ آپ کو بڑا پیارا لگتا ہے لیکن باقی 16 مقامات پر تم اس کے آگے رکاوٹ کیوں بنتے ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ:۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ۔۔۔۔ کڑوا کڑوا تھو تھو۔۔۔۔

ہم سو فیصد یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس مقام پر آپ کے یہ آئمہ سچے ہیں اور آپ سو فیصد جھوٹے ہو: رفع یدین صرف چار (4) مقامات پر نہیں بلکہ ہر تکبیر کے ساتھ ثابت ہے۔

(2)۔ اپنے اس دعوی کے ثبوت کے طور پر پہلی حدیث عبد اللہ بن زبیرؓ کی لائے ہیں ''میں نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی وہ نماز کے شروع میں، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ (کندھوں تک) اٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ بھی نماز کے شروع میں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اسی طرح رفع یدین کرتے تھے''۔ (بحوالہ بیہقی)

تبصرہ الف:۔

اس حدیث میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا کوئی اشارہ موجود نہیں یہ احادیث میں اضافہ ہے یہ اضافہ کس قرینہ کے تحت کیا گیا ہے۔ احادیث کو توڑ موڑ کر اپنا مقصد نکالنا، یہ کلیسائی دین تو ہو سکتا ہے دین محمدی نہیں۔ اعاذ نا اللہ منھا۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابو اسماعیل ہے جس کو امام ابو حاتم ضعیف کہتے ہیں نیز اس کی سند منقطع ہے متصل نہیں کیونکہ صفار راوی کا سماع سلمیٰ سے ثابت نہیں: حاشیہ بیہقی۔ علاوہ ازیں محمد بن فضل کا حافظہ بگڑ گیا تھا: امام بخاریؒ اور ابن حبانؒ (جیسے متساہل بقول آپ کے) نے بھی یہی کہا ہے کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ (حاشیہ بیہقی اور تہذیب الکمال) اس حدیث میں تو ایک

ی بجائے تین علتیں جمع ہو گئیں یعنی ایک راوی ضعیف دوسرے کا حافظہ خراب اور تیسرے مدلس
ان کے باوجود اس حدیث سے استدلال کرنا **کمثل الحمار یحمل اسفارا**۔ اب اس جیسی
ضعیف احادیث سے استدلال کرنا تمہارے ہی تحقیق کا ثمرہ ہے اور یہ تمہیں ہی مبارک ہو۔

(3)۔ اپنے اس دعوی کے ثبوت کے طور پر دوسری حدیث حضرت عمرؓ کی لائے ہیں ''حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز کا طریقہ بتانے کا کیا ارادہ کیا۔۔۔۔ پھر رکوع کیا اور اسی طرح (ہاتھوں کو بلند) کیا اور رکوع سے سر اٹھا کر بھی رفع یدین کیا۔ بحوالہ خلافیات بیہقی ونصب الرایہ۔

تبصرہ الف:۔

علامہ زیلعیؒ (نصب الرایہ 490/1 پر حضرت عمرؓ کا یہ اثر لانے کے بعد فرماتے ہیں۔ **وفیہ من یستضعف**: اس روایت کی سند میں وہ راوی بھی ہیں جو ضعیف ہیں: اب اس روایت کو صحیح کہنا کتنی بڑی خیانت ہے کہ جب علامہ زیلعیؒ خود اس کی تضعیف کر چکے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

علامہ زیلعیؒ کی یہ بات درست ہونے کی صحیح دلیل یہ ہے کہ امام ابن شیبہؒ حضرت عمرؓ کا اثر لائے ہیں '' حضرت اسودؒ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کے ساتھ نماز پڑھی تو حضرت عمرؓ نے تکبیر افتتاح (تکبیر تحریمہ) کے سوا کہیں بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مصنف **ابن ابی شیبہ باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ الصلوۃ ثم لا یعود**)۔ لہذا اب حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا محققین کے بیان کردہ اثر سے استدلال کرنا جہل کی علامت ہے۔

(4)۔ اپنے اس دعوی کے ثبوت کے طور پر تیسری حدیث حضرت علیؓ کی لائے ہیں ''حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے تھے''۔ (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالرحمن بن ابی الزناد ہیں ان کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے اور اس سند کو صحیح کہنے والے محقق کذاب کا اپنا اصول (مترجم موطا) یہ کہ جس راوی کو جمہور ضعیف کہیں وہ ضعیف ہوتا ہے۔ قارئین کرام! اس راوی کے بارے میں محدثین کا کلام ملاحظہ ہو۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ مضطرب الحدیث ہے ''یحیی ابن معینؒ فرماتے ہیں '' ضعیف ہے'' **لیس بشیء** بالکل قابل اعتبار نہیں ہے انکی روایت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا''۔ عبد الرحمن بن مہدیؒ فرماتے ہیں ''ضعیف ہے''۔ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں ''ضعیف ہے''، یعقوب ابن شیبہؒ فرماتے ہیں ''ضعیف ہے''، عمرہ بن علیؒ فرماتے ہیں ''ضعیف ہے''، ابوزرعہؒ اس کو ضعیف کہتے ہیں، ابو حاتمؒ فرماتے ہیں ان کی احادیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، زکریا بن ابی یحیی الساجیؒ فرماتے ہیں ''ضعیف ہے''، امام نسائیؒ فرماتے ہیں ان کی روایات قابل استدلال نہیں، امام مالکؒ بن انس نے ان میں کلام کیا ہے تہذیب الکمال (ترمذی) نیز اس سند، میں ایک راوی موسی بن عقبہؒ ہیں جو مدلس ہیں اور عن سے روایت کررہے ہیں، ان کو مدلس بھی امام دارقطنیؒ نے کہا ہے جو اس محقق کے نزدیک معتبر محدث ہیں (مترجم موطا) طبقات المدلسین لاحجرؒ۔ یہ سند محقق کذاب کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ہے پھر بھی اس کو صحیح کہنا یہ کون سی دیانت ہے۔ **﴿لم تلبسو الحق بالباطل و تکتموا الحق وانتم تعلمون﴾**

تبصرہ ب:۔

نیز حضرت علیؓ کا اپنا عمل ترک رفع یدین کا ہے ''حضرت علیؓ تکبیر افتتاح کے علاوہ اور کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ (**مصنف ابن شیبہ : باب من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود ،وبیھقی حدیث نمبر 25.34**)

(5)۔ چوتھے نمبر عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث دی ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھایا کرتے تھے''۔(بحوالہ بخاری ومسلم) اس کے بعد عبداللہ بن عمرؓ کی دوسری حدیث لائے ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عمرؓ (خود بھی) شروع میں نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں پر کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کرتے تھے''۔(بحوالہ بخاری)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں اضطراب ہے کہ یہ مرفوع ہے یا موقوف امام بخاریؒ اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں یعنی سالم بن عبداللہؒ اس کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں جبکہ لیث بن سعدؒ، مالکؒ، ایوبؒ، ابن جریجؒ اور نافعؒ روایت کو موقوفاً بیان کرتے ہیں اسی وجہ سے امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن عمرؓ کا قول ہے مرفوع روایت نہیں ہے۔ حافظ اصیلیؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے اس روایت کو اسی وجہ سے نہیں لیا کہ یہ موقوف ہے، نیز زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ موقوف روایت ہے اسی وجہ سے امام مالکؒ نے اس کو نہیں لیا: (زرقانی 143/1 بحوالہ مجموعہ مقالات 100/3)

تبصرہ ب:۔

اس روایت کے متن میں بھی شدید اضطراب ہے۔

(1)۔ بعض روایات میں صرف ایک مرتبہ، تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے (المدونۃ الکبریٰ 69/1 بحوالہ مجموعہ مقالات) اور مزے کی بات یہ ہے کہ مدونۃ الکبریٰ میں اسی روایت کو ترک رفع یدین پر بطور دلیل لائے ہیں۔ اور اسی روایت کی وجہ سے یہی امام مالکؒ کا

مذہب ہے۔

(2)۔ امام بخاریؒ کے استاد امام حمیدیؒ کی (مسند 77/2 اور صحیح ابوعوانہ 90/) میں تکبیر تحریمہ کے سوا باقی مقامات پر رفع یدین کی نفی ہے۔

نوٹ:۔

علی زئی کذاب نے نور العینین میں مسند حمیدیؒ اور ابوعوانہؒ کی ان احادیث کو غلط ثابت کرنے کی انتہائی شاطرانہ خیانت دارانہ کوشش کی ہے چونکہ اس سے پہلے اس محقق کی خیانتیں کئی بار سامنے آچکی ہیں اس لئے ان کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں ہے۔ انہوں نے نور العینین مکتبہ ظاہریہ کے نسخے کا عکس بھی دیا ہے: لیکن مکتبہ ظاہریہ ان لوگوں کا اپنا مکتبہ ہے اور کتابوں میں تغیر، رد و بدل کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ مثلاً ان غیر مقلدین (ظاہریہ) کی مشہور و معتبر تفسیر احسن البیان: یہ تفسیر سعودیہ کے شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سے بھی شائع ہوئی ہے اور پاکستان میں ان غیر مقلدین (ظاہریہ) کا معتمد و مستند اشاعتی ادارہ دارالسلام (نماز نبوی کے محققین میں سے حافظ صلاح الدین اور عبدالولی اسی ادارے کی بڑی شخصیات میں سے ہیں) سے بھی شائع ہوئی ہے۔ سعودی نسخے کے صفحہ 2 سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے'' کہ سلف کی اکثریت کا قول یہ ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرات سن رہا ہو تو (فاتحہ) نہ پڑھے: چونکہ ابن تیمیہؒ کی یہ بات ان کے خلاف پڑ رہی تھی تو پاکستانی نسخے سے انہی، نماز نبوی کے محققین نے یہ بات اڑا دی ہے۔ اسی طرح سعودی نسخہ صفحہ 94 پر یہ بات تھی'' نیز معلوم ہونا چاہیے کہ بہت سے علماء ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے ہی کا فتوی دیتے ہیں''۔ یہ بات چونکہ ان کے مسلک کے خلاف تھی اس لئے پاکستانی نسخے سے یہ بات حذف کردی۔ چونکہ سعودی علماء خود ایک مجلس کی تین طلاقوں کے واقع ہونے ہی کا فتوی دیتے ہیں اس لئے سعودی نسخہ میں یہ بات شامل کردی اور

پاکستانی نسخے سے بات اڑادی تاکہ اپنا کام بھی چلے اور سعودی فنڈ بھی بند نہ ہو۔ قارئین کرام ا[یہ] محض دو مثالیں ہیں ورنہ تو ان کی خیانتوں کے انبار ہیں۔ جو لوگ تفسیر قرآن میں یہودی خصلت اپنانے سے نہیں شرماتے وہ حدیث کی کتابوں کو کہاں معاف کریں گے۔ اس لئے یہ محققین بالکل قابل اعتبار، قابل توجہ والتفات نہیں ہیں۔ **اللھم احفظنا من سوء الفطرۃ۔**

(3)۔ موطا امام مالکؒ کی روایت میں صرف دو مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے۔ ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری رکوع سے اٹھنے کے بعد۔ **باب افتتاح الصلوۃ۔**

(4)۔ بعض روایات میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ایک تکبیر تحریمہ، دوسری رکوع میں جاتے وقت اور تیسری رکوع سے اٹھنے کے بعد جیسا کہ عبداللہ بن عمرؓ کی بخاری کی حدیث مذکورہ۔

(5)۔ بعض روایات میں چار جگہ رفع یدین کا ذکر ہے ایک تکبیر تحریمہ، دوسری رکوع میں جاتے وقت، تیسری رکوع سے اٹھنے کے بعد اور چوتھی دو رکعتوں سے اٹھتے وقت: (**بخاری باب رفع یدین اذا قام من الرکعتین۔**)

(6)۔ بعض روایات میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے چار مذکورہ بالا اور پانچویں سجدے میں جاتے وقت جیسا کہ امام بخاریؒ کی (جز رفع یدین حدیث نمبر 68، 70 سے ظاہر ہے۔

(7)۔ بعض روایات میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرنا مذکور ہے تفصیل گزر چکی۔ اس اضطراب کے ہوتے ہوئے پھر بھی اگر کوئی رفع یدین کو واجب یا فرض سمجھتا ہے تو یہ انصاف سے دور بات ہے۔

ابن عمرؓ کا اپنا عمل:۔

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر افتتاح کے سوا کہیں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا

(مصنف ابن شیبہ من کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود، طحاوی 'باب التکبیرۃ للرکوع والتکبیر للسجود ورفع من الرکوع ھل مع ذالک رفع ام لا)

خلاصہ:۔

واقعہ یہ ہے کہ روایت ابن عمرؓ سے صحیح سند سے آنے کے باوجود وجوب یا فرضیت رفع یدین کے بارے میں مختلف وجوہ کی بنا پر کارآمد نہیں ہے۔

(1)۔ روایت میں طرح طرح کے اختلافات ہیں، مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے اسی وجہ سے امام مالکؒ نے اس کو معمول بہا نہیں بنایا۔

(2)۔ روایت کے متن میں بھی اختلاف ہے جس کی وجہ سے مواضع رفع میں چھ (6) طرح کا اختلاف پیدا ہو گیا ہے اس کو محدثین کی اصطلاح میں **اضطراب** کہتے ہیں اور اس سے کم اضطراب کی صورت میں بھی روایات کو ترک کیا گیا ہے۔

(3)۔ حضرت ابن عمرؓ کے اپنے عمل میں اختلاف ہے اور جب صحابی کا اپنا عمل اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہو تو اس حدیث سے استدلال بھی محل نظر ہو جاتا ہے۔

(4)۔ نبی اکرم ﷺ سے رفع یدین بھی ثابت اور ترک رفع یدین بھی، اس صورت میں رفع یدین پر عمل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ اس پر دوام واستمرار کیلئے (تا آخر حیات) صراحت کے ساتھ صحیح ومعتبر ثبوت ہو۔

(5)۔ اگر رفع یدین پر ہی عمل کرنا ہے تو پھر چار (4) رکعتی نماز میں چھبیس (26) مرتبہ رفع یدین ثابت ہے چند مرضی کے مقامات کو لینا اور اکثر کو چھوڑ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے رفع یدین تھا، پھر ترک ہو گیا اور ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ پہلے وجود آتا ہے پھر اس کا ترک ہوتا

ہے۔محدثین کے طریقہ تبویب میں بھی یہ بات واضح ہے کہ پہلے رفع یدین کا باب باندھتے ہیں اور پھر ترک کا۔

(6)۔ روایت میں نماز کے تمام اجزاء سے صرف نظر کر کے صرف ایک جز پر زور دینے میں صاف اشارہ ہے کہ اس زمانہ خیر القرون میں ترک رفع یدین پر عمل کی کثرت تھی۔ ان وجوہات کو دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ گو روایت سند کے اعتبار سے قوی ہے لیکن اس سے رفع یدین کی فرضیت یا وجوبیت ثابت کرنا نہایت ہی دشوار ہے کیونکہ دوسری طرف تو تواتر عملی کے مقابلے میں تواتر سندی کو چھوڑ دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالکؒ بعض اوقات عمل اہل مدینہ کو روایت پر ترجیح دیتے تھے اور رفع یدین کے مسئلہ میں امام مالکؒ نے اسی تواتر عملی کو لیا ہے اور اس کے مقابلے میں رفع یدین کی حدیث کو باوجودیکہ یہ وہی سند ہے کہ امام مالکؒ کی روایات کا اکثر حصہ اسی سند سے ہے، چھوڑ دیا ہے: وللہ الحمد۔

(7)۔ محققین حضرات تقلید کرتے لکھتے ہیں کہ ''امام بخاریؒ کے استاد علی بن مدینیؒ فرماتے کہ حدیث ابن عمرؓ کی بناء پر مسلمانوں پر رفع یدین کرنا ضروری ہے''۔

تبصرہ الف:۔

علی بن مدینیؒ کا یہ قول پوری امت کے خلاف ہے کیونکہ امت میں غیر مقلدین کے سوا کوئی بھی رفع یدین کے ضروری ہونے کے قائل نہیں ہیں اختلاف صرف افضلیت وعدم افضلیت کا ہے۔ جب تکبیر تحریمہ والی رفع یدین جو اتفاقی ہے وہ مستحب ہے تو باقی ضروری کیسے ہو سکتا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (فقہ السنہ باب سنن الصلوۃ صفحہ 99/1 مؤلف سید السابق)

تبصرہ ب:۔

ایک تو تقلید کر کے خود بدعتی اور گمراہ بن رہے ہیں اور دوسرا یہ کہ علی بن مدینیؒ کے مقابلے میں

اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ، اصحاب علیؓ، امام مجاہدؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ، یہ آئمہ کرام اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ انکی تقلید کی جائے۔

(8)۔ پانچویں حدیث لائے ہیں سیدنا مالک بن حویرثؓ ''شروع نماز میں رفع الیدین کرتے تھے، جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ (بحوالہ صحیح بخاری)

تبصرہ الف:۔

یہی روایت نسائی میں بھی ہے اس میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے ''رکوع میں جاتے، رکوع سے اٹھتے، سجدے میں جاتے اور سجدے سے اٹھتے وقت'' اور نسائی کی دوسری روایت میں پانچوں مقامات پر رفع یدین کا ذکر ہے چار تو مذکورہ بالا اور پانچویں دونوں سجدوں کے درمیان نیز مالک بن حویرثؓ کی اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپؐ رفع یدین کرتے وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے تھے۔ (نسائی باب رفع الیدین للسجود) تو کیا یہ انصاف ہے کہ ایک ہی حدیث سے اپنی مرضی کی چیزیں اٹھاؤ اور باقی حدیث قابل اعتناء بھی نہ سمجھو کیا یہ دین میں اپنی طرف سے مداخلت نہیں؟ کبھی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کانوں تک بھی کسی غیر مقلد نے آج تک ہاتھ اٹھائے ہیں؟ کیا یہ حدیث کے ساتھ تمسخر نہیں۔ (نعوذ باللہ) نیز مالک بن حویرثؓ کی یہی روایت مسند ابو عوانہ میں بھی ہے اور وہاں بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے کتنی افسوس کی بات ہے کہ حدیث کے ایک حصہ پر عمل فرض اور ضروری ہے اور دوسرے حصہ پر صرف احناف کی ضد کی وجہ سے کبھی بھی عمل کی توفیق نہ ملے۔ نیز حدیث سے تو ثبوت رفع یدین ہو رہا ہے اور ثبوت رفع یدین کا تو امت میں کوئی بھی منکر نہیں۔ ضروری ہونے کے باوجود وجوبیت اور فرضیت کیلئے مستقل دلیل ناطق کی ضرورت ہے۔ جو تا قیامت محققین کے ذمہ فرض ہے۔

(9)۔ چھٹی حدیث لائے ہیں" سیدنا وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں، میں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا۔۔۔جب رکوع کرنے لگتے تو کپڑوں سے ہاتھ باہر نکالتے، اللہ اکبر کہتے رفع یدین کرتے، جب رکوع سے اٹھتے تو سمع اللہ لمن حمدہ، کہتے اور رفع یدین فرماتے تھے۔(بحوالہ مسلم)

تبصرہ الف:۔

سیدنا وائل بن حجرؓ آپؐ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے: جب پہلی دفعہ حاضر ہوئے تو رکوع میں آنے اور رکوع سے جانے کے بعد رفع یدین کا ذکر فرمایا۔لیکن ابوداؤد کی روایت میں اس پہلی دفعہ مشاہدے میں وائل بن حجرؓ سجدے سے سر اٹھاتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر فرماتے ہیں۔تو کیا وجہ ہے کہ رکوع میں آتے اور رکوع سے جاتے وقت رفع یدین کرتے ہو لیکن سجدے سے اٹھتے وقت کی رفع یدین پر انگلی رکھ دیتے ہو؟ کما ھو جوابکم ۔لیکن یہی سیدنا وائل بن حجرؓ دوسری مرتبہ تشریف لائے تو پھر اپنا مشاہدہ نماز نبوی، میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں۔اگر دوسری آمد میں سیدنا وائل بن حجرؓ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا مشاہدہ کرتے تو ضرور ذکر فرماتے :صرف تکبیر تحریمہ والی رفع یدین پر اکتفاء نہ فرماتے۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث پر محقق صاحب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں" سیدنا وائل بن حجرؓ 9ھ اور 10ھ میں (2 مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے ۔لہذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ 10 ھ تک رفع یدین کرتے"۔لیکن ان محققین کیلئے بڑی عار کی بات یہ ہے کہ مسلم کی اس روایت کو آپؐ کا آخری عمل قرار دیا لیکن اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آپؐ اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے، تو پھر یہ

بھی آپؐ کا آخری عمل ہوا تو کیا وجہ ہے کہ آپ سمیت تمام غیر مقلدین (آپکے اقرار کے باوجود) آپؐ کے اس دوامی عمل سے محروم ہیں۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ ایک ہی حدیث کے ایک عمل کو احناف کی ضد میں دوامی قرار دینا اور اسی حدیث میں دوسرے عمل سے احناف کی ضد کی وجہ سے محروم رہتے ہو: نیز اس سے آخری عمر تک اس عمل کرنے کو ثابت کرنا انتہائی جاہلانہ عمل ہے کیونکہ اس کے بعد بھی تو آپؐ ایک سال بعد تک بقید حیات رہے۔اب اس عرصہ میں یہ عمل ثابت کرو ورنہ تمہارا دعوی جھوٹا ہے۔

(10) ۔ یہاں ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث لائے ہیں اس حدیث پر تفصیلی بحث گیارہ (11) صحابہ کرامؓ کی شہادت، کے عنوان میں گزر چکی۔

(11)۔ اس کے بعد محقق ابن خزیمہؒ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰؒ فرماتے ہے کہ جو شخص حدیث ابوحمید الساعدیؓ سننے کے باوجود رفع یدین نہیں کرتے اس کی نماز ناقص ہے۔

تبصرہ الف:۔

امام محمد بن یحییٰؒ کا یہ قول پوری امت کے خلاف ہے کیونکہ امت میں کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز ناقص ہوتی ہے: سوائے غیر مقلدین کے: اختلاف صرف افضلیت اور عدم افضلیت کا ہے۔

تبصرہ ب:۔

ابوحمید الساعدیؓ کی جس حدیث کے بارے میں امام ابن خزیمہؒ نے یہ قول نقل کیا ہے اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔اس سے پہلے جو روایات لائے ہیں اس میں صرف رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔نیز محمد بن یحییٰؒ کے قول پر اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب علیؓ، امام مجاہدؒ، ابراہیم نخعیؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے اقوال مقدم ہیں۔نیز اس حدیث کے

بارے میں تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

(12)۔ ابوموسی اشعریؓ کی حدیث لائے ہیں " سیدنا ابوموسی اشعریؓ نے (ایک دن لوگوں سے) فرمایا کہ کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں۔۔۔الخ"۔

نوٹ:۔

اس حدیث پر تبصرہ جات ریحان جاوید کی کتاب **قرۃ العینین بجواب نور العینین** سے لئے گئے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کی سند میں حماد بن سلمہ ہیں جن کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا چنانچہ خود غیر مقلدین کے بڑے عالم شارح ترمذی مولانا عبدالرحمن مبارک پوری نے اس بات کی تصریح کی ہے۔ اس اثر کی سند میں حماد بن سلمہ واقع ہیں اور آخر میں ان کا حافظہ متغیر ہو گیا تھا حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں۔ تغیر باخرہ انتھی۔ (تحقیق الکلام ج1 ص103) حماد بن سلمہ کی وفات 167ھ میں ہوئی اور اس روایت کو ان سے روایت کرنے والے شاگرد نضر بن شمیل ہے جن کی وفات 203ھ میں ہوئی ہے۔ جو کہ متاخر سماع والا ہے اور نضر بن شمیل نے یہ روایت حماد بن سلمہ سے ان کے حافظہ خراب ہونے کے بعد سنی ہے لہذا اس روایت سے استدلال درست نہیں حافظ ابن حجر بلوغ المرام میں حماد بن سلمہ کی ایک روایت کے بارے میں امام ابوداؤدؒ سے ایک تضعیف نقل کرتے ہیں۔ اور علامہ امیر یمانی غیر مقلد اس کی شرح میں بہت سے محدثین سے حماد بن سلمہ کی روایت کے غیر محفوظ اور خطا ہونے کے فتوے نقل کرتے ہیں ان کی اصل عبارت یہ ہے۔

﴿هذا حديث لم يروه عن ايوب الاحماد بن سلمة وقال لمنزرى قال

الترمذی هذا حديث غير محفوظ. وقال علي بن المديني حديث حماد بن سلمة هو غير محفوظ و اخطأ فيه حماد بن سلمه.﴾ (سبل السلام ج 1 ص 77 باب الاذان بحوالقنور الصباح ج1 ص 235) مولانا ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اپنے رسالہ (ارادۃ المتقین ص5) میں لکھتے ہیں کہ بعض راوی ایسے ہیں جو اکابر محدثین مثل امام بخاریؒ وغیرہ کے نزدیک حجت نہیں ہیں مثلاً حماد بن سلمہ الخ بلفظہ۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد (نیل الاوطار ج1 ص237) میں لکھتے ہیں کہ حماد بن سلمہ کے اوہام ہیں یعنی غلطیاں ہیں۔

تبصرہ ب:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی اسحاق بن راہویہ ہے اور یہ نضر بن شمیل کا شاگرد ہے، اگرچہ یہ ثقہ روای ہے لیکن اس کا بھی آخری عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ ان کی وفات 238ھ میں ہوئی اور یہ اپنی وفات کے پانچ ماہ قبل تغیر حافظہ کا شکار ہو گئے تھے۔ (تھذیب التھذیب ج1 ص218) چنانچہ امام ابوداؤد ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ **﴿اسحاق بن راھویہ تغیر قبل ان یموت بخمسة اشهر و سمعت منه في تلك الايام فرميت به.﴾** (تھذیب التھذیب ج 1 ص 218) کہ اسحاق بن راہویہ فوت ہونے سے پانچ ماہ قبل متغیر الحافظ ہو گئے تھے اور میں نے ان سے اسی زمانہ میں حدیثوں کا سماع کیا تھا اس لئے میں نے حدیثوں کو رد کر دیا تھا۔ امام ابوداؤد کی وفات 275ھ میں ہوئی ہے (تھذیب التھذیب ج3 ص133) جب کہ اس روایت کی سند میں اسحاق بن راہویہ کا شاگرد عبداللہ بن شیرویہ ہے جس کی وفات 305ھ میں ہوئی (شذرات الذهب ج2 ص236) اور اس نے یہ روایت اسحاق بن راہویہ سے ان کے تغیر حفظ کے بعد سنی لہذا اس سے استدلال درست نہیں۔

تبصرہ ج:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی دعلج بن احمد بھی ہے اس پر کذاب اور وضاع قسم کے راویوں نے موضوع روایتیں داخل کر کے اس کی حدیثوں میں ملا دی ہیں جس کی وجہ سے یہ راوی قابل اعتماد نہ رہا چنانچہ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔ ﴿علی بن حس بن جعفر بن کریب عن الباغندی متهم بالوضع والکذب وکان ذا حفظ وعلم وهو ابو الحسین العطار المخرمی حدث عن حامد بن شعیب والباغندی ادخل علی دعلج احادیث قاله الدار قطنی﴾۔ (میزان الاعتدال ج3 ص120) کہ علی بن الحسن بن جعفر بن کریب باغندی سے روایت کرتا ہے کہ یہ متہم بالوضع والکذب ہے۔ یہ صاحب حفظ وعلم والا تھا اور یہ راوی ابوالحسین العطار المخرمی بھی اس کو کہا جاتا ہے اس نے حامد بن شعیب اور الباغندی سے روایت کی ہے چند حدیثیں دعلج پر داخل کر دی ہیں۔ یہ امام دار قطنیؒ نے کہا۔

تبصرہ د:۔

اگر بالفرض حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے کہ جب تک وہ زبردست عالم تم میں زندہ رہیں مجھ سے مسائل پوچھا نہ کرو۔ (بخاری شریف ج2 ص 979۔ اور ایک موقع پر ایک مسئلہ پوچھنے والے کو فرمایا ﴿سل عبد اللہ فانه اقدمنا واعلمنا﴾۔ (محلی ج2 ص83)۔ لہذا اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے ہوتے ہوئے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث پر عمل کرنا درست نہیں۔

(13)۔ نماز نبوی قدیم میں حضرت ابوھریرہؓ کی حدیث لائے ہیں ”حضرت ابوھریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں، رکوع کے بعد اپنے دونوں ہاتھ (کندھوں تک)

اٹھایا کرتے تھے۔ (ابوداؤد)۔

تبصرہ الف:۔

بہت افسوس کی بات ہے کہ جس حدیث کو یہ خود ضعیف کہتے ہیں پھر بعد میں اس سے استدلال بھی خود ہی کرتے ہیں (لا حول ولا قوۃ الا باالله)۔ ایسے محققین تو ہم نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابن جریجؒ اور دوسرے راوی ابن شہابؒ دونوں عن کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور مدلس کی عنعنہ روایت ضعیف ہوتی ہے تمہارے ہی اصول کے مطابق: ابن جریج کو یہ محقق علی زئی کذاب خود: (جزءقرأت صفحہ 164 پر اور صفحہ 100) پر مدلس تسلیم کر چکے ہیں۔ اور امام زھریؒ کو صفحہ 43 پر مدلس کہا ہے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ قارئین کرام! ان محققین کا اصول یہ ہے کہ جو روایت ان کے مسلک کے موافق ہو تو وہ صحیح ہو گی جیسے تیسے بھی ہو اور جو روایت ان کے مسلک کے خلاف ہو وہ ضعیف ہو گی اگر مشہور و متواتر ہی کیوں نہ ہو: وھل ھذا الا دجل عظیم۔

(14)۔ سیدنا جابرؓ کی حدیث دی ہے جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے“۔ (ابن ماجہ)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند کے راوی ابوالزبیرؒ اس محقق ذھبی دوران کذاب کے نزدیک بھی مدلس ہے جیسا کہ خود تسلیم کر رہا ہے اور جزء رفع یدین میں بھی مدلس کہا ہے صفحہ 76 آپ کے ہی اصول کے مطابق مدلس جب تصریح نہ کریں تو روایت ضعیف ہو گی۔ اب کیا ہوا بغیر تصریح کے مدلس کے عنعنہ روایت کو صحیح کہنا کیا خیانت کی انتہاء اور انصاف کا خون نہیں؟ مسند سراج کے حوالہ سے سماع ثابت کرنا، سورج کو انگلی سے چھپانے کے مترادف ہے۔

رفع یدین نہ کرنے والوں کیلئے دلائل کا تجزیہ

(نماز نبوی جدید صفحہ 166 اور قدیم صفحہ 209)

(1)۔ مسلم سے حضرت جابر بن سمرۃؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو نقل کرنے کے بعد محقق صاحب تجزیہ کر کے لکھ مارتے ہیں ''اس حدیث میں اس کا مقام ذکر نہیں جس پر صحابہؓ ہاتھ اٹھا رہے تھے اور آپؐ نے انہیں منع فرمایا''۔ اسی کے ساتھ مسلم شریف کی دو اور احادیث نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ یہ ایک ہی حدیث ہے اور اس میں مذکورہ رفع یدین سے جو منع وارد ہے یہ سلام سے متعلق ہے اور اسی پر امام نوویؒ اور امام بخاریؒ کے اقوال بھی نقل کیے گئے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

یہ دوغلا پن محقق کیلئے بالکل بھی مفید نہیں ہے، اگر محققین حضرات احادیث میں تھوڑا سا بھی غور کرتے تو حقیقت سامنے آجاتی ہے لیکن جب دل اور آنکھوں پر بغض احناف کی پٹی ہو تو اسے حقیقت دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق کہاں سے ہوگی۔ مسلم شریف کی مذکورہ احادیث سے محققین نے (خیانت کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے) ابتدائی الفاظ ذکر نہیں کیے کیونکہ ذکر کرتے تو محققین کی تعمیر کردہ پوری عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی۔ پہلے مسلم شریف کے دونوں احادیث ملاحظہ ہو۔

(1) سند:۔

ابوبکر بن ابی شیبہ و ابو کریب: ابومعاویہ: اعمش: مسیب بن رافع: تمیم بن طرفہ: جابرؓ۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں جیسا کہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں

سکون رکھا کرو: نسائی میں یہ الفاظ ہیں: رسول اللہ ﷺ (اپنے حجرے سے باہر) ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم دوران نماز رفع یدین کر رہے تھے۔

(2) سند:۔

ابوبکر بن ابی شیبہ: وکیع: مسعر: عبیداللہ بن قبطیہ: جابر بن سمرۃؓ۔

جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کیساتھ نماز ادا کرتے تھے: ہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں طرف اشارہ کرتے تھے تو رسول اللہ ﷺ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسا کہ سرکش گھوڑے کی دم ۔۔۔ الخ۔ ان دونوں حدیثوں میں رفع یدین پر نکیر فرماتے ہوئے آپؐ نے ہاتھوں کو اٹھانے کو شریر گھوڑے کی دم سے تشبیہ دی ہے، دونوں روایتوں میں قدر مشترک بس یہی تشبیہ کا جملہ ہے، جس کی بنا پر کبار محدثین اور انہی کی تقلید و پیروی میں ان محققین سمیت تمام غیر مقلدین یہ باور کرانے پر مصر ہیں کہ ان دو حدیثوں میں مذکورہ رفع یدین پر نکیر کا تعلق نماز کے اختتام پر سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے ہے لیکن ان غیر مقلدین کی طرف سے درج ذیل وجوہات کی بنا پر دونوں روایات کو ایک قرار دینے کی ناکام کوشش کرنا ناپاک جسارت ہے۔

(1)۔ دونوں احادیث کی سندیں الگ الگ ہیں اور خود حضرات محدثین دونوں طریق کو جدا جدا نقل کر کے صراحت سے بتا رہے ہیں کہ یہ دونوں واقعات مختلف اوقات میں صادر ہوئے ہیں۔

(2)۔ تمیم بن طرفہ کی روایت میں آنحضرتؐ کا ارشاد ''نماز میں سکون اختیار کرو''۔ کا تعلق اس رفع یدین سے ہے جو دوران نماز کیا جا رہا تھا۔ جبکہ عبیداللہ بن قبطیہ کی روایت میں آنحضرتؐ کی نکیر اس رفع یدین پر ہے جو آخر نماز میں سلام پھیرنے کے وقت کیا جا رہا تھا: اور یہ بات بالکل

ظاہر و روشن ہے کہ سلام کا وقت نماز سے نکلنے کا وقت ہوتا ہے۔اس وقت کسی عمل کو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ نماز میں سکون اختیار کرو: یہ اس آدمی سے کہا جائے گا جو نماز کے اندر ہو اور رفع یدین کرے۔ ﴿اسکنوا فی الصلوۃ﴾ سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ دوران نماز کی بات ہو رہی ہے نہ کہ خروج نماز کے وقت یعنی سلام پھیرنے کے وقت کی۔

(3)۔ تمیم بن طرفہ کی روایت میں صاف مذکور ہے کہ صحابہؓ اپنی انفرادی نماز (نفلوں) میں رفع یدین کر رہے تھے اسی وقت آپ بھی حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے یعنی آپ ان کے ساتھ نماز میں شریک نہیں تھے"۔ جبکہ عبیداللہ بن قبطیہ کی روایت میں بصراحت مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے آپ کے ساتھ نماز پڑھنے میں سلام پھیرتے وقت رفع یدین کیا تھا۔

(4)۔ تمیم بن طرفہ کی روایت کی نقل کردہ روایت میں رفع یدین سے ممانعت کے الفاظ ﴿اسکنوا فی الصلوۃ﴾ م ہے نماز پنجگانہ کے اندر کسی خاص حالت و ہیت سے اس کا تعلق نہیں ہے (یعنی نماز میں ہر رفع یدین کو یہ عام ہے)۔

نوٹ:-

تکبیر تحریمہ والی رفع یدین نماز کے اندر نہیں بلکہ اس کے ذریعے سے نماز کی ابتدا کی جاتی ہے اور اس کے ذریعے نماز میں انسان داخل ہوتا ہے اور عیدین وغیرہ کے زائد تکبیرات عام عادات سے ہٹ کر ہے اس لئے وہاں رفع یدین بھی عام عادات سے ہٹ کر ہے۔

(5)۔ دونوں روایات کے الفاظ میں بھی فرق ہے: تمیم بن طرفہ والی روایت کی الفاظ یوں ہیں ﴿مالی اراکم رافعی ایدیکم﴾۔ جبکہ عبیداللہ بن القبطیہ کی روایت کے الفاظ یوں ہیں ﴿واشار بیدہ الی الجانبین فقال رسول اللہ علام تؤمنون بایدیکم﴾۔

(6)۔ تمیم بن طرفہ کی روایت میں صراحت ہے کہ ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی دوران آپ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔۔۔الخ۔ جبکہ عبیداللہ بن القبطیہ کی روایت میں بھی صراحت ہے کہ ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ دونوں روایات میں اتنے فرق کے باوجود ان کو ایک قرار دینا یہ کسی طرح انصاف اور دیانت کی بات نہیں ہے۔

تبصرہ ب:-

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مندرجہ بالا دونوں روایات الگ الگ ہیں لیکن بالفرض والتقدیر ان محققین (جو یہاں امام بخاریؒ اور امام نوویؒ کی تقلید کرتے ہیں) کی بات درست مان لی جائے کہ ان روایات کا تعلق سلام کے ساتھ ہیں تب بھی اس سے ثابت ہے کہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت وغیرہ بطریقہ اولیٰ اسی روایت کے حکم سے ممنوع ہے۔ کیونکہ نماز کے اختتام پر ہاتھ کے اشارہ کو بھی بالکل ممنوع قرار دیا جا رہا ہے تو اسی علت کی وجہ سے نماز کے اندر رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت تو بدرجہ اولیٰ ممنوع قرار دیا جائے گا: کہ جب نماز سے خروج کے وقت سکون کا حکم ہے کہ سکون اختیار کرو رفع یدین نہیں کرو کہ یہ خلاف سکون ہے تو نماز کے اندر تو یہ حکم بطریقہ اولی جاری ہوگا۔

تبصرہ ج:-

علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں ثابت کیا ہے کہ یہ دونوں الگ روایات ہیں: اور علامہ ابن حبانؒ نے بھی اس روایت کو ترک رفع یدین رکوع میں جاتے اٹھتے وقت پر استدلال کے طور پر لائے ہیں۔(حدیث نمبر 1878)

(2) پہلا جھوٹ:-

﴿حبر الأمة : صاحب النعلين والسواک والمطهرة﴾

سیدنا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں اور اپنی سابقہ فطرت کے

مطابق اس حدیث کو ضعیف ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور یہ محققین ہمیشہ ناکام و نامراد ہی رہیں گے۔ انشااللہ۔ امام ابوداؤدؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: ﴿ ولیس هو بصحیح علیٰ هذا اللفظ ﴾۔ یہ حدیث االفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔ یہ امام ابوداؤدؒ پر اسپیشل جھوٹ بولا ہے ہے: شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ قارئین کرام! ابوداؤدؒ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی مذکورہ روایت کے بعد یہ الفاظ نہیں ہیں؛ لعنت اللہ علی الکذبین۔ حاشیہ نگار محقق نے لکھا ہے کہ ''سنن ابوداؤدؒ کے بعض نسخوں میں یہ تبصرہ موجود نہیں لیکن مشکواۃ المصابیح اور دوسری بہت سی کتابوں میں یہ تبصرہ موجود ہے''۔ قارئین کرام! حاشیہ نگار کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ بعض نسخوں میں یہ تبصرہ نہیں ہے: یہ حاشیہ نگار اپنے شریک کار محقق شفیق الرحمٰن زیدی کے جھوٹ کو چھپانے کی کوشش تو کر رہے ہیں لیکن سورج کو کہاں انگلی سے چھپایا جا سکتا ہے۔ اور پھر ابوداؤدؒ کے جن نسخوں میں ان کے خیال میں یہ تبصرہ موجود ہے اس کیلئے حوالہ مشکواۃ کا دیتے ہیں۔ کیا یہ مشکواۃ بھی ابوداؤد کا نسخہ ہے: ''خچر سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا باپ کون ہے تو اس نے جواب دیا گھوڑا میرا ماموں ہے''۔ محققین بات کو گول مول کر کے غیر مقلدین عوام کو تو دھوکے میں رکھ سکتے ہیں لیکن اہل بصیرت کہاں اس جھوٹ کا شکار ہو سکتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! پہلے تو زبیر علی زئی کذاب (یہی حاشیہ نگار محقق) کا اپنا اصول ہے'' بے سند اقوال اس وقت تک مردود کے حکم میں ہوتے ہیں جب تک کہ دوسری کتاب میں باسند صحیح یا حسن ثابت نہ ہو جائیں: (جز رفع یدین صفحہ 20) قارئین کرام! اسی اصول کے پیش نظر صاحب مشکواۃ کا قول'' امام ابوداؤدؒ نے فرمایا کہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے'' مردود ہے کیونکہ صاحب مشکوۃ نے امام ابوداؤدؒ تک کوئی سند بیان نہیں کی۔ جبکہ امام ابوداؤدؒ 202ھ میں فوت

ہوئے اور صاحب مشکواۃ 600ھ کے بعد پیدا ہوائے۔ تو ان دونوں کے درمیان کم و بیش 400 سال کا فاصلہ ہے یہ محقق خود 4 سال کے فاصلہ کی وجہ سے امام ابوداؤدؒ کے قول کو رد کرتے ہیں (تفصیل گزر چکی) جبکہ یہاں تو 400 سال کا فاصلہ ہے: شاید بعض احناف والی دلیل کے تحت یہ گیدڑ ان کیلئے حلال ہوا ہے اور مزے سے کھا رہے ہیں۔

دوسرا جھوٹ:۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے دوسری چال:۔ عبداللہ بن مبارک کا قول پیش کرنا: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ترک رفع یدین کی حدیث ثابت نہیں ہے ﴿ قال عبد اللہ لم یثبت حدیث ابن مسعود.....الخ. ﴾

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ جھوٹ جاننے کیلئے ذرا غور فرمائیں: سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے ترک رفع یدین کے بارے میں دو روایات ہیں۔

(1)۔ ایک روایت میں عبد اللہ بن مسعودؓ آنحضرت ﷺ کی نماز کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ نے پہلی مرتبہ تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کیا۔

(2)۔ دوسری روایت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس میں خود عبداللہ بن مسعودؓ نماز پڑھ کر آپؐ کی نماز کا طریقہ سکھاتے ہیں اس طریقہ کے بارے میں حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے (آپؐ کی نماز کا طریقہ سکھاتے ہوئے) تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کیا۔ عبد اللہ بن مبارکؒ اس میں پہلی روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں نہ کہ دوسری روایت کا بارے میں۔

(1)۔ کیونکہ دوسری روایت خود عبداللہ بن مبارکؒ بھی روایت کرتے ہیں اپنی سند سے

نسائی باب ترک ذالک میں یہی دوسری روایات عبداللہ بن مبارک روایت کرتے ہیں۔

(2)۔ طریقہ یہ ہے کہ پہلے حدیث لائی جاتی ہے پھر اس پر جرح کی جاتی ہے امام ترمذیؒ عبداللہ بن مبارکؒ کا قول پہلے لائے ہیں اور پھر اس کے بعد عبداللہ مسعودؓ کی یہ دوسری روایت لاکر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور پھر فرماتے ہیں کہ صحابہؓ وتابعین میں سے اہل علم کا یہی قول تھا یعنی ترک رفع یدین کا (**ترمذی رفع یدین باب عند الرکوع**)۔ اگر عبداللہ ابن مبارکؒ کا مقصد دوسری روایت کورد کرنا ہوتا تو امام ترمذیؒ یہ قول حدیث کے بعد درج کرتے نہ کہ پہلے۔

(3)۔ اگر عبداللہ بن مبارک کا قول بقول جھوٹے محققین کے عبداللہ بن مسعودؓ کے اس دوسری روایت کے بارے میں ہوتو پھر امام ترمذیؒ یہ کیسے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور صحابہؓ وتابعین میں سے اہل علم کا یہی قول ہے۔ ان سب کے باوجود عبداللہ بن مبارکؒ قول عبد اللہ بن مسعودؓ کی دوسری روایت کے بارے میں فٹ کرنا: سوء باطن اور حدیث کے انکار کا خفیہ راستہ ہے۔ اور گہرے انداز میں عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بغض کی کھلی نشانی ہے۔

تیسرا جھوٹ:۔

(3)۔ قارئین کرام! محققین باطنین ایک اور قدم آگے بڑھتے ہیں (ایک قدم اور بڑھے تو عبداللہ روپڑی کو پیچھے چھوڑ دیں گے) اور فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ضعف کی وجہ یہ ہے کہ سفیان مدلس ہے اور عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

محققین تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کی مثل ہیں لیکن ہم یہ تنکے والا سہارا بھی ان سے چھین لیتے ہیں۔ یہ محقق علی زئی کذاب یہاں اس روایت کو سفیان کے عن کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں (اور زیدی صاحب بمعہ دیگر محققین ان کے ساتھ ہیں) لیکن خود

محقق قتادہؒ، زہریؒ، سفیان بن عیینہ سفیان ثوریؒ، ابن جریجؒ، اعمشؒ وغیر کو مدلس بھی کہتے ہیں اور ان کے معنعنہ کو صحیح کہہ کر استدلال بھی کرتے ہیں (تفصیل گزر چکی)۔ **وھل ھذا الا دجل** مظلم جب ان کے خود ساختہ اور چوری کردہ مسلک کی بات تھی تو سفیان کی تدلیس مضر نہ تھی لیکن اب حنفی مسلک حقہ (**کثرھم اللہ**) کی بات آئی تو اسی سفیان کی تدلیس مضر ہوئی۔ اس دجل پر تو شیطان نے بھی سلام کیا ہوگا۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! اس روایت کے بارے میں آئمہ کرام کے اقوال ملاحظہ ہوں اور پھر نماز نبوی کے محققین کے بارے میں خود فیصلہ کریں۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے: محلی ابن حزم 88/4 بحوالہ مجموعہ مقالات: حافظ ابن قطان فاسی فرماتے ہیں صحیح ہے الوھم والایہام 365/3 بحوالہ مجموعہ مقالات۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حسن ہے ترمذی باب رفع یدین عند الرکوع۔ نسائی میں عبداللہ بن مبارک خود اس روایت کو نقل کرتے ہیں پتہ چلا کہ ان کے نزدیک بھی صحیح ہے سفیان ثوری کے نزدیک صحیح ہے اس لئے اس حدیث کو معمول بہ بنایا نیز امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے: تبھی تو اس کا معمول بہ بنایا مزید یہ کہ تمہارے ہی ایک مشہور غیر مقلد علامہ احمد شاکر نے بھی اس کو صحیح کہا ہے: جامع ترمذی بتحقیق احمد شاکر: علامہ ابن دقیق اور علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں صحیح ہے (نصب الرایہ 473/1) تمہارے ہی گھر کے محقق شعیب ارناؤط نے بھی اس کو صحیح کہا ہے (شرح السنۃ 24/3 بحوالہ مجموعہ مقالات) اور اسی پر تمہارے امام محدث شام غیر مقلد ظاہری ناصر الدین البانی مہر ثبت کرتے ہیں اور تاکید سے لکھتے ہیں **و الحق انہ حدیث صحیح و اسنادہ صحیح علی شرط مسلم**۔ (مشکوۃ المصابیح بتحقیق الشیخ البانی)

اس تفصیل کے بعد ہم سو فیصد یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو صحیح کہنے والے: امام ابن حزمؒ، ابن قطانؒ، امام ترمذی، علامہ ابن دقیق العیدؒ، علامہ زیلعیؒ، سفیان ثوریؒ، امام اعظم ابوحنیفہؒ، احمد شاکر، شعیب ارناؤط: ناصر الدین البانی وغیرہ۔ یہ تمام آئمہ سچے ہیں اور نماز نبوی کے محققین اعلیٰ قسم کے کذاب ہیں۔ نیز امام ترمذی کے تصحیح اور تحسین پر اعتماد کرنے والے محققین کو اب کیوں سانپ سونگھ گیا ہے۔ اس سے پہلے کتنے مقامات پر صرف امام ترمذی کی تصحیح کو لے چکے ہیں۔ یہاں اس مقام پر امام ترمذی اب ان کے ہاں کیوں نا قابل اعتماد ٹھہرے؟

چوتھا جھوٹ:۔

(4)۔ نماز نبوی قدیم میں حافظ زبیر علی زئی کذاب امام ابن حبانؒ پر جھوٹ لکھتے ہیں ''امام حبان نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس میں بہت سی علتیں ہیں جو اسے باطل بنا رہی ہیں (مثلاً مدلس کی عن والی روایت تفرد کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے)''۔

تبصرہ:۔

یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ الامان والحفیظ: ابن حبان میں یہ بات ہے ہی نہیں اس لئے محقق کذاب نے یہ قول بلا حوالہ دیا ہے ہم اس محقق کذاب کی تسلی کیلئے یہ حدیث ایک ایسی سند سے لائیں گے جسے سلسلة الذهب (سونے کی کڑیاں) کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا امام اوزاعیؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں مناظرہ ہوا تھا رفع یدین کے مسئلہ پر امام اوزاعیؒ نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث پیش کی جسکے مقابلہ میں امام ابوحنیفہؒ نے اس سند سے ابن مسعودؓ کی حدیث پیش کی۔ ﴿ حدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمه عن ابن مسعودؓ ﴾ اس پر امام اوزاعیؒ خاموش ہو گئے: جامع المسانید، المبسوط سرخسی، فتح القدیر، موفق مکی مناقب، معارف السنن۔ امام ابوحنیفہؒ کی اس سند میں تمام فقہاء ہیں اور اس بارے میں علی بن خشرمؒ فرماتے ہیں وحدیث یتداوله الفقهاء خير من

حدیث یتداوله الشيوخ: یعنی فقہاء کی سند محدثین کی سند سے بہتر ہوتی ہے: معرفته العلوم الحديث امام حاکم:

(5)۔ ترک رفع یدین کی تیسری حدیث سیدنا براء بن عازبؓ کی ابوداؤدؒ والی حدیث کو بھی ضعیف ثابت کرنے کی بھی حسب عادت واستطاعت ناکام کوشش کی ہے۔

(1)۔ ایک اعتراض یہ کیا ہے یزید بن زیاد ضعیف مختلط، شیعہ تھا۔

(2)۔ دوسرا اعتراض یہ کیا ہے یزید بن زیاد پہلے مکہ میں ﴿لا یعود﴾ نہیں کہتا تھا اہل کوفہ کے پڑھانے پر یہ الفاظ بڑھا دیئے۔

تبصرہ الف:۔

یہ دونوں اعتراضات امام الآئمہ سراج الامۃ (بقول علامہ سیوطیؒ مصداق حدیث نبویؐ امام) امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ انتہائی بغض، عناد اور دشمنی کا نتیجہ ہیں۔

(1)۔ یزید بن ابی زیاد کو یوں علی الاطلاق ضعیف کہنا یہ صرف مذکورہ بالا بغض کا اثر، انصاف کا خون اور دیانت کا سودا ہے۔ کیونکہ یزید بن زیاد کو امام مسلمؒ ان راویوں میں شمار کرتے ہیں جو سچے اور عدالت اور مروت کے منافی امور سے بری ہے امام مسلم جیسے نقاد نے ان کا دفاع کیا ہے دیکھئے مقدمہ مسلم: امام احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں ثقہ ہے اور جو لوگ ان میں کلام کرتے ہیں وہ مجھے پسند نہیں (یعنی یہ کلام باطل ہے) تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین بحوالہ مجموعہ مقالات: امام شعبہؒ اس کو قابل احتجاج سمجھتے ہیں (میزان الاعتدال)۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ ان کی حدیثیں کسی نے ترک کر دی ہوں۔ (تہذب التہذیب) سفیان بن یعقوب فرماتے ہیں اگر چہ لوگوں نے اس میں کلام کیا ہے پھر بھی ثقہ وعادل ہے۔ (بحوالہ مجموعہ مقالات) امام عجلیؒ نے ان کو جائز الحدیث کہا ہے (تہذیب الکمال) ابن حبانؒ فرماتے ہیں صدوق ہے امام بخاری

ؒ نے ان سے بخاری میں تعلیقاً روایت لی ہے اور ادب مفرد میں بھی ان سے روایت لی ہے۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی ان پر اعتماد کیا ہے: تہذیب الکمال: حرف آخر یہ کہ ان محققین کے ایک امام علامہ احمد شاکر نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔ جامع ترمذی بتحقیق احمد شاکر۔

نیز محققین کہتے ہیں یہ شیعہ تھا اگر شیعہ ہونا جرح ہے تو پھر تو تمہاری نماز نبوی تو گیا اور بخاری گئی۔ کیونکہ: تمہارے ہی ایک امام حکیم فیض عالم نے بخاری کے مرکزی راوی ابن شہاب زہریؒ کے بارے میں فرماتے ہیں: ابن شہاب منافقین وکذابین کے دانستہ نہ سہی، غیر دانستہ ان کے مستقل ایجنٹ تھے اکثر گمراہ کن، حبیث اور مکذوبہ روایات انہی کی طرف منسوب ہے۔ مزید لکھتے ہیں ابن شہاب کے متعلق یہ بھی منقول ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھی بلواسطہ روایت کرتا تھا جو اس کی ولادت سے پہلے مر چکے تھے: مشہور شیعہ مؤلف شیخ عباس قمی کہتے ہیں کہ ابن شہاب پہلے سنی تھا پھر شیعہ ہو گیا، (صدیقۂ کائنات صفحہ 107، 108) بحوالہ کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ۔ اگر شیعہ ہونا جرح ہے تو پھر امام حاکم کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو نامی گرامی شیعہ ہے جن کے حوالے اور تصحیح کو آپ بڑے مزے لے لے کر لیتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا۔۔۔ بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے آ گیا۔ نیز اگر شیعہ ہونا جرح ہے تو پھر قدری ہونا اعلیٰ ترین جرح ہوگی پھر تو آپ کی مستدل حدیث ابو حمید الساعدیؓ کی، حمید بن جعفر قدری کی وجہ سے تمہارے ہی اصول کے مطابق ناقابل استدلال ہوگئی۔ پیر بھی اپنے کلہاڑی بھی اپنی۔

(2)۔ دوسرا اعتراض کہ یزید بن ابی زیاد نے اہل کوفہ کے پڑھانے پر ﴿ثم لایعود﴾ کے الفاظ بڑھائے ہیں یہ تو محض اپنے بغض کا اظہار ہے کہ یزید پہلے مکہ مکرمہ میں یہ نہیں پڑھتا تھا آخر عمر نے یہ الفاظ بڑھائے۔ محققین کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ یہ الفاظ یا اس کے ہم معنی مسند ابی یعلیٰ اور جامع المسانید میں: ہشیم سے، مصنف بن عبدالرزاق میں ابن عینیہ سے، شرح معانی الاثار

ابن سفیان ثوری سے، مسند ابی یعلی میں ابن ادریس سے، سنن دار قطنی میں شعبہ، اسماعیل بن زکریا اور محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے، مصنف ابی شیبہ میں حکم اور عیسی سے بھی مذکور ہے، اور یہ سب یزید بن ابی زیاد کے قدیم شاگرد ہیں امام بخاریؒ، ابوداؤدؒ دارمیؒ نے صراحت کی ہے کہ یہ ابن ابی زیاد کے قدیم تلامذہ ہیں (بحوالہ مجموعہ مقالات)۔ تو کیا ان محققین کی بات جھوٹی نہیں کہ یہ الفاظ پہلے نہیں پڑھتے تھے بلکہ آخیر عمر میں بڑھا دئے تھے۔ محققین کی یہ بات بالکل بے بنیاد ہے کہ اس لفظ کو صرف آخیر عمر کے تلامذہ روایت کرتے ہیں۔ اور پھر یہ بات کرنا یہ الفاظ کوفہ والوں کے کہنے پر بڑھا دیئے جائیں انتہائی جہالت ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ یہ الفاظ سنن بیہقی میں سفیان ابن عینیہ سے منقول ہے قارئین اس کی حقیقت تاریخ کے آئینہ میں ملاحظہ ہو۔

(1)۔ یزید بن ابی زیاد 47 ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ادہر ہی 136 ھ میں فوت ہوئے۔

(2)۔ سفیان بن عینیہ 107 ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے اور 163 ھ کو کوفہ سے مکہ مکرمہ میں ہجرت کر گئے تھے اور مکہ مکرمہ میں ہی 198 ھ میں وفات پا گئے تھے۔ یزید بن ابی زیاد اور سفیان بن عینیہ کی ولادت، وفات اور سفیان کے مکہ مکرمہ کو وطن بنا لینے کی تاریخ سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ سفیان بن عینیہ کی پیدائش کے وقت یزید بن ابی زیاد کی عمر 60 سال تھی۔ اور سفیان کی کوفہ سے نقل مکانی یزید بن ابی زیاد کے 27 سال بعد ہوئی اور سفیان کو یزید بن ابی زیاد کے زمانہ حیات سے 29 سال ملے اور اس مدت میں دونوں کوفہ ہی میں رہے۔ تاریخ کی اس شہادت کے تحت یہ کیسے ممکن ہوگا کہ یزید بن زیاد کی عمر کے ابتدائی زمانہ میں سفیان بن عینیہ نے مکہ مکرمہ میں ان سے ملاقات کی اور احادیث سنیں۔ تاریخی شہادت سے خود اس روایت کا ثبوت ملتا ہے تو اس کی بنیاد پر ﴿ثم لا یعود﴾ کو غیر محفوظ کیونکر کہا جاتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ دونوں کی

یہ ملاقات مکہ مکرمہ میں دوران حج ہوئی ہوگی تو اس وقت یہ بھی لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ یہ ملاقات یزید بن زیاد کی عمر کے ابتدائی اوائل میں نہیں بلکہ آخری زمانہ میں ہوئی ہے جبکہ وہ بقول محدثین اختلاط کا شکار ہو چکے تھے اس صورت میں سفیان بن عیینہ کی اس روایت کے مقابلہ میں یزید کے قدیم تلامذہ محمد بن ابی لیلیٰ، شعبہؒ، اسماعیل بن زکریاؒ، سفیان ثوریؒ، ہیثمؒ، شریک بن عبداللہ وغیرہ کی روایتیں ہی محفوظ و رائج ہوں گی۔ فتدبر۔ مزید براں ﴿ ثم لا یعود ﴾ کا لفظ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے نقل کرنے میں یزید بن ابی زیاد منفرد اور اکیلے نہیں ہیں کہ اسے ان کا مدرج اور اپنی جانب سے اضافہ کہا جائے بلکہ اس لفظ کو عبداللہ بن ابی لیلیٰ اور الحکم بن عتیبہ بھی روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ سنن ابوداؤد، مصنف ابن ابی شیبہ اور شرح معانی الآثار میں مذکور احادیث 21، 22، 23 سے واضح ہے۔ البتہ عیسیٰ اور الحکم کی یہ روایتیں محمد بن ابی لیلیٰ کی سند سے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف قابل متابعت مانا جاتا ہے، لہذا اس معتبر متابعت سے ﴿ ثم لا یعود ﴾ کی زیادتی کے سلسلہ میں یزید بن ابی زیاد تلقین کی جرح سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ان تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارہ ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ کی اس روایت پر جو کلام کیا گیا ہے وہ اصول محدثین کے اعتبار سے بالکل مضر ہی نہیں اور یہ روایت بلاشبہ لائق استدلال ہے۔

(6)۔ یہاں محققین حضرات نے ایک قاعدہ ذکر کیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث اولیٰ ہیں کیونکہ وہ مثبت ہیں اور نافی پر مثبت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

تبصرہ الف:۔

اس سے پہلے تفصیل سے گزرا ہے کہ 4 رکعتی نماز میں 26 مقامات پر رفع یدین کرنا ثابت ہے۔ آپ محققین حضرات 10 مقامات پر اس قاعدہ کو بہت محبوب رکھتے ہیں لیکن یہی قاعدہ جب 26 مقامات پر بھی چلتا ہے تو باقی 16 مقامات پر آپ محققین کو اس قاعدہ سے نفرت کیوں ہوتی

ہے۔ 16 مقامات پر آپ محققین کا جو جواب ہوگا وہی باقی 9 مقامات کیلئے ہمارا بھی سمجھو۔ نیز محققین حضرات سے استدعاء ہے کہ یہ قاعدہ قرآن کی کون سی آیت اور نبیؐ کی کس حدیث سے مذکور ہے۔ یاد رہے کہ تقلید تمہارے ہاں بدعت اور گمراہی ہے۔

(7)۔ حاشیہ گار محقق علی زئی کذاب لکھتے ہیں "مگر یہاں رفع الیدین کرنے کی احادیث زیادہ بھی ہیں اور صحیح ترین بھی، اور جبکہ نہ کرنے کی احادیث کم بھی ہیں اور کمزور بھی۔ اب نہ تو مقبول و مردود احادیث کا مشترکہ مفہوم اخذ کرنا جائز ہے اور نہ مردود احادیث سے مقبول احادیث کو منسوخ کیا جا سکتا ہے"۔

تبصرہ:۔

محقق صاحب کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ دلائل کی کثرت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ کیفیت اور قوت کو دیکھا جاتا ہے۔ ترک رفع یدین کی احادیث کو مردود کہنا انکار حدیث کا آسان راستہ ہے اسی لئے تو تمہارا روپڑی حدیث کا انکار کر بیٹھا تھا۔ ترک رفع یدین پر تو آدھی سے زیادہ امت کا عمل تواتر سے چلا آ رہا ہے تواتر عملی کے بارے میں تواتر سندی کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ کئی اہل علم صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا عمل اسی پر تھا یعنی ترک رفع یدین والی حدیث پر۔ نیز جز رفع یدین للبخاری میں نافعؒ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ ان لوگوں کو کنکریاں مارتے تھے جو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ابن عمرؓ کے زمانہ میں یا تو صحابہؓ تھے یا تابعینؒ جو رفع یدین نہیں کرتے تھے، پس ثابت ہوا کہ صحابہؓ و تابعینؒ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نیز اسی جز رفع یدین میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ کی بیویاں رفع یدین کرتی تھیں۔ (جز رفع یدین صفحہ 25) اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ کرامؓ کی بیویاں رفع یدین نہیں کرتی تھیں کیونکہ بعض کے مقابلہ میں اکثر آتا ہے۔ نیز تمہارے ایک ہی محقق عمران لاہوری اپنی کتاب فقہ الحدیث

میں فرماتے ہیں کہ دو تہائی امتی احناف ہیں یعنی تمہارے ہاں بھی یہ مسلم ہے کہ امت کی اکثریت
ترک رفع یدین پر عمل کرتی ہے۔ نیز امام مالکؒ اور مالکیہ بھی احناف کے ساتھ شامل ہیں۔ امت
کی اکثریت کا عمل یہی ہے اور یہ مسلم اصول ہے کہ جس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہو وہ صحیح ہوتی
ہے یہی اصول تمہارا بھی ہے۔ (مترجم موطا امام مالکؒ صفحہ 45) اس کے باوجود اس حدیث کو
مردود کہنا بہت بڑی جرات اور انکار حدیث کا آسان راستہ ہے۔ **اللھم احفظنا۔**

(8)۔ محقق حاشیہ نگار کذاب لکھتے ہیں رفع یدین کرنا منسوخ نہیں بلکہ نہ کرنا منسوخ ہے۔

تبصرہ:۔

آفریں را بریں تحقیق۔

سبحان اللہ ! کیا علم ہے، 10 محرم کو روافض حضرات بجائے ماتم حسینؓ کے اگر تمہاری
اس تحقیق اور علمیت پر ماتم کریں تو بھی کم ہے۔ حضرت محقق صاحب! پہلے عمل ہوتا ہے پھر نسخ ہوتا
ہے۔ ایک چیز پہلے سے جاری ہو تو اس کا نسخ ہوتا ہے۔ جب ایک چیز شروع سے جاری ہی نہ ہو تو
اس کا نسخ کیسے ہوگا۔ عمل پہلے ہوتا ہے ترک بعد میں ہوتا ہے۔ ترک تو پہلے آ ہی نہیں سکتا جیسا کہ
قرآن کریم کی آیت مبارکہ ہے۔ ﴿اصلوتک تأمرک ان نترک ما یعبد
اباؤنا﴾ مطلب یہ کہ قوم شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اپنے اباء واجداد کے اس جاری سلسلہ کو ترک
نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ امام نسائیؒ وضاحت کے ساتھ باب باندھتے ہیں: **باب ترک ذالک۔**
یعنی رفع یدین کا ترک کرنا ایام ابوداودؒ بھی پہلے رفع یدین اور پھر اس کے بعد ترک رفع یدین کی
احادیث ذکر کرتے ہیں امام ترمذیؒ اور امام حبانؒ نے بھی ایسا کیا ہے محقق صاحب کا یہ طرز عمل
محدثین کے خلاف ہے اس لئے محدثین ہی سچے اور محققین حضرات۔۔۔۔۔

(9)۔ محقق حاشیہ نگار آگے مزید لکھتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ چاروں امام میں سے

دو رفع یدین کے قائل تھے۔

نوٹ:۔ باقی کے جوابات تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

تبصرہ:۔

یہ جھوٹ کی انتہاء ہے کیونکہ چاروں آئمہ میں سے دو یعنی امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ
ترک رفع یدین کے قائل تھے اور باقی امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ صرف افضلیت کے قائل
تھے ضروری ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں اس مسئلہ میں غیر مقلدین اکیلے ہیں۔ **وللہ الحمد۔**

(10)۔ محقق کذاب حاشیہ نگار لکھتے ہیں ''اب جو شخص غیر معصوم امتی کے عمل کو سنت پر ترجیح
دیتا ہے اور سنت کو عمداً چھوڑے ہوئے ہے اسے حب رسول کا دعوی کرنا جچتا نہیں۔

تبصرہ:۔

الحمدللہ ! احناف صحیح سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہیں یہ طریقہ احناف کو اس حبر الامۃؓ نے
سکھایا ہے جو ہر وقت خدمت رسولؐ میں ساتھ رہتے تھے۔ صاحب السواک۔ صاحب المطہرۃ۔
صاحب النعلین کے القاب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف، ابواب المناقب) یہاں
تک کہ ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اتنی کثرت سے آپؐ کے پاس آتے جاتے تھے کہ ہم سمجھتے
تھے کہ آپؐ کے گھر کا ہی کوئی فرد ہے۔ جو آپؐ کے پیچھے پہلی صف میں نماز پڑھتے تھے جو آپ کی
نماز کو خوب جاننے والے تھے۔ **وللہ الحمد۔** لیکن افسوس ہے ان لوگوں پر جو رفع یدین
کو تو ضروری کہتے ہیں لیکن 16 مقامات پر ثابت ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے۔
اللہ بے عملوں کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(11)۔ محقق شفیق الرحمن زیدی صاحب: عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت کو ضعیف ثابت
کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن پہلے کی طرح انشاءاللہ ناکام ہی رہیں گے۔ حدیث یہ ہے

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکرؓ وسیدنا عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی وہ
لوگ شروع نماز کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

تبصرہ:۔

اس روایت کو محمد بن جابرؒ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے کہ یہ راوی ضعیف ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں شمار کیا ہے۔ امام احمد بن عدیؒ فرماتے ہیں ''اسحاق کے پاس محمد بن جابر کی اچھی اور صالح احادیث ہیں''۔ (تہذیب الکمال) اور یہاں یہی ابن اسحاق ان سے روایت کررہے ہیں۔ اسحاق بن اسرائیل تو بہت بڑے آئمہ پر ان کو ترجیح دیتے تھے۔ نیز بڑے بڑے آئمہ کرام نے محمد بن جابر سے روایات لی ہیں جیسے ابن عونؒ، ھشامؒ، ثوریؒ، شعبہؒ وغیرہ۔ امام اسحاق فرماتے ہیں کہ اگر یہ ضعیف ہوتے تو اتنے بڑے آئمہ ان سے روایت نہ لیتے (تہذیب الکمال) اس سے معلوم ہوا کہ اس راوی کو مطلقاً ضعیف کہنا انصاف سے دور بات ہے یہ کم از کم حسن درجے کے راوی پھر بھی ہے۔ دوسری بات بیہقیؒ کا اس کو ضعیف کہنا معتبر نہیں کیونکہ امام بیہقیؒ کے بارے میں امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں ''امام بیہقیؒ تعصب سے کام لیتے ہیں (بغیۃ الالمعی۔ 8/2 بحوالہ مجموعہ مقالات) اور آپ کے امام عبدالرحمٰن مبارک پوری فرماتے ہیں ''امام بیہقی اگرچہ محدث سے مشہور ہے مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا۔ (تحقیق الکلام 132/2 بحوالہ مجموعہ مقالات)

(12)۔ خلاصہ بحث کے طور پر فرماتے ہیں۔ رفع یدین کی احادیث بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کی احادیث معناً یا سنداً ثابت نہیں۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! آپ رفع یدین اور ترک رفع یدین کی احادیث پر بحث تفصیل سے ملاحظہ کر

چکے۔ یہ ان محققین کی میں نہ مانوں والی طوطے کی رٹ ہے جس کی علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں۔ شاید محققین کو یہ جھوٹ لکھتے ہوئے کچھ شرم آئی ہو، ہم تو یہی کہہ سکتے ہیں۔ ﴿اذا فاتک الحیاء فافعل ماشئت.﴾

(13)۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک کسی ایک صحابی سے بھی عدم رفع یدین ثابت نہیں۔

تبصرہ:۔

گزشتہ صفحات پر ایک محقق کی یہ بات گزری تھی ''اب جو شخص ایک غیر معصوم امتی کے عمل کو سنت نبوی ﷺ پر ترجیع دیتا ہے۔۔۔ الخ''۔ اس بات پر یہ محققین خود عمل کرتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ ﴿لم تقولون ما لا تفعلون﴾ کیا امام بخاریؒ معصوم ہیں جو ان کے قول کو یوں لیا جارہا ہے ورنہ تو امام بخاریؒ کی ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ، براء ابن عازبؓ، ابراہیم نخعیؒ امام مالکؒ، اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ کیا یہ صحابہؓ اور تابعینؒ اہل علم نہیں تھے؟ نیز خود امام بخاریؒ کی جز رفع یدین سے ثابت ہے کہ صحابہ اور تابعین رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام کی اکثر ازواج رفع یدین نہیں کرتی تھیں۔ یہ بات تفصیل سے گزر چکی۔ وللہ الحمد.

رکوع کا بیان

(نماز نبوی جدید صفحہ 214 اور قدیم صفحہ 170)

(1)۔ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث لائے ہیں ''جب آپ نماز شروع فرماتے تو دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔۔۔۔۔''۔

تبصرہ:۔

اس حدیث پر بحث گزر چکی۔

(2)۔ ﴿سبحان ربی العظیم﴾ پر حاشیہ میں محقق فرماتے ہیں ''میمون ابن مہران تابعیؒ فرماتے ہیں کہ رکوع اور سجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں کہنا چاہیے۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! جب بات محققین کے مسلک کے خلاف ہو تو صحابہ کے اقوال کو بھی مردود ٹھہراتے ہیں اور جب بات ان کے چوری کردہ مسلک کے مطابق ہو تو تابعی کا قول بھی دلیل ہوتا ہے۔

(3)۔ لکھتے ہیں ''نبی کریم ﷺ رکوع میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے ﴿سبحانک و بحمدک لا الہ الا انت﴾

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ آنحضرت ﷺ کی رات کی نفل نماز تھی اب یہ محققین کس دلیل کے تحت اس کو عام کر رہے ہیں، جب کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز میں تاخیر کو سفر کے ساتھ خاص کر چکے ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ جہاں اس قسم کے محقق ہوں وہاں گیدڑ بھی حلال ہوتا ہے۔ اللھم احفظنا منھم.

(4)۔ رکوع کی دعا ﴿سبحانک اللھم ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی﴾ (بحوالہ بخاری و مسلم)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ الفاظ مسلم شریف میں نہیں ہیں اس لئے ان حضرات نے امام مسلمؒ پر جھوٹ باندھا۔ لعنت اللہ علی الکذبین۔

اطمینان نماز کا رکن ہے

(نماز نبوی جدید صفحہ 217 اور قدیم صفحہ 172)

(1)۔ محققین یہاں وہ مشہور حدیث لائے ہیں جو حدیث مسیٔ کے نام سے مشہور ہے۔ اسی حدیث پر محققین نے یہ تبصرہ کیا ہے ''اس حدیث میں جس نمازی کا ذکر ہے وہ رکوع اور سجود میں بہت جلدی جلدی کرتا تھا، قومہ اور جلسہ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر نہیں کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ہر بار اسے فرمایا کہ نماز پڑھ کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے ان ارکان کی ادائیگی میں عدم اطمینان کو نماز کے باطل ہونے کا سبب قرار دیا''۔

تبصرہ:۔

لو آ گیا صیاد خود اپنے جال میں! وللہ الحمد۔

قارئین کرام! پہلے یہ سمجھیں کہ اس حدیث کی فرائض ارکان اور واجبات میں کیا حیثیت ہے۔ غیر مقلدین کے جد امجد علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں ''واجبات نماز کے سلسلے میں حدیث مسیٔ کا متعین ہونا ثابت شدہ امر ہے یعنی جو اس حدیث میں ہے وہی واجب ہے۔ فقہا کے نزدیک یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو کچھ اس حدیث میں ہے وہ واجب ہے اور جس کو آپؐ نے بیان نہیں فرمایا وہ واجب نہیں۔ (نیل الاوطار: ابواب صفۃ الصلوۃ۔ باب افتراض افتتاحھا بالتکبیر: باب السجدۃ الثانیۃ ولزوم الطمانیۃ فی الرکوع، بحوالہ تحفۃ المناظر) ان ہی کے ایک اور امام علامہ امیر یمانی فرماتے ہیں ''اس حدیث میں جس چیز کا ذکر نہیں وہ واجب بھی نہیں، یہ استدلال اس لئے کرتے ہیں کہ یہ مقام نماز کے واجبات کی تعلیم کا مقام ہے، اگر بعض واجبات کو چھوڑا جاتا تو اس میں باوجود حاجت کے بیان کو مؤخر کرنا لازم آتا ہے جو کہ بالاجماع جائز نہیں''۔ (سبل السلام باب صفۃ الصلوۃ بحوالہ تحفۃ

المناظر)۔قارئین کرام! یہ بات تو مسلم ہے کہ یہ مقام تعلیم واجبات کا ہے جیسا کہ غیر مقلد علما
بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔اس مقام پر آنحضرت ﷺ نے نہ تو رفع یدین سکھایا نہ فاتحہ کو متعین کیا اور نہ
ہی جلسہ استراحت (دونوں سجدوں سے اٹھنے کے بعد) سکھایا ہے۔اگر یہ فرض یا واجب ہوتے تو
آپ ضرور سکھاتے ورنہ تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ آپ پر تبلیغ دین میں سستی اور مداہنت کا الزام لازم
آئے گا جو کہ باطل ہے۔تو معلوم ہوا کہ رفع یدین، سورۃ فاتحہ اور جلسہ استراحت فرض ولازم نہیں
جو لوگ ان کو فرض کہتے ہیں وہ نعوذ باللہ آپ پر خفیہ پیرائے میں مذکورہ بالا الزام ڈالنا چاہتے ہیں
اور یہ زہر جاہل عوام کے ذہنوں میں بھی انڈیل رہے ہیں۔ **العیاذ باللہ۔**

محققین کا یہ قاعدہ:۔

''کسی چیز کا تذکرہ نہ کرنا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا'' اس وقت چلتا ہے جب آپ
کوئی عام چیز سمجھاتے یہاں بیان کا موقع ہے اور بیان کے موقع پر بیان نہ کرنا اس چیز کے نہ
ہونے پر ہی دال ہوتا ہے۔اگر بالفرض ہم مان لیں کہ یہاں بیان نہیں فرمایا تو دوسرے مقام پر
بیان کیا ہے پھر بھی بات نہیں بنے گی کیونکہ اس صورت میں صحابی مذکورؓ (خلاد بن رافعؓ جن کو
ارکان نماز سکھائے) کے بارے میں **نعوذ باللہ** سستی اور مداہنت کا الزام لازم آئے گا جو کہ
باطل ہے۔معلوم ہوا کہ محققین احناف کی ضد میں بہت غلط راستے پر چل نکلے ہیں ہم بڑے اخلاص
کے ساتھ ان کو یہ ضد اور عناد چھوڑنے کی دعوت دیتے ہیں وگرنہ تو ان کیلئے دنیا اور آخرت
میں خسارے کے علاوہ کچھ نہیں۔

(2)۔ اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث لائے ہیں '' سیدنا ابو مسعود انصاریؓ روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک رکوع اور سجدہ میں
اپنی پیٹھ درست نہ کرے''۔(ابوداؤد، موارد اور ترمذی)

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! اس حدیث کی سند (ابوداؤد، موارد) میں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ
بھی ہیں۔امام شعبہؒ پر یہ محقق کذاب (تسہیل الوصول صفحہ 159) پر وہم کا الزام لگاتے ہوئے
کہتے ہیں۔اخفی بھا صوته کے الفاظ شعبہؒ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے اور صفحہ 163) پر
لکھتے ہیں کہ جس روایت میں سراً آمین کا ذکر آیا ہے وہ امام شعبہؒ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔
احناف کا متدل روایت کرنے کے جرم میں شعبہؒ ضعیف ہیں لیکن یہاں صحیح ہیں یہ منطق آپ
جیسے کذاب ہی کی سمجھ میں آئے گی۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! اس محقق کذاب کے دجل اور جھوٹ کو دیکھیں اور پھر خود فیصلہ کریں کہ یہ محقق
جھوٹوں کا بادشاہ ہے یا نہیں۔انہوں نے دوسرا حوالہ ترمذی کا دیا ہے اور اس کو بھی صحیح کہا ہے۔جبکہ
ترمذی کی سند میں دو مدلسین ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں ایک امام اعمشؒ اور دوسرے
ابو معاویہؒ۔(جزء قرأت صفحہ 92) پر ان دونوں کو ایک ہی سانس میں مدلس قرار دیا اور ان کے
عنعنہ کو ضعیف کہا۔یہاں ان کی حدیث کو صحیح کہا کیا یہ دجل کا عالمی ریکارڈ نہیں؟ اس سے پہلے ترک
رفع یدین کے مسئلہ میں سفیان کی روایت کو عن کی وجہ سے ضعیف کہنا اور اب ایک کی بجائے دو
مدلسین کے عنعنہ کے باوجود حدیث کو صحیح کہنا کیا یہ جھوٹ اور فریب نہیں جو نماز نبویؐ کے نام پر کھیلا
جا رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ان جیسے کذابوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو اپنے حفظ وامان میں رکھے
آمین۔

(الف)۔ قارئین کرام! بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ
کو وہم کا شکار صرف اس وجہ سے کہا کہ وہ احناف کی متدل روایت کررہے ہیں نیز امام اعمشؒ،

سفیان ثوریؒ، سفیان بن عینیہؒ، ابو معاویہؒ، امام زہریؒ، قتادہؒ، ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کبار محدثین اب
احناف کی متدل روایت کرتے ہے تو ان کی تدلیس مضر ہو جاتی ہے اور روایت ضعیف ٹھہرتی ہے
لیکن جب یہی محدثین ان کے مسلک کی روایت کو نقل کرتے ہیں تو وہ صحیح ہو جاتی ہے کیا یہ بغض
احناف کی واضح نشانی نہیں: کیا تحقیق اسی چیز کا نام ہے: کیا یہ احادیث نبویؐ کے ساتھ ناانصافی و
استہزا نہیں۔ ﴿لم تلبسون الحق با الباطل وتكتمو الحق و انتم تعلمون﴾۔

(3)۔ محقق حضرات سیدنا ابو بکرۃؓ کی حدیث لائے ہیں جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس نے رکعت پالی۔ اس حدیث پر حاشیہ نگار محقق تحقیق کا شوق پورا کرتے ہوئے احادیث رسولؐ کے ساتھ وہ مقابلہ کرتے ہیں کہ عبد اللہ روپڑی بھی شرمائے پہلی بات یہ لکھتے ہیں "بعض لوگ اس حدیث سے یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ اگر نمازی حالت رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو تو وہ اسے رکعت شمار کرے گا۔۔۔۔ الخ۔

تبصرہ الف:۔

محقق کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ محترم یہ کسی امام کی بات نہیں کہ آپ اس کے ساتھ استہزا کریں بلکہ یہ آپؐ کی حدیث ہے اور یہ نکتہ نکالا نہیں بلکہ حدیث میں صراحت سے یہی مسئلہ مذکور ہے۔ سورج انگلی سے نہیں چھپتا جو میں نہ مانوں کی رٹ لگائیں تو اس کا کیا علاج ہو سکتا ہے۔

(4)۔ محقق فرماتے ہیں کہ یہ موقف محل نظر ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے انہیں رکعت لوٹانے کا حکم دیا تھا یا نہیں۔

تبصرہ:۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رکعت لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ "ومن الدعی فعلیہ البیان"۔ مقام بیان پر بیان نہ کرنا، نہ ہونے کی دلیل ہے تفصیل گزر چکی۔ اگر تمہارے خود ساختہ

چوری کردہ مسلک کے مطابق رکعت لوٹانا ضروری تھا۔ تو پھر ایک چیز آنحضرت ﷺ نے کیسے نہیں بتائی ورنہ تو آپ کی طرف غلط نسبت لازم آئے گی۔ "لكن التالي باطل فالمقدم مثله" جیسا کہ ایک آدمی نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھی تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنی نماز لوٹا دو۔ (نماز نبوی جدید صفحہ 165) اور یہاں نہیں بتایا پتہ چلا کہ رکعت ہو گئی ہے اس لئے آپؐ نے اعادہ نماز کا حکم نہیں فرمایا۔

(5)۔ محقق صاحب فرماتے ہیں "اس کے متعلق حدیث خاموش ہے اس ضمن میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض ظن اور احتمال کی بنیاد پر کہا جاتا ہے اس کے برعکس ایسے صریح دلائل موجود ہیں جو (ہر صاحب استطاعت کیلئے) قیام اور قرات دونوں کو لازم کرتے ہیں۔"

تبصرہ:۔

محقق کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ حدیث اس مسئلہ میں خاموش نہیں ہے حدیث اس بارے میں صریح ہے کہ آپؐ نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا اور یہ نہ فرمانا ہی اس بات کی دلیل ہے: کیونکہ بیان کے موقع پر خاموشی نہ ہونے کی صراحت ہوتی ہے۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں "ولو لم تجز الصلاة بهذا لوصف لابى بكرة لأمره با عادة الصلاة" اگر ابو بکرہؓ کی نماز اس وصف کے ساتھ صحیح نہ ہوتی تو آپؐ ان کو نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم دیتے۔ (ابن حبان حدیث نمبر 2195) آپ محترم کا کہنا ہے کہ یہ محض ظن اور احتمال ہے تو تمہاری یہ بات مردود ہے کیونکہ اس مسئلہ پر تمہارے ہی اصول کے مطابق دلائل صریحہ صحیحہ موجود ہیں کہ جو امام کو رکوع میں پالے تو اس نے رکعت پالی۔ ملاحظہ ہو۔

(1) صحیح ابن خزیمہ میں ابو ہریرۃؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے امام کو رکوع میں پالیا تو اس نے رکعت پالی۔ (ابن خزیمہ۔

حدیث نمبر 1595) تمہارے ہی اصول کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے یعنی ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ **فماذا بعد الحق الا الضلال**۔ نیز تمہارے امام کبیر محدث شام ناصر الدین البانی غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس حدیث کے دوسرے طرق بھی ہیں اور شواہد بھی ہیں۔ (الارواء 496، صحیح ابوداؤد 832 بحوالہ حاشیہ ابن خزیمہ)

(2) نیز محقق کبیر (فی الکذب) (ماہنامہ الحدیث نمبر 30 صفحہ 13) پر عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں جس میں یہ ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

نوٹ:۔

اگر عبداللہ بن مسعودؓ کا قول دلیل نہیں تو پھر (تسہیل الوصول میں صفحہ 157) بسم اللہ بالجہر میں اقوال صحابہؓ (حدیث نبوی ﷺ کے مقابلے میں نماز نبوی صفحہ 190) دلیل کیوں بنے۔ نیز نماز نبویؐ میں امام بغویؒ کا قول دلیل کیسے بنا (قرآن وحدیث کے مقابلہ میں) نیز غسل عیدین میں ابن عمرؓ کا قول دلیل کیسے بنا وغیرہ (ہمارے پاس ایک لمبی فہرست ہے)۔

(3) ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے آؤ اور ہم حالت سجدہ میں ہوں تو (ہمارے ساتھ) سجدہ کرو اور اس رکعت کو شمار نہ کرو اور جس نے رکوع پالیا تو اس نے رکعت پالی"۔ امام حاکم فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ذھبی نے بھی تلخیص میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر 1040 قدیمی کتب خانہ کراچی)

(4) عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب تم (نماز پڑھنے آؤ) اور امام حالت رکوع میں ہو اور آپ نے اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دیئے (یعنی رکوع میں گئے) امام کے سر اٹھانے سے پہلے تو آپ نے وہ رکعت پالی۔ (مصنف ابی شیبہ حدیث 2520)

(5) سعید بن مسیّب تابعیؒ فرماتے ہیں "جس نے امام کو رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے پا

لیا تو اس نے رکعت پالی۔ (مصنف ابی شیبہ حدیث 2521)

(6) زید بن ثابتؓ اور ابوھریرہؓ کا بھی یہی فتوی تھا۔ (بیہقی حدیث نمبر 2582، 2583)

(7) امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو اس مسئلہ میں اختلاف کرتے نہیں دیکھا کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس نے رکعت پالی۔ (معانی الآثار، باب القراۃ خلف الامام)

(8) آئمہ اربعہ: امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ ان سب کا یہی مذہب تھا کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس نے وہ رکعت پالی۔ نیز امام اسحاقؒ، سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ابوثورؒ ان سب کا بھی یہی فتوی ہے۔ نیز صحابہ حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ ان سب کا بھی یہی فتوی ہے۔ الاستذکار لا بن عبد البر مالکیؒ (بحوالہ حدیث اور اہل حدیث) یہ مسئلہ ایک اجماعی کیفیت اختیار کرتا ہے۔ آئمہ اجتہاد بہت سے اکابر ہوئے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے امت کے سواد اعظم کو چار بزرگوں کے اجتہاد پر جمع کر دیا ہے۔ پوری امت ان آئمہ اربعہ کی قیادت اور سیادت پر متفق ہے، کوئی قابل ذکر عالم و بزرگ ایسا نہیں ملے گا جو ان میں سے کسی ایک کا متبع نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ان چاروں بزرگوں کا کسی مسئلہ پر اتفاق کرنا اجماع امت کی علامت ہے، یعنی جس مسئلہ میں آئمہ اربعہ متفق ہوں سمجھ لینا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک کی پوری امت اس پر متفق چلی آئی ہے، اس لئے آئمہ اربعہ کے اتفاقی مسئلہ سے باہر نکلنا جائز نہیں۔ (بحوالہ اختلاف امت اور صراط مستقیم مکتبہ مدینہ صفحہ 24)، ان محققین کی اپنی مستند تفسیر احسن البیان میں ہے بعض علماء نے سبیل المومنین سے مراد اجماع امت لیا ہے یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے: اجماع امت کا مطلب ہے کسی مسئلہ میں امت کے تمام ہم عصر علماء وفقہا کا اتفاق یا کسی مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار اکثر علماء کے نزدیک کفر

ہے۔(سورۃ النساء آیت نمبر 115) اب نماز نبوی کے دیگر محققین کو چاہیے کہ وہ اپنے ہی شریک کار محقق صلاح الدین یوسف سے کوئی سمجھوتہ کرلیں ورنہ فتوی تو آپ کے اپنے ہی ساتھی کا ہے۔

نوٹ:۔

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں کسی صحابیؓ، تابعیؒ یا کسی مجتہد امام کا اختلاف ثابت نہیں ''ومن الدعیٰ فعلیه البیان''

(6)۔ محقق نے قاعدہ بنایا ہے کہ جب احتمال اور صراحت آمنے سامنے آجائیں تو احتمال چھوڑ دیا جائے گا۔۔۔الخ

تبصرہ:۔

محققین کو اب چاہیے کہ وہ اس صراحت پر عمل کریں کہ جس نے امام کو رکوع میں پالیا تو اس نے رکعت پالی: باقی احتمالات چھوڑ دینے چاہئیں کیونکہ دوسری طرف صراحت تو کیا احتمال بھی نہیں ہے۔

(7)۔ محقق مزید فرماتے ہیں ''لہٰذا اس حدیث کو اس کے اصل نکتہ سے ہٹا کر قیام اور قرأت فاتحہ سے خالی رکعت کے جواز پر لانا درست معلوم نہیں ہوتا۔

تبصرہ:۔

یعنی محقق کو چار و ناچار یہ تسلیم ہے کہ وہ رکعت ہوگئی لیکن اس محقق کو حدیث سے بغض صرف اس لئے ہے کہ اس سے یہ کیوں ثابت ہوا کہ قرأت خلف الامام فرض و ضروری نہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔محقق جتنا بھی زور لگائیں یہ ان کو یہ مسئلہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ وہ رکعت ہوگئی اور جب یہ تسلیم کرلیں گے تو قرأت خلف الامام کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

(8)۔ امام بخاریؒ کی تقلید کرتے ہوئے محقق فرماتے ہیں ''امیر المومنین فی الحدیث امام

بخاریؒ نے صحیح بخاری کتاب الاذان میں ایک باب (95) یوں قائم کیا ہے۔۔۔نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے خواہ امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، نماز سری ہو یا جہری''۔

تبصرہ:۔

یہ امام بخاریؒ کی تقلید بینظیر ہے افسوس کا مقام ہے کہ دوسروں کو تقلید کی وجہ سے بدعتی، گمراہ اور مشرک تک کہہ دیتے ہیں لیکن خود اسی جرم کا ارتکاب محض احناف کی ضد کی وجہ سے کرتے ہیں اور اس میں ذرا بھی عار محسوس نہیں کرتے! اگر امام بخاریؒ کی تقلید کرنی ہے تو پھر امام بخاریؒ یہ باب بھی قائم کرتے ہیں ''باب الأخذ باالیدین و صافع'' لیکن یہاں آپ نے ملکہ وکٹوریہ کی سنت (یعنی ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا) کو اپنایا ہوا ہے نیز امام بخاریؒ ایک باب یوں بھی باندھتے ہیں ''باب اهل العلم و الفضلا حق بالامامة'' یہاں کیوں سانپ سونگھ جاتا ہے: نیز امام بخاری فرماتے ہیں حضرت عثمان کی جمعہ والی دوسری اذان پر امت کا برابر عمل رہا۔ یہاں کیا مسئلہ آجاتا ہے۔ العاقل تکفیه الاشاره :نیز محققین کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ حدیث کے معنی اور اس سے احکام مستنبط کرنے کو فقہا ہی جانتے ہیں: جیسا کہ امام اعمشؒ فرماتے ہیں: نحن الصیادلته و انتم الاطباء یا معشر الفقهاء :اور اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں'' وانت ایهاالرجل اخذت بکلا الطرفین'' :الخیرات الحسان: مناقب ابی حنیفہؒ للذھبیؒ: مناقب موفق 2/2: اخبار ابی حنیفہ بصریؒ۔اسی لئے امام ترمذیؒ ہر باب میں فقہا کے مذاہب کو ذکر کرتے ہیں لیکن اپنے استاد امام بخاریؒ کا قول صرف حدیث کی صحت اور ضعف کے سلسلہ میں نقل کرتے ہیں لیکن ان کا مذہب نہیں بیان کرتے۔

(9)۔ حاشیہ نگار محقق تحقیق کے تیر مارتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿لا صلوۃ الا بفاتحة الکتاب﴾ میں لانفی جنس کا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس رکعت میں سورۃ فاتحہ نہیں

پڑھی گئی وہ رکعت نماز کی جنس سے نہیں ہے (لہذا نماز ناقص ہوئی)''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محقق خود کہتے ہیں کہ لانفی جنس ہے اور پھر خود اس کی مخالفت بھی کرتے ہیں کیونکہ ان کو یہ بھی پتہ نہیں کہ لانفی جنس کیا بلا ہے۔ انا لله وانا اليه راجعون ۔ اگر لانفی جنس ہو تو اس حدیث کا مطلب ہوگا کہ وہ نماز بالکل نہیں جس میں فاتحہ نہ ہو کیونکہ اس صورت میں جنس نماز کی نفی ہوگی نہ کہ رکعت کی۔ محققین جو یہ کہتے ہیں کہ وہ رکعت نماز کی جنس سے نہیں یہ عربی کا ایک ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ غلط ہے پھر بریکٹ میں یہ کہتے ہیں ''لہذا نماز ناقص ہوئی'' جبکہ اس کے کچھ بعد لکھتے ہیں ''سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی''۔ نماز کے ناقص ہونے اور نہ ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے، محققین کی کونسی بات صحیح ہے شاید ان کو بھی پتہ نہیں اسی لئے تذبذب کا شکار ہیں۔ جب لانفی جنس کا ہے تو پھر ناقص کی بات کہاں، پھر تو جنس نماز کی نفی ہوئی کیونکہ ناقص کا مطلب ہوتا ہے کہ چیز ہے تو سہی لیکن کلی نہیں نامکمل ہے جبکہ لانفی جنس میں اس کی جنس کی بالکل نفی ہوتی ہے۔ محققین کی اپنی بات میں تعارض ہے۔ جب مسلک خود ساختہ ہوگا تو باتوں میں تعارض تو ہوگا۔

محققین سے ایک سوال:۔

﴿لا دين لمن لا عهد له ولا دين لمن لا امانة له﴾ اس حدیث میں لا کونسا ہے؟
بينوا فتوجروا وفتخرجو من .....

(10)۔ حاشیہ میں محقق نے ابن حبان کی ایک حدیث نقل کی ﴿لا تجزئ صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب﴾

تبصرہ الف:۔

محقق کا دجل:۔

قارئین کرام! محقق فی الکذب نے فراڈ کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے حدیث آدھی نقل کی ہے، پوری حدیث یوں ہے ﴿لا تجزئ صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب قلت وان كنت خلف الامام قال: فأخذ بيدي و قال " اقرأ في نفسك﴾ یہ الفاظ محقق نے محض اس لئے حذف کئے کہ ان کے خلاف جا رہے تھے تو انہوں نے اپنے مقلدین (غیر مقلدین) سے فراڈ کیا۔ قارئین کرام! یہ تابعی حضرت ابوھریرہؓ سے یہ سوال کیوں کرتے ہیں کہ اگر میں امام کے پیچھے ہوں تو بھی؟ اس لئے کہ یہ چیز عام عادت، معمول کے خلاف تھی اس لئے سوال کر رہے ہیں تبھی تو تعجب سے سوال کر رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں (کہ تمہاری بات ٹھیک ہے) امام کے پیچھے ہو تو دل میں پڑھ لیا کرو۔ دل میں پڑھنے کو کوئی قرأت (پڑھنا) نہیں کہتا بلکہ غور و تدبر کہا جاتا ہے۔ غور و تدبر تو خشوع وخضوع کا ایک حصہ ہے جس کا کون منکر ہو سکتا ہے (سوائے غیر مقلدینؒ کے)۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! اسی حدیث کے بعد امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ ﴿لا تجزئ صلاة﴾ کے الفاظ شعبہؒ کے علاوہ کوئی اور نقل نہیں کرتا۔ (تسہیل الوصول صفحہ 159، 163 پر حافظ زبیر علی زئی کذاب نے اخفا بها صوته کے الفاظ کو امام شعبہؒ کے وہم کی وجہ سے ضعیف کہا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں شعبہ کو وہم تھا یہاں کیوں نہیں؟ صرف اس لئے نا کہ وہاں احناف کے مسلک کی بات تھی تو وہم کی وجہ سے روایت ضعیف ٹھہری: اب یہاں ان کے اپنے مسلک کی بات ہے تو یہ روایت صحیح ہے! یہ ہے محققین کی تحقیق اور احادیث نبویﷺ کے ساتھ ان کا یہ مذاق (نعوذ بالله) اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو ان کی تحقیق سے محفوظ رکھے۔

(11)۔ یہاں محققین دوبارہ وہی طوطے والی رٹ لگاتے ہیں ''۔۔۔۔۔لہذا اسے یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیے''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین کی یہ رٹ احادیث نبوی ﷺ کے مقابلے میں ہے کیونکہ محققین کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں جس میں یہ ہو کہ وہ رکعت جس میں مقتدی امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو جائے نہیں ہوئی لہذا اس رکعت کو لوٹائے۔ حدیث تو کیا کسی مجتہد فقیہ کا قول بھی نہیں پیش کر سکتے محض عوام کو دھوکہ دینے کیلئے خشکی میں مچھلی کا شکار کر رہے ہیں **ومن الدعیٰ فعلیه البیان**۔

(12)۔ آگے محققین فرماتے ہیں ''اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپؐ نے کبھی ایسی نماز پڑھی نہ سکھائی ہے جس کی کسی رکعت میں قیام اور سورۃ فاتحہ نہ ہو۔

تبصرہ:۔

محققین اگر یہ ثابت کریں کہ آنحضرت ﷺ نے مقتدی بن کر نماز پڑھی اور اس میں سورۃ فاتحہ بھی پڑھی تو آ کر ہم سے انعام بھی لے لیں۔ آنحضرت ﷺ ہمیشہ امام رہے سوائے محض چند موقعوں کے اور ان مواقع کے بارے میں محققین ایسی کوئی حدیث پیش نہیں کر سکتے جس میں ہو کہ آپؐ نے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی چاہے اس کیلئے برطانیہ سے مزید مدد بھی طلب کر لیں۔ لیکن اس کے برعکس ہم محققین کو دکھاتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے عمل سے بھی اور امر سے بھی وہی کیا ہے جو احناف کا عمل ہے۔

عمل النبیؐ:۔

ابن ماجہ میں ابن عباسؓ کی روایت ہے ''۔۔۔۔۔حضرت ابوبکر صدیقؓ آپؐ کی اقتدا کر رہے تھے اور صحابہ کرامؓ ابوبکر صدیقؓ کی: ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (جب آپؐ آگے بڑھے) تو

وہیں سے قرأت شروع کی جہاں سے ابوبکر صدیق نے چھوڑ دی تھی **﴿باب مآفی الصلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فی مرضه﴾** یہ حدیث شرح معانی الاثار، دارقطنی اور مسند احمد میں بھی موجود ہے۔

امر النبیؐ:۔

مسلم شریف کی حدیث ہے ''۔۔۔۔۔جب امام قرات کرے تو تم خاموش رہا کرو''۔ مزید براں اللہ کا حکم بھی یہی ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ **باب التشهد فی الصلوة** جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے اختلاف محض احناف کی ضد کی وجہ سے ہو اس کیلئے ہم اللہ سے ہدایت کی دعا ہی کر سکتے ہیں!

(13)۔ محققین فتویٰ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں ''ان مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ قیام اور سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی''۔

تبصرہ:۔

محققین کا یہ فتویٰ کہاں کہاں تک جائے گا ان کو اس سے کوئی غرض نہیں چاہے اس کی زد میں کبار صحابہؓ آئیں یا کبار تابعینؒ، ان کو بس اپنے مسلک کی فکر ہے۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ آیت **﴿واذا قرئ القرآن فاستمعو له وانصتو لعلكم ترحمون﴾** نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ (تفسیر قرطبی)

امام ابن کثیرؒ اس کی تفسیر میں احادیث مبارکہ اور اقوال فقہا نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی ہرگز قرأت نہ کرے نہ سری نماز میں نہ جہری میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ امام کی قرأت تمہاری قرأت ہے''۔ (امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں) یہی زیادہ صحیح ہے۔ قارئین کرام! آپؐ نے اپنے قول و فعل سے یہی سمجھایا، صحابہؓ کی ایک

بڑی جماعت، تابعین عظامؒ اور آئمہ کا بھی یہی قول و عمل ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے قرأت نہ کرے اور یہ محققین ٹھک سے فتویٰ لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (مقتدی کیلئے بھی) نماز نہیں ہوگی۔ اس فتویٰ سے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے روافض کے ساتھ گٹھ جوڑ کرلیا ہے۔

سجدے کے احکام

(نماز نبوی جدید صفحہ 224 اور قدیم صفحہ ــــــ)

(1)۔ اس عنوان کے تحت محققین بحوالہ ابوداؤد ایک روایت لائے ہیں ''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے''۔ اس کے بعد دوسری روایت ابن عمرؓ کی لائے ہیں اور بلا جھجک تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''امام اوزاعیؒ، مالکؒ، احمد بن حنبلؒ اور شیخ احمد شاکر نے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کو اختیار کیا ہے'' اور پھر لکھتے ہے کہ اس بارے میں صحابہؓ اور تابعینؒ سے بہت سی روایات ہیں۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! پہلے تو جھوٹ ملاحظہ ہو نماز نبوی قدیم میں محقق نے لکھا تھا ''ابوداؤدؒ دار قطنیؒ بیہقیؒ اور ابن حجرؒ نے وائل بن حجرؓ کی روایت (جس میں گھٹنوں کو پہلے رکھنے کا طریقہ مذکور ہے) کو ضعیف کہا ہے'' قارئین کرام! نہ تو ابوداؤدؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے نہ دار قطنیؒ نے اور نہ بیہقیؒ نے، یہ محققین نے مل کر اتفاقاً جھوٹ بولا ہے۔ لعنت اللہ علی الکذبین ۔ اور پھر یہ جھوٹ پکڑے جانے کے خوف سے اپنی فطری خصلت سے کام لیتے ہوئے نماز نبوی جدید سے اس عبارت کو خاموشی سے پی گئے۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! حضرت ابوھریرہؓ کی مذکورہ بالا روایت جس سے محققین نے استدلال کیا ہے

چند وجوہ کی بنا پر قابل استدلال نہیں ہے۔

(1) حضرت ابوھریرہؓ کی روایت کا اول آخر کے خلاف ہے کیونکہ اول حصہ میں اونٹ کی طرح بیٹھنے سے آپؐ نے منع فرمایا ہے اور یہ بات ہر کس و ناکس جانتا ہے کہ اونٹ جب بیٹھتا ہے تو پہلے اپنے ہاتھوں (اگلے گھٹنوں) کو زمین پر رکھتا ہے جب کہ حدیث کے آخر میں ہاتھ پہلے رکھنے کا حکم ہے: یہ تعارض ہے اور اس تعارض کو دور کرنے کیلئے دوسری روایات کی طرف رجوع کریں گے اور دوسری روایات میں وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ پہلے گھٹنے رکھے پھر ہاتھ رکھے۔

(2) اس روایت کے ایک راوی محمد بن عبداللہ بن حسن کا سماع ابوالزناد سے مشکوک ہے اس روایت کے دوسرے طرق کو امام ترمذیؒ جیسے متساہل (بقول آپ کے) نے بھی ضعیف کہا ہے۔

(3) علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں کسی راوی سے قلب ہوا ہے اصل میں یہ تھا کہ اونٹ کی طرح نہ بیٹھو ﴿ولکن یضع رکبتیہ قبل یدیہ﴾۔ راوی سے قلب ہوا تو اس نے یوں کہہ دیا ﴿ولکن یضع یدیہ قبل رکبتیہ﴾ اور علامہ ابن قیمؒ ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھاتے ہیں کہ جو لوگ (نماز نبوی کے محققین) یہ کہتے ہیں کہ اونٹ کے رکبتین ہاتھوں میں ہے، ان کی یہ بات غلط ہے اور یہ لغت سے ثابت نہیں، یہی بات صاحب قاموس کہتے ہیں کہ اونٹ کے اگلے پیروں میں گھٹنوں کا ہونا غلط ہے اور عرب سے یہ ثابت نہیں۔ بلکہ اونٹ کے اگلے پاؤں بمنزلہ ہاتھوں کے ہیں اور پچھلے پاؤں (جو بعد میں رکھتا ہے) بمنزلہ گھٹنوں کے ہیں اور حدیث میں اونٹ کی طرح بیٹھنے سے منع کیا ہے (زادالمعاد بحوالہ عرف الشذی انور شاہ کشمیریؒ)

(4) علامہ ابن قیمؒ کی اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابوھریرہؓ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو گھٹنوں سے شروع کرے یعنی پہلے گھٹنے رکھے پہلے ہاتھ (شرح معانی الاثار باب مایبدأ بوضعہ فی السجود الیدین او

السر کبتین)(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث نمبر 2702) نیز شرح معانی الاثار کے اسی باب میں حضرت ابوھریرہؓ آپؐ کا عمل نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپؐ پہلے گھٹنے رکھتے تھے۔ یہ دونوں احادیث اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ محققین کی نقل کردہ روایت میں کسی راوی سے ضرور قلب ہوا ہے۔

(5) علامہ خطابیؒ، علامہ بغویؒ، ابن سید الناسؒ وغیرہ ان محدثین نے کہا ہے کہ وائل بن حجرؓ کی روایت (جس میں ہے کہ آپ ﷺ پہلے گھٹنے رکھتے تھے پھر ہاتھ) ابوھریرہؓ کی اس روایت سے (جس میں ہاتھوں کو پہلے رکھنے کا حکم ہے) زیادہ قوی اور صحیح ہے (بحوالہ معارف السنن، للیوسف بنوریؒ)

(6) اس سے پہلے رفع یدین کے مسئلے میں یہ محققین خود تسلیم کر چکے ہیں کہ وائل بن حجرؓ آنحضرت ﷺ کی آخری عمر میں آئے تھے اور وائل بن حجرؓ کی حدیث سے استدلال کیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا آخری عمل رفع یدین کا ہے۔

تمہارے ہی اس اصول کے مطابق آنحضرت ﷺ کا آخری عمل وضع الرکبتین قبل الیدین کا ہے یہاں وائل بن حجرؓ کی روایت سے کیوں تم کو عناد ہے جبکہ یہ روایت ابوھریرہؓ کی روایت کے مقابلے میں اصح بھی ہے صرف اس عناد کی وجہ سے کہ یہ احناف کا مسلک ہے۔

(7) جمہور علماء امت، جمہور سلف الصالحین نے وائل بن حجرؓ کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ جس میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سفیان ثوریؒ وغیرہ ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے اسی مسلک کو اختیار کیا ہے شاید یہ جمہور علماء امت، سلف الصالحین کی طرف اپنی نسبت کرنے والوں کے سلف میں شامل نہ ہوں۔

(8) نیز تمہارے ہی اصول کے مطابق ابن حبانؒ نے وائل بن حجرؓ کی روایت کو صحیح کہا ہے

نہ کہ ابوھریرہؓ کی روایت کو۔

محققین کا جاہل عوام کو دھوکہ

محققین نے عبداللہ بن عمرؓ کی روایت بحوالہ ابن خزیمہ سے استدلال کیا ہے، اور یہ دھوکہ دیا ہے کہ ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ محض عوام کو دھوکہ دیا گیا ہے کیونکہ ابن خزیمہؒ نے ابن عمرؓ کی روایت کو منسوخ کہا ہے۔ حضرت سعدؓ کی روایت ہے۔ جس میں ہے کہ ہم پہلے (سجدے میں جاتے ہوئے) گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتے تھے پھر ہم کو حکم ہوا کہ ہم (سجدے میں جاتے ہوئے) گھٹنے ہاتھوں سے پہلے رکھیں (صحیح ابن خزیمہؒ) تمہارے ہی اصول کے مطابق ابن خزیمہؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ وللہ الحمد. امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی یہ حدیث منسوخ ہے اور ابن عمرؓ کی اس حدیث سے استدلال کرنے والے غلطی پر ہیں اور مزے کی بات یہ ہے حضرت ابن عمرؓ کا اپنا عمل گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا ہے (مصنف ابن ابی شیبہؒ حدیث نمبر 2705) نیز سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے ان کے والد خلیفہ راشد حضرت عمرؓ آنحضرت ﷺ کے طریقہ نماز کو زیادہ جاننے والے تھے کہ وہ آپ ﷺ کے پیچھے بالکل برابر میں کھڑے ہوتے تھے اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کا اپنا عمل گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے رکھنے کا ہے (مصنف ابن ابی شیبہؒ حدیث نمبر - 2703 - 2704)

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''سجدے میں دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے زمین پر خوب ٹکائیں''۔

تبصرہ:۔

ابوداؤد میں ایسی کوئی حدیث اس مقام پر نہیں جس میں ہو کہ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے زمین پر خوب ٹکائیں یہ ابوداؤد پر سفید جھوٹ ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت تیسری حدیث لائے ہیں ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اس شخص کی نماز نہیں جس کی ناک پیشانی کی طرح زمین پر نہیں لگتی'' (بحوالہ دارقطنی)

تبصرہ:۔

محققین یہ جو حدیث لائے ہیں یہ دارقطنی میں اس باب کی تیسری حدیث ہے اس حدیث کے آخر میں امام دارقطنی (جو محقق علی زئی کذاب کے نزدیک معتبر محدث ہیں موطا صفحہ 55) فرماتے ہیں' والصواب عن عکرمۃ مرسلا' یعنی صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث محققین کذابین کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے (نورالعینین صفحہ 60)

شرم تم کو مگر نہیں آتی ۔۔۔۔۔۔۔

محقق کذاب نے باب کی حدیث نمبر 2 کا حوالہ دیا ہے، کیونکہ جو حدیث یہاں لائے ہیں یہ مرسل ہے جو ان کے نزدیک ضعیف ہے اس لئے غلط حوالہ دیا ہے یہ غلط حوالہ غیر مقلدین نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے دیا ہے'' لیکن اہل حق کہاں اس دھوکے کو عوام کے سامنے لائے بغیر چھوڑیں گے''

(4) اسی عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں ''سجدے میں سینہ، پیٹ، اور رانیں زمین سے اونچی رکھیں، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھیں اور دونوں رانیں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ رکھیں'' (بحوالہ ابوداؤد، ترمذی)

تبصرہ الف:۔

قارئین! اس عبارت میں جتنے مسائل ہیں ''ان مسائل میں سے مذکورہ حدیثوں کے اندر

ایک مسئلہ بھی مذکور نہیں'' ہاں ان احادیث مذکورہ میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ صرف یہ ہے کہ '' آپ دونوں ہاتھوں کو پہلوؤں سے جدا رکھتے'' یہ سب انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ابوداؤد و ترمذی پر جھوٹ بولا ہے۔'' اللھم احفظنا من الکذب'' محققین نے ایک سانس میں چار جھوٹ بولے ہیں، (1) سجدے میں سینہ پیٹ اور رانیں زمین سے اونچی رکھیں (2) پیٹ کو رانوں سے (3) اور رانوں کو پیٹ پنڈلیوں سے جدا رکھیں (4) اور دونوں رانیں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ رکھیں'۔ قارئین کرام! ان محققین پر فرض ہے ان چار مسائل کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین کریں ورنہ ان محققین کے اپنے اصول کے مطابق یہ مردود ہیں'' اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو'' (نماز نبوی صفحہ 40) البتہ یہ بات یہاں ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی وجہ سے آگ کے حقدار ضرور ہو گئے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے ایک مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ دونوں رانیں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ ہوں۔ یہ مسئلہ تو صحیح حدیث کے خلاف ہے (شاید منکر حدیث روپڑی کی طرح چال ہو) ابن خزیمہ میں حدیث نمبر 653 میں ہے ﴿ولیضم فخذیہ﴾ اور اپنی دونوں رانوں کو ملالے'' تمہارے ہی اصول کے مطابق اس حدیث کو ابن خزیمہ نے صحیح کہا ہے نیز بیہقی میں بھی ہے کہ'' جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اپنے ہاتھ کتے کی طرح نہ بچھائے اور اپنی رانوں کو ملا کے رکھے'' (بیہقی حدیث نمبر 2713) اب یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ حدیث کی مخالفت والا گیڈر ان محققین کے لیے کس دلیل کے تحت حلال ہے شاید یہ عناد احناف والی دلیل کے تحت حلال ہو۔

(5) اسی عنوان کے تحت محققین فرماتے ہیں ''سجدے میں کہنیاں نہ تو زمین پر ٹکائیں اور نہ کروٹوں سے ملائیں (بلکہ زمین سے اونچی کروٹوں سے الگ کشادہ رکھیں)'' (بحوالہ بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد)

تبصرہ:۔

(سفید جھوٹ) بخاری کے مذکورہ باب میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس میں یہ مسئلہ مذکور ہو البتہ تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ مذکور ہے۔

☆☆☆☆☆

عورتیں بازو نہ بچھائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 182 جدید 227)

(1) اس عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں ''نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے صاف عیاں ہے کہ نمازی (مرد یا عورت) کو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں کہنیاں زمین سے اٹھا کر رکھنی چاہئے نیز پیٹ بھی رانوں سے جدا رہے اور سینہ بھی زمین سے اونچا ہو۔۔۔۔۔۔آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو یکساں ارشاد فرماتے ہیں۔۔۔۔۔''

تبصرہ:۔

قارئین کرام! بریکٹ میں بند الفاظ (مرد یا عورت) یہ محققین کی طرف سے دین میں مداخلت کی واضح علامت ہے اور احادیث نبوی ؐ پر اپنے ہاتھ صاف کرنے کی بڑی نشانی ہے کیونکہ ان محققین کے اصول کے مطابق یہ حدیث عورتوں کے بارے میں خاموش ہے جب عورتوں کے لئے احادیث میں الگ طریقہ موجود ہے تو پھر عورتوں کو اس حدیث میں شامل کرنا (حالانکہ یہ

خطاب صرف مردوں سے ہے) بغضِ احناف کی علامت ہے جو محققین کو حدیث میں تحریف کی طرف لے گیا ہے۔ سیدنا حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر کرے اور اپنی دونوں رانوں کو ملائے رکھے (مصنف ابن ابی شیبہؒ حدیث نمبر 2777) سیدنا ابن عباسؓ سے عورت کی نماز کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ اکٹھی ہو کر اور خوب سمٹ کر نماز پڑھے (مصنف ابن ابی شیبہؒ حدیث نمبر 2778 بیہقی حدیث نمبر 197) بیہقی اور ابوداؤد میں روایت ہے آنحضرت ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں آپؐ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین سے ملالیا کرو کیونکہ عورت اس حالت (سجدہ) میں مرد کی طرح نہیں ہے سنن بیہقی حدیث نمبر 3201 مراسیل ابی داؤد۔ نیز ابرہیم النخعیؒ تابعی فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکالے اور سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضاء کو اس طرح دور دور نہ رکھیں جس طرح مرد رکھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہؒ صفحہ 2779) نیز بڑے مشہور تابعی امام مجاھدؒ مرد کا اس طرح سجدہ کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اپنے پیٹ کو رانوں پر رکھیں جیسا کہ عورت کرتی ہے (مصنف ابن ابی شیبہؒ حدیث 2780) نیز امام شافعیؒ بھی فرماتے ہیں کہ عورت اس طرح سجدہ کرے کہ اپنے اعضاء کو ملا کر رکھے اور پیٹ کو رانوں سے چپکالے اور اس طرح سجدہ کرے کہ ان کے لیے زیادہ سے زیادہ پردہ ہو جائے (کتاب الام 115/1 بحوالہ حدیث اور اہل حدیث) نیز امام احمد بن حنبلؒ بھی یہی فرماتے ہیں (مغنی ابن قدامہ 562/1 بحوالہ حدیث اور اہل حدیث) مقام غور ہے کہ اگر یہ حکم عام ہے تو پھر خلیفہ راشد حضرت علیؓ اور ترجمان السنۃ ابن عباسؓ نے عورتوں کو کیوں اس حکم سے خاص کیا؟ نیز کیا حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے عورتوں کو خلاف سنت طریقہ سکھایا؟ نیز اگر اس قسم کی احادیث عام ہوں تو کیا تمہارے ہاں مردوں کا امام عورت بھی بن سکتی ہے کیونکہ حدیث

توعام ہے﴿ یئوم القوم اقرء هم لکتاب الله ﴾نیز کیا تمہارے ہاں مؤذن عورت بھی بن سکتی ہے کیونکہ حدیث تو عام ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب نماز کا وقت ہو تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے (بخاری) نیز آنحضرت ﷺ نے فرمایا﴿ والیومکم اکبر کم ﴾(بخاری) بھی عام ہے اگر تمہارے ہاں بڑی عمر کی عورت ہو تو پھر کسی اور کا امام بننا یا بنانا جائز ہی نہیں کیونکہ تمہارا اصول ہے کہ ہر حدیث پر عمل کرنا فرض ہے حوالہ گزر چکا ہے﴿ تامرون بالمعروف وتنسون انفسکم ﴾ حرف آخر۔۔۔۔۔۔تمہارا اپنا اصول کہ ہر خاص دلیل عام دلیل پر مقدم ہے۔(نور العینین ص 58) بخاری کی مذکورہ احادیث عام ہیں لیکن بیہقی اور مصنف ابن ابی شیبہؒ کی روایات خاص ہیں۔ اب تم اپنے اس اصول کو کیوں بھول گئے ہو کیا تحقیق کا مطلب یہی ہے کہ جہاں بات اپنے مسلک کے خلاف ہو تو اس کے لیے اپنے ہی اصول کو بھی روندا جائے؟ کیا یہ انصاف کا خون نہیں؟

سجدے کی دعائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 185 جدید صفحہ 231)

(1) نماز نبوی قدیم میں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت دی ہے ''نبیؐ نے فرمایا جس نے سجدے میں تین مرتبہ﴿ سبحان ربی الاعلی ﴾ پڑھا اس نے سجدہ پورا کیا مگر یہ ادنی درجہ (کم از کم) تعداد ہے''۔

تبصرہ الف:۔

محقق کذاب ذھبی دوران نے اس حدیث کو یہاں حسن کہا ہے جبکہ (تسہیل الوصول صفحہ 218) پر اسی حدیث کو ضعیف کہا ہے یا تو تسہیل الوصول میں جھوٹ بولا ہے یا یہاں جھوٹ بولا ہے۔ بہر صورت ہمارا مدعا، ثابت ہے کہ ایک مقام پر ضرور جھوٹا ہے وگرنہ تو نماز نبوی جدید میں

اعلان کرتا کہ وہاں مجھ سے غلطی ہوئی تھی یا یہاں غلطی ہوئی ہے کیونکہ اس محقق نے خود مؤطا صفحہ 55 پر کہا ہے کہ ''اپنی خطا سے علانیہ رجوع کرنا چاہئے'' جھوٹ چھپانا خود جھوٹا ہونے کی علامت ہے۔

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! محققین نے (نماز نبوی قدیم صفحہ 30 جدید 46) پر کہا تھا ''دوسرے الفاظ میں جو اصل دین ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے اور جو دین نہیں ہے اس روایت پر مؤثر جرح موجود ہے'' قارئین کرام! ذرا غور کریں اس اصول کے مطابق جو تسہیل الوصول میں دین نہیں تھا وہ نماز نبوی میں دین بنا اور جو نماز نبوی قدیم میں دین ہے وہ نماز نبوی جدید میں پھر دین نہیں ''یہ دین ہے یا کھلونا'' یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی کہ دوسرں کو دین میں مداخلت کے طعنے دینے والے اپنے آپ کو کیوں بھول جاتے ہیں۔﴿تأمرون بالمعروف وتنسون انفسکم﴾

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے﴿سبحان ربی الاعلی وبحمدہ﴾ (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین نے یہ حدیث تو نقل کر دی لیکن اس حدیث پر امام ابوداؤد کا تبصرہ ہضم کر گئے کیونکہ امام ابوداؤد کی بات ان کے خلاف جا رہی تھی امام ابوداؤد فرماتے ہیں ''ہم کو خوف ہے کہ یہ (بحمدہ) اضافہ محفوظ نہ ہو'' دوسری بات یہ ہے کہ محقق کہتا ہے کہ ابن حبانؒ نے اس کو صحیح کہا ہے سوال یہ ہے کہ ابن حبانؒ نے اس کو کہاں صحیح کہا ہے حوالے کی ضرورت ہے تمہارے اپنے اصول کے مطابق بلا حوالہ قول مردود ہے ابن حبان کی تصحیح کا حوالہ نہ دینا ہی اس بات کی دلیل ہے

کہ ’’دال میں کچھ کالا ہے‘‘۔

(3) اس عنوان کے تحت سجدے کی آخری تین دعائیں (1) اللھم اجعل فی قلبی نوراً ــــــ‘‘ ’’(2) اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک ــــــ‘‘ ’’(3) اللھم لک سجدت وبک امنت ــــــ‘‘ دی ہیں (بحوالہ مسلم)

تبصرہ:۔

یہ تینوں دعائیں رات کی نماز کی ہیں آپ حضرات نے اس کو کس دلیل کے تحت عام کیا ہے اس سے پہلے تو آپ محققین نے اپنی تحقیق بے نظیر سے موسم گرما میں ظہر کی نماز کے جلدی پڑھنے کو سفر کے ساتھ خاص کر چکے تھے۔

(4) محققین لکھتے ہیں کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں دلیل دیتے ہیں کہ ’’زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے سورۃ نجم تلاوت کی تو آپ نے سجدہ تلاوت نہیں کیا‘‘

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کا اصول تو دیکھئے (مؤطا میں صفحہ 46) پر فرماتے ہیں کہ جب صحیح سند سے حدیث ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا فرض ہے اب سوال یہ ہے کہ قرآن کے قطعی ہونے میں کس کو شک ہے؟ تو پھر قرآن کا حکم واجب یا فرض کیوں نہیں ہوتا؟ کیا تحقیق کا مطلب یہ ہے کہ حدیث پر تو عمل فرض ہو لیکن قرآن کے حکم پر عمل فرض نہ ہو؟ لگتا ہے انکار قرآن کے لیے راستہ ہموار کر رہے ہیں۔ قارئین کرام! قرآن مجید کے اندر آیات سجدہ تلاوت تین حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو ان میں سجدہ کا حکم ہے مثلاً ﴿واسجدوا واقترب﴾ (سورۃ علق) یا کفار کے سجدہ

سے انکار کا ذکر ہے مثلاً ﴿واذا قرئ علیھما القران لا یسجدون﴾ (سورۃ انشقاق) اور یا انبیاء کے سجدہ کی حکایت ہے مثلاً ﴿وظن داؤد انما فتنہ فاستغفر ربہ وخر راکعاً واناب﴾ (سورۃ ص) قارئین کرام! ’’بالترتیب پہلے امر (حکم) ہے سجدہ کرنے کا‘‘ پھر کفار کے سجدہ نہ کرنے کا ذکر۔۔۔ اور کفار کی مشابہت سے منع اور ان کا طریقہ نہ اختیار کرنے کا حکم ہے مثلاً ﴿یایھا الذین امنو لاتکونوا کالذین کفروا﴾ (آل عمران) پھر انبیاء کرام کے سجدہ کرنے کی حکایت۔ اور انبیاء کرام کی اقتداء کا بھی حکم ہے ﴿فبھداھم اقتدہ﴾ (سورۃ انعام) قارئین! اب یہ فیصلہ تو ان محققین نے خود کرنا ہے وہ کون سے اصول ہیں یا کون سی آیت یا حدیث ہے، جس کے تحت یہ محققین حدیث پر عمل کرنے کو فرض کہتے ہیں اور قرآن کے حکم پر عمل کرنے کو فرض نہیں کہتے آخر کیا چڑ ہے ان کو قرآن سے۔ ﴿وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القران مھجوراً﴾

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام! جب ان کا اپنا ہی اصول ہے کہ صحیح حدیث پر عمل فرض ہے اور پھر خود بخاری کی صحیح حدیث بھی لائے ہیں کہ ’’رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء میں سجدہ کی آیت تلاوت کی تو سجدہ کیا‘‘ پھر اپنے ہی اصول کو کیوں توڑتے ہیں قرآن سے تو ان محققین کو ویسے بھی چڑ ہے لیکن یہ تو اہل حدیث ہیں پھر صحیح حدیث بھی ہے کیوں ان کے اصول بیکار ٹھہرتے ہیں اس برطانوی منطق کو یہ محققین خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔ یا شاید بعض احناف والی دلیل کے تحت یہ اصول بیکار ٹھہرے ہوں۔

(5) نماز نبوی قدیم میں حدیث لائے ہیں کہ آپ ﷺ سجدہ تلاوت میں یہ پڑھتے تھے ﴿سجد وجھی للذی خلقہ وشق سمعہ ــــــ﴾ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں خالد الحذا مجہول راوی سے روایت کرتے ہیں اور جب تک رجل مجہول کا تعیین نہ ہو روایت ضعیف سمجھی جائے گی: نیز اس روایت کی ضعف خود محقق کو بھی تسلیم ہے تب الٹا 'نماز نبوی جدید' سے یہ حدیث ہی اڑا دی دوسرے الفاظ میں سابقہ اصول کے مطابق نماز نبوی قدیم میں یہ حدیث دین کا ایک حصہ تھا اور جدید میں یہ حدیث دین نہیں ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون یعنی صاف معلوم ہوا کہ محققین کا دین کوئی اور ہے کیونکہ دین اسلام تو کامل ہے اس میں کمی و زیادتی کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور ان محققین کے دین میں تو کمی زیادتی اب بھی جاری ہے اور اللہ جانے یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا تیسری دفعہ جب نماز نبوی کتاب نئی تحقیق کے ساتھ منظر عام پر آئے گی تو اس میں نہ معلوم کتنی کمی زیادتی ہوگی اور پھر آگے۔ ھلمّ جرّا

درمیانی جلسہ

(دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا)

(نماز نبوی قدیم صفحہ 188 جدید صفحہ 234)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے "اور دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرتے"

تبصرہ:۔

پیغمبر ﷺ پر افتراء

نسائی میں صرف قدم یمنی (دائیں پاؤں) کی انگلیاں قبلہ رخ کرنے کا ذکر ہے نیز ابن خزیمہ میں بھی صرف دائیں قدم کی انگلیوں کی بات ہے جبکہ محققین کہتے ہیں دونوں قدم کی انگلیاں قبلہ رخ کرتے، کیا یہ پیغمبر پاک ﷺ پر صریح جھوٹ نہیں؟ انا للہ و انا الیہ راجعون اور اپنے لیے یہ جہنم نہیں خرید رہے۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "اور کبھی کبھی آپ ﷺ اپنے قدموں اور اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے (مسلم)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس حدیث میں یہ ہے۔۔۔ ابن عباس ؓ فرمانے لگے کہ یہ تو تمہارے نبی کی سنت ہے"، محققین سے عرض ہے کہ وہ سنت کی تعریف کریں اور واضح کریں کہ کیا سنت وہ ہوتی ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی عمل کریں؟ نہیں تو تم نے حدیث کا یہ مطلب کیوں بیان کیا۔

جلسے کی مسنون دعائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 189 جدید صفحہ 235)

(1) اس عنوان کے تحت ابن عباس ؓ کی حدیث دی ہے کہ آپ ؐ دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے ﴿اللھم اغفرلی وارحمنی وعافنی واھلی وارزقنی﴾ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین کی خیانت ملاحظہ ہو اسی حدیث کو (تسہیل الوصول صفحہ 223) پر حاکم ؒ اور ذھبی ؒ کی تصحیح کے باوجود ضعیف کہا تھا اور یہاں نماز نبوی قدیم میں اسی حدیث کو، حاکم ؒ اور ذھبی ؒ کی تقلید میں صحیح کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ تسہیل الوصول میں حاکم اور ذھبی ؒ کی تقلید جائز نہ تھی لیکن یہاں جائز ہوگئی۔ ہوسکتا ہے کوئی مرزائی یا برطانوی یا ایرانی وحی اتری ہو وہاں حاکم اور ذھبی قابل اعتماد نہ تھے تو یہاں کیسے بنے؟ نماز نبوی جدید میں ایک اور چال چلتے ہیں کہ مسلم میں اس حدیث کا

شاہد موجود ہے جس سے یہ حدیث 'حسن' بنتی ہے۔ لیکن یہ چال بھی باطل اور مردود ہے کیونکہ ایک تو حدیث سے ان کو فائدہ نہیں ہوتا دوسرا یہ کہ ان محققین کا اپنا اصول ہے کہ کوئی ضعیف حدیث کسی تائید سے صحیح نہیں بن سکتی (نماز نبوی جدید صفحہ 45) محققین ایک اور چال بھی چلتے ہیں کہ مکحول تابعی دونوں سجدوں کے درمیان یہ پڑھتے تھے۔ تعجب کی بات ہے کہ جب مسئلہ ان کے مسلک کے خلاف ہو تو وہاں تابعیؒ تو کیا بڑے بڑے صحابہؓ کے اقوال بھی مردود ہوتے ہیں (تفصیل گذر چکی ہے) یہاں تک کہ وہاں قرآن بھی قابل عمل نہیں ہوتا (مختلف مقامات پر تفصیل گذری ہے) لیکن جب بات مسلک کی ہو پھر تابعین کے اقوال بھی دلائل ہوا کرتے ہیں، اور اپنے ای اصول کو بھول جاتے ہیں کہ غیر نبی غیر معصوم کی بات کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے (نور العینین صفحہ 25) فوا اسفاہ۔

(2) اسی عنوان کے تحت حضرت حذیفہؓ کی روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان ﴿رب اغفرلی، رب اغفرلی﴾ پڑھا کرتے تھے۔

تبصرہ:۔

یہ حدیث تو رات کی نماز کی ہے آپ اسکو عام کیسے کرتے ہیں جبکہ گرمی میں ظہر کی نماز میں تاخیر کو آپ حضرات سفر کے ساتھ خاص کر چکے ہیں قرآن وحدیث سے وہ دلیل دکھائیں جس میں مذکورہ ظہر کی نماز سفر کے ساتھ خاص کی گئی ہو اور یہ رات والی نماز کے احکام (دعائیں) عام۔ نیز اس حدیث کی سند میں ایک راوی مجہول ہے جب تک صحیح دلائل (قرآن وحدیث نہ کہ تقلید) سے حضرات تعین نہیں کریں گے سند ضعیف ہی رہی گی۔ نیز اس سے پہلی روایت کے بارے میں تسہیل الوصول اور نماز نبوی قدیم میں حاکم اور ذھبی، کی تصحیح نا قابل اعتماد تھی تو اب قابل اعتماد کیسے ٹھہری؟ قرآن وحدیث (نہ کہ تقلید) سے ثابت کریں بینوا فتوجروا

جلسہ استراحت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 190 جدید صفحہ 236)

(1) اس عنوان کے تحت ابو حمید الساعدیؓ کی روایت لائے ہیں (بحوالہ ابوداؤد وترمذی ابن ماجہ) یہ تینوں کتابوں میں ایک حدیث ہے جس سے محققین جلسہ استراحت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! اس حدیث پر مفصل بحث اس سے پہلے گیارہ صحابہ کرامؓ کی شہادت کے عنوان کے تحت گذری ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

(2) اسی مسئلے کی اثبات کے لیے دوسری حدیث بخاری کی لائے ہیں "رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طاق (پہلی اور تیسری) رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے قبل سیدھے بیٹھتے تھے"۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! جلسہ استراحت پر یہ واحد حدیث ہے لیکن علماء نے کہا ہے کہ یہ آپؐ کے آخر عمر کی بات ہے جب آپؐ کا جسم مبارک بھاری ہو گیا تھا یعنی آنحضرت ﷺ عذر کی بناء پر جلسہ استراحت فرماتے تھے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کا اس پر عمل نہیں تھا حضرت علیؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے ابن عمرؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے عبداللہ بن مسعودؓ نہیں کرتے تھے حضرت عمرؓ نہیں کرتے تھے عبداللہ بن زبیرؓ نہیں کرتے تھے امام شعبیؒ فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے نعمان بن عیاش تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی صحابہ کرامؓ کو دیکھا کوئی بھی جلسہ استراحت نہیں کرتا تھا (مصنف ابن ابی شیبہؒ) ﴿من کان ینهض علی صدور قدمیه: ومن کان یقول اذا رفعت رأسک من السجدة الثانیة ------﴾

نیز امام مالکؒ امام اوزاعیؒ امام احمدؒ اور امام اعظم ابوحنیفہ ؒ بھی بغیر عذر کے جلسہ استراحت کے قائل نہیں تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ؐ کا یہ عمل عذر پر محمول ہے لہذا اس کو بلا عذر کے عام معمول بنانا سنت طریقہ نہیں ہے کیونکہ خود آپ ﷺ نے خلاد ابن رافع ؓ کو جو نماز کا طریقہ سکھایا تھا اس میں جلسہ استراحت نہیں سکھایا تھا (بخاری کتاب الایمان باب اذا حنث ناسیاً فی الأیمان)

(3) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں '' جلسہ استراحت سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھیں''۔ (بخاری)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ حدیث بھی حالت عذر پر محمول ہے کیونکہ دوسری طرف ان محققین کے اصول کے مطابق بالکل صحیح حدیث ہے '' حضرت وائل بن حجر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ؐ کو (نماز پڑھتے ہوئے) دیکھا آپ سجدے میں جاتے ہوئے گھٹنے ہاتھوں سے پہلے (زمین پر) رکھتے اور اٹھتے ہوئے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے'' (ترمذی باب فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود، ابوداؤد۔ باب کیف یضع رکبتیہ قبل یدیہ دارقطنی حدیث نمبر 1291 بیہقی حدیث نمبر 2628 ابن ماجہ باب السجود شرح معانی الاثار باب ما یبدأ بوضعہ فی السجود) ان محققین کے اصول کے مطابق ابن حبانؒ نے الموارد حدیث نمبر 487 اور ابن خزیمہؒ نے (حدیث نمبر 629) اس حدیث کو صحیح کہا ہے نیز امام حاکمؒ 226/1 اور ذھبیؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے''۔ محققین نے اس صحیح حدیث سے چشم پوشی اختیار کی اور عوام کے سامنے وہ حدیث لائے ہیں جو حالت عذر پر محمول ہے۔ ورنہ تو پھر قرآن و حدیث کی روشنی میں تطبیق پیش کریں۔ اس سے پہلے (نماز نبوی جدید صفحہ 102) پر حدیث '' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا نماز اس وقت تک نہ توڑے جب تک (ہوا نکلنے کی) آواز نہ سن لے یا اسے بد بو محسوس نہ ہو'' اس حدیث کو محققین معذور اور

بیمار پر محمول کر چکے تھے '' اور لکھا تھا کہ بیمار پر صحت مند کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے'' اب یہاں اس مقام میں کیوں صحت مند کو بیمار اور معذور پر قیاس کر کے عام حکم لگایا ہے۔ وھل ھذا الاقل الانصاف

پہلا تشہد

(نماز نبوی قدیم صفحہ 191 جدید صفحہ 237)

اس عنوان کے تحت محققین سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت لائے ہیں '' رسول اللہ ﷺ درمیانی تشہد میں تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے'' پھر اس کے بعد محققین اس حدیث کے مقابلے میں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ درمیانی تشہد میں 'تشہد' کے بعد درود پڑھے اس کے لیے نسائی کی حدیث لائے ہیں '' نبی اکرم ؐ نے فرمایا جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو التحیۃ کے بعد جو دعا زیادہ پسند ہو وہ کرو'' دوسری حدیث لائے ہیں '' رسول اللہ ﷺ نے سنا ایک آدمی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا اس آدمی نے جلدی کی نماز میں پہلے اللہ کی تعریف کرو پھر نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجو، پھر دعا کرو'' (ابوداؤد) پھر آخر میں بطور خلاصہ فرماتے ہیں '' لہذا درمیانی تشہد میں، تشہد کے بعد درود اور دعا بھی کی جا سکتی ہے''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایت محققین خود نقل کر چکے ہیں اور تصحیح بھی کر چکے ہیں اس کے بعد نسائی کی جو روایت لائے ہیں یہ بھی عبداللہ بن مسعودؓ کی ہے اس کے علاوہ نسائی کی اسی باب میں ایک نہیں بلکہ کئی روایات ہیں خصوصاً عبداللہ بن مسعود ؓ کی ان تمام روایات میں سوائے اس ایک روایت کے اور کسی روایت میں پہلی تشہد کے بعد دعا اور درود کا کوئی ذکر نہیں۔ ان روایات میں صرف تشہد کا ذکر ہے عبداللہ بن مسعود ؓ کی روایات میں سے صرف ایک روایت میں

دعا کا ذکر ہے جبکہ خود عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تشہد میں تشہد کے بعد کچھ بھی نہیں پڑھتے تھے بلکہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ پہلے رکعتین کی تشہد سے اتنی جلدی اُٹھتے تھے گویا کہ آپ ﷺ انگاروں پر بیٹھے ہوں یعنی بہت جلدی اٹھتے تھے"۔ابو بکر صدیقؓ کا بھی یہی عمل تھا اور ابن عمرؓ تو حصر کے ساتھ فرماتے ہیں دو رکعتوں پر بیٹھنا صرف اور صرف تشہد کے لیے ہے حسن بصریؒ بھی یہی فرماتے ہیں۔حضرت عائشہؓ سے بھی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ رکعتین کی تشہد میں صرف التحیات پڑھتے تھے یہاں تک کہ امام شعبیؒ فرماتے ہیں جو تشہد سے کچھ زیادہ پڑھے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے (مصنف ابن ابی شیبہؒ باب قدر کم یقعد فی الرکعتین الأولیین) اور یہی جمہور علماء امت کا مسلک ہے اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس روایت میں دعا کی زیادتی کا ذکر ہے یا تو آخری تشہد پر محمول ہے اور ان روایات کثیرہ کے مقابلے میں متروک ہے۔

نیز جس روایت میں پہلی تشہد میں دعا کا ذکر ہے اس کی سند میں ایک راوی امام شعبہؒ ہے اور شعبہؒ کو خود یہ محقق (تسہیل الوصول صفحہ 159۔ 163) پر احناف کی مستدل حدیث روایت کرنے کے جرم میں وہم کا مریض ٹھہرا چکے ہیں اب ان کی وہم کی بیماری ختم ہوگئی خاص کر جب عبداللہ بن مسعودؓ کی دوسری تمام روایات میں دعا کا ذکر نہیں سوائے شعبہؒ کی اس روایت کے"شعبہؒ جیسے محدث امام، جب احناف کی مستدل حدیث روایت کرتے ہیں تو وہ بھی وہم کے مریض ٹھہرتے ہیں۔" انا للہ و انا الیہ راجعون" قارئین کرام! یہ روایت ان کے اپنے اصول (شعبہؒ کے وہم) کی وجہ نا قابل استدلال ٹھہری۔

تبصرہ ب:۔

ایک محقق حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ تفصیل کے لیے تفسیر احسن البیان ملاحظہ ہو۔قارئین کرام! جب ہم نے احسن البیان کو اٹھایا تو اس نے اور تشویش میں ڈال دیا کیونکہ پاکستانی (دارالسلام)

کے نسخہ میں لکھا ہے کہ یہ دعا اور درود"جمہور علماء اسے سنت سمجھتے ہیں اور امام شافعیؒ اور بہت سے علماء واجب۔۔۔۔تاہم اس سے یہ واضح ہے کہ پہلے تشہد میں درود پڑھنا یقیناً مستحب عمل ہے"۔اور سعودی نسخہ میں لکھا ہے"اسی طرح احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آخری تشہد میں درود پڑھنا واجب ہے، پہلے تشہد میں بھی درود پڑھنے کی وہی حیثیت ہے اس لئے نماز کے دونوں تشہدوں میں درود پڑھنا ضروری ہے" قارئین کرام! غور سے ملاحظہ فرمائیں پاکستانی نسخہ میں یقینی طور پر یعنی بلا شک پہلے تشہد میں درود پڑھنا مستحب تھا۔جبکہ سعودی نسخے میں ضروری طور پر واجب ہے اب ہم کس پر عمل کریں محقق کا کون سا قول صحیح ہے بہر حال محقق کی دیانت کی ایک اور جھلک تو سامنے آگئی۔ پھر محقق نے جس کو جمہور کا مسلک کہا تھا اسی کو چھوڑ دیا کیونکہ یہاں جمہور علماء کے ساتھ امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی تھے اور یہ نام اتنا بارعب ہے کہ محققین کو اسے دیکھتے ہی پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور پھر وہاں سے دور بھاگتے ہیں یہ لوگ اپنے آپ کو خواہ مخواہ سلف الصالحین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔انہوں نے جمہور علماء امت کو مسترد کر کے یہ ثبوت فراہم کر دیا کہ یہ نسبت تو محض ایک دھوکہ ہے اصل عناد تو احناف کے ساتھ ہے۔﴿ واللہ لایھدی القوم الفٰسقین ﴾

مسئلہ رفع سبابہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 193 جدید صفحہ 239)

(1) اس عنوان کے تحت وائل بن حجرؓ کی روایت لائے ہیں" رسول اللہ ﷺ (دوسرے سجدے سے اٹھ کر قعدہ) بیٹھے دو انگلیاں بند کیں (انگوٹھے اور درمیان کی بڑی انگلی سے) حلقہ بنایا اور انگشت شہادت (کلمے کی انگلی) سے اشارہ کیا" (ابوداؤد)۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! وائل بن حجرؓ کی اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ آنحضرتؐ نے رفع یدین کرتے

وقت اپنے دونوں ہاتھ مبارک کانوں تک اٹھائے اب ایک ہی حدیث میں اپنی مرضی کی بات کو لے لینا اور دوسری بات کو صرف اسی لیے چھوڑ دینا کہ یہ احناف کا مسلک ہے: کیا تحقیق اسی کا نام ہے؟ یہاں ہم ان محققین کو انکے اپنے شامل کار محقق عبدالصمد رفیقی کی نصیحت یاد دلاتے ہیں "مگر افسوس کہ بعض لوگ محض اپنے فقہی مسلک کی پیروی میں انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی حدیث میں بیان شدہ (رفع سبابہ پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر کانوں تک ہاتھ اٹھانے پر کبھی عمل نہیں کرتے حالانکہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا اور رفع سبابہ دونوں ایک ہی حدیث سے ثابت ہیں) -----اس سے معلوم ہوا کہ جب تک انسان ایک مخصوص (خود ساختہ، چوری کردہ) فقہ کے تقلیدی بندھنوں سے رہائی نہیں پاتا وہ اطاعت رسول اکرم ﷺ کا حق ادا نہیں کر سکتا" (نماز نبوی جدید صفحہ 140)

(2) اسی عنوان کے تحت محققین وائل بن حجرؓ کی ایک اور روایت لائے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے انگلی اٹھائی اور آپ اسے ہلاتے تھے"۔ اور حاشیہ پر حدیث کے مقابلے میں ناصر الدین البانی کی تقلید کرتے ہوئے لکھتے ہیں "شیخ البانی" فرماتے ہیں کہ انگلی کو حرکت نہ دینے والی روایت شاذ یا منکر ہے۔ لہذا اسے حدیث وائلؓ کے مقابلے میں لانا جائز نہیں ہے-----اس مسئلے میں شیخ البانی کی تحقیق ہی راجح ہے"۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہ ہیں محققین جو احادیث کے مقابلے میں البانی کی تقلید کرتے ہیں جبکہ وہ احادیث خود نقل کر چکے ہیں پہلی حدیث ابن عمرؓ کی اس میں ہے کہ "اور اپنی داھنی انگلی جو انگوٹھے کے نزدیک ہے اٹھا لیتے"۔ قارئین کرام! یہ محقق ہیں (اخیر زمانے کے) جو اٹھانے اور حرکت دینے کے فرق کو بھی نہیں جانتے اس کے بعد دوسری حدیث عبداللہ بن زبیرؓ کی "اور شہادت کی

انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے"۔ تیسری حدیث جو لائے ہیں اس میں بھی یہی ہے "انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے"۔ چوتھی حدیث وائل بن حجرؓ کی اس میں بھی ہے "اور انگشت شہادت سے اشارہ کیا" قارئین کرام! ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ وائل بن حجرؓ کی جس روایت میں ﴿ یحرک ﴾ (ہلاتے تھے) کا لفظ ہے اسکا مطلب ہے اشارہ کرنا ورنہ تو محققین والے مطلب میں یہ حدیث ماقبل کی تمام احادیث کے ساتھ معارض ہو جائے گی کیونکہ اٹھانے، اشارہ کرنے۔ اور حرکت دیتے رہنے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور اگر یہی معنی لیا جائے جو محققین بتاتے ہیں تو پھر ابوداؤد میں رفع یدین کے بارے میں انہی وائل بن حجرؓ کی روایت ہے اس کے الفاظ بھی اس طرح ہیں ﴿تحرک ایدیھم تحت الثیاب﴾ یعنی کپڑے کے نیچے ان کے ہاتھ حرکت کرتے تھے۔ تو پھر محققین کو چاہیے کہ وہ اپنے مقلدین سے کہہ دیں کہ نماز میں مسلسل رفع یدین کرتے رہیں پھر رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھنے، کے ساتھ خاص نہ کریں بلکہ مسلسل رفع یدین کرتے رہیں اور پھر غیر مقلدین عوام بھی بڑی خوش ہوگی کہ دیکھو آئمہ کرامؒ تابعینؒ اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کو اس حدیث کا علم نہ تھا اور ہمارے محققین اپنی تحقیق کے بل بوتے پر وہ حدیث نکال لائے۔ غیر مقلدین محققین زندہ باد۔

آخری قعدہ: تشہد

(نماز نبوی قدیم صفحہ 194 جدید صفحہ 241)

(1) اس عنوان کے تحت محققین نے ابوحمید الساعدیؓ کی حدیث دی ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آخری قعدہ میں لوگ عورتوں کی طرح بیٹھیں (شاید یہ عورتوں والا طریقہ ان کو اچھا لگتا ہو)

تبصرہ:۔

قارئین !اس حدیث پر تفصیلی بحث عنوان ''گیارہ صحابہ کرام کی شہادت'' کے تحت گذر چکی ہے نیز ان محققین کے اصول کے مطابق یہ حدیث ضعیف نا قابل استدلال ہے اس کے باوجود ان محققین نے اس حدیث سے بیسوں مقامات پر استدلال کیا ہے۔ ان محققین کا اصول ہے کہ شیعہ ہونا جرح ہے اور جو راوی شیعہ ہو اس کی روایت ضعیف ہوگی۔(نمازنبوی قدیم صفحہ 168 جدید صفحہ 212)اور روایت میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر پکا قدری تھا اور اسی قدری ہونے کی وجہ سے سفیان ثوریؒ نے اس کو ضعیف کہا ہے(تہذیب الکمال)اگر شیعہ ہونا جرح ہے تو قدری ہونا شیعہ ہونے سے بڑھ کر جرح ہے۔خصوصاً سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے قدری ہونے کی سخت مذمت بھی فرمائی ہے۔ قدری ہونا شیعہ ہونے سے زیادہ جرم ہے لہذا جب شیعہ ہونا ان محققین کے ہاں جرح ہے تو قدری ہونا بطریق اولی جرح ہوگی اس لئے یہ حدیث محققین کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ٹھہری۔لہذا ان محققین کی یہ خواہش (کہ مرد بھی عورتوں کی طرح بیٹھے)پوری نہیں ہوسکتی ہاں البتہ خود ایسا بیٹھ کر یہ خواہش پوری کر سکتے ہیں۔

(2) اس عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں''بائیں جانب کولہے پر بیٹھنا(تورّک)کہلاتا ہے یہ سنت ہے ہر مسلمان کو آخری قعدے میں تورک ضرور کرنا چاہئے۔کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہماری عورتیں تو آخری تشہد میں تورک کریں اور مرد اس سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم رہیں (آخر کر ہی لیا اپنی خواہش کا اظہار اور ساتھ ساتھ یہ بھی خود ہی ثابت کو دیا کہ مرد اور عورت کے طریقہ نماز میں فرق ہے)۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! آپ ہماری اس بات(محققین کی خواہش کہ مرد بھی عورتوں کی طرح بیٹھے)کو مذاق نہ سمجھیں ہم ابھی بتادیں گے کہ یہ ان کی ایک پسندیدہ خواہش ہے باقی تو اللہ جانتا ہے کہ ان

کی یہ خواہش کیوں ہے۔قارئین! محققین کی عبارت ملاحظہ ہو پہلے کہا کہ یہ تورک سنت ہے، اور پھر کہا کہ اس پر ہر مسلمان کو ضرور عمل کرنا چاہیے۔قارئین کرام! ایسی بات تو وہ کر سکتے ہیں ﴿من یتخبطه الشیطان من المسّ﴾ کیونکہ اس سے 6 صفحے پہلے صفحہ 234 پر ان محققین نے خود کہا تھا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ بیٹھتے وقت اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے(بخاری)اور اب آنحضرتؐ کے معمول کے مقابلے میں عورتوں والے طریقے کو مردوں کے لیے ضروری اور لازمی قرار دیتے ہیں کیا یہ سنت نبویؐ سے نفرت کی علامت نہیں؟ نیز خود حاشیہ میں تسلیم بھی کرتے ہیں(چارو ناچار)کہ آخری قعدے میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے نصب کرنا مستحب ہے(بحوالہ صحیح بخاری) قارئین کرام! یہ بخاری کی حدیث بلاشک صحیح حدیث ہے جس میں دایاں قدم کھڑا کر کے بیٹھنے کا طریقہ مردوں کو سکھایا گیا ہے اور جس حدیث سے محققین نے اپنی خواہش کے مطابق عورتوں کی طرح بیٹھنے کو مردوں کے لیے بھی ضروری قرار دیا ہے وہ ابوداؤد کی حدیث ہے جو محققین کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ہے۔قارئین کرام! ہونا یہ چاہیے تھا کہ بخاری کی یہ صحیح حدیث پر عمل سنت اور ضروری ہوتا مردوں کے لیے لیکن چونکہ ہم نے اوپر بتادیا کہ ان کو یہ عورتوں والا طریقہ بہت پسند ہے اس لیے صحیح حدیث یا سنت سے ان کو کوئی غرض نہیں خالی اپنی خواہش پوری کرنی ہے

تبصرہ ب:۔

قارئین کرام!(بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد)میں ہے کہ''ام درداءؓ فقیہ تھیں اور نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں اگر کسی میں عقل ہو تو وہ سمجھ جائے گا کہ تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ خیر القرون میں عورتوں کا الگ تھا مردوں کا الگ تھا۔یہ روایت خود اس پر دلیل ہے کیونکہ اگر عورتوں کا الگ طریقہ نہ ہوتا تو پھر اس بات کی کیا ضرورت تھی کہ''ام درداءؓ مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں یعنی عورتوں کی طرح نہیں بیٹھتی تھیں۔جہاں دو طریقے رائج ہوں تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ

فلاں اس کے طریقے پر بیٹھتے یعنی یہ تقابل صرف اس صورت میں ممکن ہے جب دو طریقے رائج ہوں ورنہ تو یہ روایت لغو ہوگی۔ **فانظر و تامل** حضرت نافع ؒ کہتے ہیں کہ ام المؤمنین صفیہؓ تورک کر کے بیٹھتی تھیں حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں تورک کر کے بیٹھتی تھیں (مصنف ابن ابی شیبہؒ فی المرأۃ کیف تجلس فی الصلوۃ) یہ بات جب معلوم ہوئی کہ یہ تورک عورتوں کا طریقہ تھا اور ام درداءؓ اس کے مقابلے میں مردوں کے طریقے پر بیٹھتی تھیں۔ مردوں کا تورک کر کے بیٹھنا حالت عذر پر محمول ہے جیسا کہ (بخاری باب سنۃ الجلوس فی التشہد) میں حدیث ہے کہ عبداللہ بن عبداللہؒ نے حضرت ابن عمرؓ کو ہمیشہ چار زانو (تورک) بیٹھتے دیکھا تو اس نے بھی اسی طرح بیٹھنا شروع کیا تو عبداللہ بن عمرؓ نے اس کو اس طریقے پر بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا رکھو اور بایاں پاؤں پھیلا دو، عبداللہ بن عبداللہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ آپ جو اس طرح (تورک بنا کر) بیٹھتے ہیں تو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میرا پاؤں میرا بار نہیں اُٹھا پاتے۔ (میں معذور ہوں) قارئین کرام! سیدنا ابن عمرؓ تو اس طریقے کو سنت کہتے ہیں جو مردوں کا طریقہ ہے یعنی دایاں پاؤں کھڑا کر کے بیٹھنا اور آنحضرت ﷺ کا معمول بھی یہی تھا جبکہ یہ محققین اس کے مقابلے میں مردوں کو مجبور کر رہے ہیں کہ وہ سنت چھوڑ کر عورتوں کی طرح بیٹھنا شروع کریں۔ ہمارا ایمان ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ ہدایت یافتہ سچے تھے اور آپ ﷺ کی نماز کو خوب جاننے والے تھے اور عبداللہ بن عمرؓ کے مقابلے میں ان محققین کا آنا رفض اور گمراہی کے سوا کچھ نہیں

نماز کا اختتام

(نماز نبوی قدیم صفحہ 198 جدید صفحہ 246)

اس عنوان کے تحت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت لائے ہیں "رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔۔۔(ترمذی، ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین! اس روایت کی سند میں ایک راوی سفیانؒ ہیں اور روایت 'عن' کے ساتھ کر رہے ہیں جبکہ یہ محقق کذاب سفیان کو بیسوں مقامات پر مدلس کہہ چکے ہیں مثلاً (جزء قرأت صفحہ 74-80- جزء رفع یدین صفحہ 25-58) سمجھ میں نہیں آتا کہ جس کو مدلس کہتے ہیں اس کی 'عن' والی روایت سے پھر کیوں استدلال کرتے ہیں ۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی ---------

نیز مزے کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب (نماز نبوی جدید صفحہ 211) میں رفع یدین کے مسئلے میں عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی روایت کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا تھا۔ اب ان محققین کیلئے یہ گیدڑ کیسے حلال ہوگیا؟ اس لئے کہ ان کے پاس قوم شعیب والا پیمانہ ہے (لینے کا اور ہے دینے کا اور) ﴿ویل للمطففین الخ﴾ قارئین! صرف اسی پر بس نہیں بلکہ ابوداؤد میں اس سند کے مرکزی راوی ابو اسحٰق السبیعیؒ کو ان محقق کذاب نے مشہور مدلس کہا ہے (جزء قرأت صفحہ 68) خلاصہ یہ کہ یہ سند مدلسین کا مجموعہ ہے اور یہ وہ مدلسین ہیں جن کو یہ محقق خود مدلس کہہ کر احناف کی مستدل روایات کو ضعیف کہتے چلے آرہے ہیں اسے کہتے ہیں اپنے تھوکے ہوئے کو چاٹنا۔

چند مزید احکام

(نماز نبوی قدیم صفحہ 198 جدید صفحہ 246)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہیں "نبی اکرم ﷺ نے فرمایا" نماز میں سانپ اور بچھو مار ڈالو" (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ابی کثیر ہے جس کو محقق کذاب نے (جزء قرأت صفحہ 121) پر مدلس تسلیم کیا ہے ایسے محققین کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں جو اپنے تھوک کو مزے سے چاٹ لیتے ہیں۔ قارئین کرام! یہ روایت ان محققین کے اپنے ہی اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری اتنی ضعیف احادیث کے باوجود پس ورق پر اتنا بڑا دعوی کہ اس میں ضعیف حدیث بالکل نہیں یہ جھوٹ کا بین الاقوامی ریکارڈ ہے۔

سجدہ سہو کا بیان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 200 جدید صفحہ 150)

(1) اس عنوان کے تحت محققین نے حدیث دی ہے ''جس شخص کو نماز میں شک پڑ جائے کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو۔۔۔۔۔۔اور آخر میں سلام پھیرنے سے پہلے (سہو کے) دو سجدے کرے'' (بحوالہ ترمذی، ابن ماجہ)

تبصرہ:۔

ترمذی کی روایت کی سند میں یحیی ابن ابی کثیر راوی ہے جس کو یہ محقق کذاب خود (جزء قرأت صفحہ 121) پر مدلّس تسلیم کرتا ہے پھر بھی ان کی عنعنہ روایت سے استدلال چہ معنی دارد، شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔۔۔ ابن ماجہ کی روایت میں ایک کے بجائے دو مدلس ہیں ایک محمد بن اسحٰق جس کو یہ محقق کذاب خود (جزء قرأت صفحہ 112 اور صفحہ 182) پر مدلس تسلیم کیا ہے۔ نیز دوسرے راوی مکحول ہیں جن کو ابن حبانؒ اور ذھبیؒ نے مدلس کہا ہے ''طبقات المدلسین لابن حجر'' یہ دونوں روایات محققین کے اصول کی صراحت سے ضعیف ٹھہریں پھر بھی ان کو صحیح کہہ کر استدلال کرنا ایسا ہے جیسا کہ، کتا قے کر کے پھر چاٹ لیتا ہے۔ نیز محققین کا اصول ہے کہ جو دین نہیں وہ مقبول روایات میں موجود نہیں اور جو دین ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے اب ان محققین کے

اصول کے مطابق یہ روایات ضعیف ہیں یعنی یہ دین نہیں ہے پھر بھی ان کو صحیح کہنا کیا غیر دین کو دین میں شامل کرنا نہیں؟ کیا یہ دین ان کے ابا جی کا ہے کہ جو چاہے دین میں شامل کریں اور جسے چاہے تو دین سے نکال دیں کیا یہ یہودی کا طریقہ اور عمل نہیں ﴿فویل للذین یکتبون الکتب بایدیھم ۔۔۔۔۔الخ﴾

(2) اس کے بعد محققین تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس لئے سہو کے بعد دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے بھی ہو سکتے ہیں''۔

تبصرہ:۔

یعنی محققین کو بھی تسلیم ہے جیسا کہ عبارت سے واضح ہے کہ اصل طریقہ تو سلام کے بعد سجدہ سہو کرنا ہے لیکن پہلے بھی ہو سکتا ہے، یعنی سلام سے پہلے بھی سجدہ سہو جائز ہے۔ وللہ الحمد:

(3) قارئین کرام! اس حدیث کے بعد محققین نماز نبوی قدیم میں تبصرہ کرتے ہوئے فتویٰ لگاتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت ہوا کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے قبل کرنا چاہئے''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! (بخاری باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان) میں حدیث ہے ''۔۔۔۔۔اور اگر کسی کو نماز میں شک ہو جائے تو اس وقت کسی یقینی صورت تک پہنچنے کی کوشش کرے اور اسی کے مطابق نماز پوری کرے اور پھر سلام پھیر کر دو سجدے کرے'' نیز (مسلم باب السہو فی الصلوۃ والسجود لہ) میں ایک حدیث ہے ''۔۔۔۔۔پھر رسول اللہ ﷺ نے باقی نماز پوری فرمائی پھر آخری قعدہ میں سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے نیز مسلم کی دوسری حدیث جو محققین خود یہاں اس کے بعد لائے ہیں'' نیز نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ میں بھی ایسی احادیث ہیں ان تمام احادیث سے چشم پوشی

اوران پر عمل کرنے سے ہمیشہ محروم ہونا صرف اسی وجہ سے ہے کہ یہ مسلک احناف ہے۔ کیا یہ اس بات کی واضح علامت نہیں ؟ کہ محققین کو احادیث سے کوئی سروکار نہیں ان کا کام ہے احناف کی مخالفت کرنا یعنی ہندوستان میں برٹش انگریز نے جو مشن دیا تھا اسی کو آگے بڑھانا اور برٹش سے وفاداری کرنا کیونکہ ﴿وجدنا علیه أبائنا وماکنا بتارکی الھتنا﴾ قارئین کرام! نماز نبوی جدید میں کچھ قطع و برید سے کام لیتے ہوئے عبارت میں کچھ تبدیلی کی اور یوں لکھا" اس صورت میں سجدہ سہو سلام پھیرنے سے قبل کرنا چاہئے۔" لیکن قارئین یاد ہے کہ یہ خیانت ہے رجوع نہیں کیونکہ رجوع کرنا علی الاعلان ہوتا ہے جیسا کہ محقق کذاب نے خود (مؤطا صفحہ 55) پر لکھا ہے" اپنی خطاء سے علانیہ رجوع کرنا چاہئے"۔

(4) قارئین کرام! سیدنا عمران بن حصینؓ کی روایت جس میں بعد السلام سجدہ سہو کا ذکر ہے اس روایت کو لانے کے بعد محققین تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا" ۔۔۔۔اپنی بھول کا علم ہونے سے پہلے، خواہ [illegible] بھی چلا جائے اور باتیں بھی کر لے تو پھر بھی وہ صرف ایک رکعت، جو رہ گئی تھی پڑھکر سجدہ سہو کر کے سلام پھیرے اسے ساری نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔"

تبصرہ:۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ محققین نے نماز میں کلام کرنے کی اجازت دیدی 'بالاتفاق' لیکن اس سے دو صفحے پہلے، بخاری کی حدیث لائے تھے" سیدنا زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، پھر ﴿وقوموا لله قنتین﴾ آیت نازل ہوئی تو ہمیں چپ چاپ رہنے کا حکم ہوا اور بات کرنا منع ہو گیا" یہ محققین جب کسی حدیث پر تبصرہ کے لیے قلم اٹھاتے ہیں تو وجد میں آجاتے ہیں پھر ان کو نہ تو دوسری احادیث یاد رہتی ہیں اور نہ یہ یاد رہتا ہے کہ پہلے ہم نے

کیا لکھا تھا۔ سچ ہے کہ، دروغ گو را حافظہ نباشد۔

سوال:۔

سوال یہ ہے کہ آیا محققین نماز میں کلام (باتیں کرنے) کو منسوخ مانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں مانتے تو بخاری کی اس حدیث کا کیا حکم ہے جس میں نسخ کی صراحت ہے نیز اس حدیث کو پھر دو صفحے پہلے کیوں لائے یعنی کیا مقصد تھا لانے کا۔ اگر نسخ کو مانتے ہو تو پھر اجازت کس دلیل کے تحت ہے یعنی ایسی دلیل ہو جس میں واضح ہو کہ پہلے نماز میں باتیں کرنے کی اجازت تھی پھر باتیں کرنا منسوخ ہوا اور پھر دوبارہ باتیں کرنے کی اجازت مل گئی۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار تم سے   یہ بازو ہمارے آزمائے ہوئے ہیں

☆☆☆☆☆

چار کی جگہ پانچ رکعات پڑھنے پر سجدہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 202 جدید صفحہ 252)

(1) یہاں اس عنوان کے تحت محققین بخاری کی وہ حدیث لائے ہیں جس میں آپ ﷺ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔

تبصرہ:۔

قارئین! اس حدیث سے پانچ رکعات پڑھنے پر سجدہ سہو کرنے کا استدلال تو کرتے ہیں لیکن اسی حدیث میں جو بعد السلام سجدہ سہو کرنے کا عمل ہے اس سے محققین کو نفرت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم بھی یہی ہے اس پر محققین کے لیے ان کے شریک کار محقق عبدالصمد رفیقی کی تنبیہ کو کافی سمجھتے ہیں" مگر افسوس کہ بعض لوگ ۔۔۔۔۔"

(2) اسی عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں ''اور التحیات پڑھ کر سلام پھیرنا سنت سے ثابت نہیں ہے'' انا للہ وانا الیہ راجعون

تبصرہ:۔

قارئین! ''سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا سنت سے ثابت ہے اور جمہور علماء کا اسی پر عمل ہے'' لیکن شاید ان محققین کے لیے سنت ناصر الدین البانی کا عمل ہوگا کیونکہ اگر ان کے لیے پیغمبر پاک ﷺ کا عمل مبارک سنت ہوتا تو یہ نہ کہتے اس لیے کہ (ابوداؤد باب سجدتی السہو فیھما تشہد وتسلیم۔ ترمذی باب ماجاء فی التشہد فی سجدتی السہو) میں حدیث ہے سیدنا عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان کو نماز پڑھائی تو نماز میں سہو ہوگیا آپؐ نے دو سجدے کئے پھر تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا (والحمدللہ) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے''۔

(3) اسی عنوان کے تحت لکھتے ہیں'' اگر مقتدی سے بھول چوک ہوجائے اور شروع ہی سے وہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہے تو اس کے لیے سجدہ سہو نہیں بلکہ اس پر امام کی اقتداء واجب ہے لیکن مسبوق یعنی جو بعد میں جماعت میں شامل ہوا ہو وہ اپنی نماز کا فوت شدہ حصہ پورا کرنے کے بعد سجدہ سہو کرے''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین! اس سے پہلے (نماز نبوی جدید صفحہ 71 - 170) پر کہا تھا کہ اگر کوئی حالت جنابت میں نماز پڑھائے تو مقتدی کی نماز ہوگئی۔ یہاں جو مسئلہ ان محققین نے بیان کیا دونوں میں تعارض ہے۔ محققین سے سوال ہے کہ اس میں کیا فلسفہ ہے؟ کہ مقتدی سے کمی ہوجائے تو نماز پھر بھی امام کی اقتداء کی وجہ سے صحیح ہے۔ اور اگر امام سے کمی ہوجائے تو مقتدی کی نماز بھی گئی (یعنی امام سے سہو ہوجائے تو مقتدی غلطی یا کمی کے بغیر امام کی اقتداء کی وجہ سے سہو کے سجدے کرے

گا) لیکن امام حالت جنابت میں نماز پڑھائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حالت جنابت میں ایسا کیا راز ہے؟ یہ محققین ہی پردہ اٹھائیں گے۔

تبصرہ ب:۔

محققین کا یہ کہنا کہ مسبوق اپنی نماز کا فوت شدہ حصہ پورا کرنے کے بعد سجدہ سہو کرے گا لیکن وہ مقتدی جو شروع سے شریک ہو، وہ نہیں کرے گا۔ یہاں یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ان کے اپنے ہی اصول کے تحت مردود ہے۔ قارئین! یہ ہے ان کا دعویٰ اور یہ رہی اس کے اپنے ہی اصولوں کی روشنی میں اس کی حقیقت سوال آسمان جواب ریسماں۔

(4) اسی عنوان کے تحت محققین لکھتے ہیں'' اگر کسی نے بھول کر رکوع یا سجدے میں قرآن کی قرأت کردی تو اس کے لیے سجدہ سہو کرنا ضروری ہے کیونکہ رکوع اور سجدے میں قرأت قرآن جائز نہیں'' (مسلم)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ''اسے کہتے ہیں سوال گندم جواب چنا'' دعویٰ ہے کہ رکوع سجدے میں قرأت قرآن سے سجدہ سہو ضروری ہے، اور دلیل یہ ہے کہ کیونکہ رکوع سجدے میں قرأت قرآن منع ہے مسلم کے جس کے باب کا حوالہ دیا ہے اس باب کی تمام احادیث میں سجدہ سہو کرنے کا اشارہ تک نہیں صرف یہ بات ہے کہ رکوع سجدے میں قرأت منع ہے یعنی مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی فعل سے منع ہو اور وہ کام کرلیا جائے تو نماز سجدہ سہو سے ہوجائے گی

سوال:۔

محققین کذا بین سے سوال ہے کہ قرآن میں حالت نشہ میں نماز پڑھنے سے منع ہے ﴿لاتقربو الصلوۃ وانتم سکاریٰ﴾ تو کیا اگر کوئی حالت نشہ میں نماز پڑھے تو سجدہ سہو کرنے سے وہ نماز

ہوجائے گی؟ نیز حالت حدث میں نماز پڑھنا منع ہے اگر کسی نے حالت حدث میں نماز پڑھ لی تو
کیا سجدہ سہو سے ہوجائے گی؟ بینوا فتوجروا

(5) اسی عنوان کے تحت لکھتے ہیں ''اور اگر رکوع میں دونوں تسبیحات پڑھیں اور سجدے میں بھی تو پھر سجدہ سہو کی ضرورت نہیں''۔

تبصرہ:۔

دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے انکے اپنے ہی اصول سے مردود ہے ''اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو'' (نماز نبوی صفحہ 40)

(6) حاشیہ میں ایک اور محقق عبدالصمد رفیقی فرماتے ہیں ''جب امام سجدہ سہو کیے بغیر سلام پھیر دے اور مقتدی اسے یاد دلائے تو وہ انہیں باقی ماندہ نماز پڑھائے گا اور سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کرے گا اس کے بعد پھر سلام پھیرے گا مزید پھر لکھتے ہیں کہ مقتدی اسے یاد دلائیں کہ ہم نے ایک رکعت زائد پڑھ لی ہے۔۔۔۔''

تبصرہ:۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ دونوں صورتوں میں امام اور مقتدی کے درمیان کلام ہوا اس کے باوجود نماز ہوگئی سجدہ سہو کرنے سے جبکہ اس سے دو تین صفحے پہلے خود حدیث لائے تھے کہ پہلے نماز میں باتیں کرنے کی اجازت تھی لیکن جب ﴿قوموا للہ قانتین﴾ حکم نازل ہوا تو باتیں کرنا منسوخ ہوا سمجھ میں نہیں آتا کہ محققین کو تو احناف سے چڑ ہے ہی لیکن قرآن سے کیوں چڑ ہے ﴿ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم﴾

(7) حاشیہ نگار محقق مزید گل پاشیاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''اگر رکعت کی تعداد میں شک

ہوجائے (یا قعدہ اُولی چھوٹ جائے) تو پھر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے گا۔۔۔۔۔''

تبصرہ:۔

قارئین کرام! بخاری کی صریح حدیث ہے کہ اگر کسی کو شک ہوجائے تو وہ سلام کے بعد سجدہ سہو کرے ''باب التوجہ نحو القبلۃ حیث کان'' حدیث تو صاف بتاتی ہے کہ شک کی صورت میں سلام سے پہلے دو سجدے کرے۔ قارئین! فیصلہ آپ کریں کہ یہ لوگ اس قابل ہیں کہ ان کو اہل حدیث کہا جائے یا اس قابل کہ انکو اہل اہوی کہا جائے؟ ﴿افرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ﴾

نماز کے بعد مسنون اذکار

(قدیم صفحہ 204 جدید صفحہ 255)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت عقبہ بن عامرؓ کی روایت لائے ہیں ''کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم کیا میں ہر (فرض) نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں'' پھر لکھتے ہیں'' معوذتین (اللہ کی پناہمیں دینے والی سورتیں) جن کے شروع میں قل اعوذ کا لفظ ہے انہیں معوذتین کہا جاتا ہے یعنی قران پاک کی آخری دو سورتیں'' جبکہ نماز نبوی جدید میں معوذتین میں ایک اور سورۃ، سورۃ اخلاص بھی شامل کرتے ہیں اور کہتے ہیں معوذات سورۃ اخلاص، فلق اور ناس ہیں۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ایک کتاب ہے لیکن ایک نسخے میں معوذات میں صرف دو سورتیں تھیں اور دوسرے نسخے میں معوذات میں تیسری سورۃ اخلاص بھی داخل ہوگئی شاید کوئی نئی وحی اتر آئی ہو کیونکہ معوذتین تو صرف دو ہی سورتیں ہیں اور یہ'' تسمیۃ الکل باسم الجزء'' کے قبیل سے ہے سورۃ اخلاص کے شروع میں تو لفظ'' قل اعوذ''، نہیں تو یہ کیسے معوذتین میں داخل ہوئی؟

(2) اسی عنوان کے تحت ایک دعا لائے ہیں ﴿ اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمة....... ولا ینفع ذاالجد منک الجد ﴾ (بحوالہ نسائی)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی موسیٰ بن عقبہؒ مدلس راوی ہیں اور 'عن' سے روایت کر رہے ہیں۔ (طبقات المدلسین لابن حجرؒ) اور خود یہ محقق کذاب (جزء رفع یدین صفحہ 25) پر فرماتے ہیں راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو۔ اگر چہ ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو۔ تو یہ روایت ان کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ٹھہری اور یہ دھوکہ دینا کہ ابن حبانؒ اور ابن خزیمہؒ نے اس کو صحیح کہا ہے یہ جھوٹ ہے کیونکہ انہوں نے صحیح نہیں کہا اور نہ تو ورنہ ------ ہاں ابن خزیمہؒ کے حاشیہ پر ناصر الدین البانی کے ثناخواں فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے اور فرماتے ہیں کہ " ابو مروان عطالیس بمعروف کما قال النسائی " یہ محققین کی وہ صحیح احادیث ہیں جن کے بارے میں پس ورق پر انہوں نے دعویٰ کیا تھا۔ اس دعویٰ میں کتنے سچے ہیں یہ فیصلہ قارئین خود کریں۔

سنتوں کا بیان

مؤکدہ سنتیں اور ان کی فضیلت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 215 جدید صفحہ 269)

(1) اس عنوان کے تحت دن رات کی بارہ سنن مؤکدہ کے بارے میں ام حبیبہؓ کی روایت لائے ہیں (بحوالہ ترمذی)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی مؤمل بن اسماعیل ہیں جس کو محققین کے کبار آئمہ ناصر الدین البانی اور مبارک پوری دونوں نے ضعیف کہا ہے (ابکار المنن) اور خود ان محققین نے

سینے پر ہاتھ باندھنے کے مسئلے میں نماز نبوی قدیم میں دی ہوئی ان کی روایت کو نماز جدید سے خاموشی سے حذف کر کے خود ہی ان کے ضعف کا ثبوت فراہم کر دیا اب کس منہ سے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی ------۔

تبصرہ ب:۔

اس روایت کی سند میں دوسرے راوی سفیان ثوری ہیں جو 'عن' سے روایت کر رہے ہیں جن کو یہ محققین کئی مقامات پر خصوصاً عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی روایت کو سفیان ثوریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہہ چکے ہیں اب سفیان ثوریؒ کی تدلیس قابل استدلال کیسے بنی ؟" یاللعجب ولضیعة الانصاف"

(2) اسی عنوان کے تحت ایک روایت لائے ہیں " کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رات اور دن کی (نفل) نماز دو رکعت ہیں"۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین کا انصاف دیکھئے اور پھر ان کو وہ داد دیں جو آپ مناسب سمجھیں اس روایت کی سند میں ایک راوی امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہؒ ہیں جبکہ شعبہؒ کو یہ محققین تسہیل الوصول صفحہ 159 پر احناف کی متدل روایت نقل کرنے کے جرم میں وہم اور خطاء کے مریض ٹھہرا چکے ہیں نیز صفحہ 163 پر بھی کہتے ہیں کہ "یہ امام شعبہؒ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جب احناف کی متدل روایت نقل ہو رہی ہو تو شعبہؒ جیسے محدث بھی ضعیف ٹھہرتے ہیں یہ قوم شعیبؑ کے پیمانے (لینے کے اور دینے کے اور) ان کے پاس ہیں جس کو چاہے ضعیف کہہ دیں جس کو چاہے ثقہ کہہ دیں۔" فوا اسفاہ علی ضیعة الانصاف"

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھنے کا جواز

(نماز نبوی قدیم صفحہ 218 جدید 272)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص صبح فرض نماز کے بعد دو رکعت سنت فجر پڑھنے لگے آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا اور سکوت فرمایا تو یہ حدیث تقریری ہوئی لہذا فرض کے بعد متصل سنتوں کی قضاء جائز ہے۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! فجر کی فرض نماز کے متصل بعد دو رکعت سنت کی قضاء والی روایت صرف دو طریقوں سے مروی ہے ان میں سے ایک طریقہ ضعیف ہے جس میں ایک راوی سعد ہے جس کے بارے میں ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ اسکو احمد بن حنبلؒ، ابن معینؒ، نسائیؒ، ابن حبانؒ اور امام ترمذیؒ نے ضعیف کہا ہے (حاشیہ بیہقی) نیز امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند بھی متصل نہیں کہ ابراھیم التیمیؒ کا سماع قیس سے ثابت نہیں اب اس روایت کی ایک ہی سند محفوظ ہے لیکن وہ اس قابل نہیں کہ بخاری و مسلم کی روایات کا مقابلہ کر سکے کیونکہ وہ معناً متواتر ہیں۔ ان میں ایک روایت عبداللہ بن عباسؓ کی ہے ایک روایت حضرت ابوھریرہؓ کی ہے ایک روایت ابن عمرؓ کی ہے ان روایات میں یہ بات متفقہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فجر کے بعد طلوع شمس تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے (بخاری باب الصلوۃ بعد الفجر حتی ترتفع الشمس) یہ حدیث خود محققین (نماز نبوی صفحہ 130 جدید صفحہ 100 قدیم) پر نقل کر چکے ہیں نیز بخاری میں ابوسعید خدریؓ کی روایت بھی ہے اور یہ روایات مسلم میں بھی ہیں بلکہ فجر کے بعد نماز کی ممانعت والی روایات حدیث کی تمام

کتابوں میں موجود ہیں بخاری و مسلم کے علاوہ۔ (ابوداؤد، ترمذی، مسند احمد، موطا امام مالکؒ، مصنف ابن ابی شیبہؒ، طحاوی) وغیرہ یعنی تمام کتب حدیث میں ایسی روایات موجود ہیں۔

قارئین! اب محققین کا اصول غور سے ملاحظہ ہو رفع یدین کے مسئلے میں (نماز نبوی جدید صفحہ 214 قدیم صفحہ 170) پر اصول بنایا تھا '' خلاصہ بحث رفع الیدین کی احادیث بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں۔ رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث معناً یا سنداً ثابت نہیں'' اب ہم کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد طلوع الشمس تک نماز پڑھنے سے ممانعت والی روایات بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں۔۔۔۔۔ الخ اب محققین کو چاہیے کہ یا تو رفع الیدین کے مسئلے میں توبہ تائب ہو جائیں اپنے اصول کو غلط کہہ کر یا یہاں سنتوں کے مسئلے میں توبہ تائب ہو جائیں۔ کیونکہ تمہارے ہی اصول کے پیش نظر تمہارا خود ساختہ مسلک ریت کی دیوار ہے۔

☆☆☆☆☆

تہجد، قیام الیل، قیام رمضان اور وتر

(نماز نبوی قدیم صفحہ 220 جدید 275)

فضیلت:۔ اس عنوان کے تحت ابوھریرہؓ کی روایت لائے ہیں '' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھا۔۔۔۔۔۔ پھر اگر خاوند (غلبہ نیند کے باعث) نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے'' (بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت میں ایک راوی ابن عجلان ہیں جو عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں اور اس روایت کو صحیح کہنے والا محقق خود (جزء قرأت صفحہ 160) پر مدلس تسلیم کرتا ہے اور (جزء رفع یدین

میں صفحہ 77) پر بھی ابن عجلان کو مدلس کہتا ہے۔ نیز سب سے بڑھ کر مزے کی بات یہ ہے کہ یہ محقق کذاب (تسہیل الوصول صفحہ 227) پر ابن عجلان کو ضعیف کہتا ہے اور ابن عجلان ہی کی وجہ سے روایت کو ضعیف ٹھہراتا ہے نماز نبوی میں آ کر انہی ابن عجلان کا ضعف بھی ختم اور تدلس بھی مضر نہیں۔ آفریں برایں تحقیق، تو کیا ہم اس محقق کو کذاب کہنے میں حق بجانب نہیں؟ کیونکہ ایک مقام پر ضرور جھوٹا ہے یا تو نماز نبوی میں جھوٹا ہے اور یا تسہیل الوصول میں۔۔ ''لعنت اللہ علی الکذبین''. قارئین! یہ وہی محققین ہیں جنہوں نے پس ورق پر دعویٰ کیا تھا کہ اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں۔ تسہیل الوصول میں ابن عجلان کو ضعیف کہنا اور نماز نبوی میں صحیح کہنا ہماری اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ محقق کذاب باقی کتابوں کی مارکیٹ کو ڈاؤن کرنا چاہتا ہے اور اپنی کتابوں کی مارکیٹ کو خوب چمکانا چاہتا ہے۔ غیر مقلدین عوام کو اس بات پر غور کرنا چاہئے؟ یہ ہمارا خیر خواہانہ مشورہ ہے۔

نیند سے بیدار ہونے کی دعائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 221 جدید 277)

اس عنوان کے تحت حضرت عائشہؓ کی روایت لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ جب رات کو (بستر سے تہجد کے لیے) اٹھتے تو (یہ) پڑھتے ﴿اللہ اکبر" الحمدللہ " سبحان اللہ وبحمدہ"سبحان الملک القدوس " استغفر اللہ "لاالہ الا اللہ " اللھم انی اعوذبک من ضیق الدنیا و ضیق یوم القیمۃ﴾

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کا تحریف فی الحدیث ملاحظہ ہو اپنی عادت وفطرت کے مطابق یہاں حدیث نبوی کو اپنی اس بُری خباثت کا نشانہ بنایا ابوداؤد میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ﴿.... کبّر

عشراً وحمد عشراً" وقال سبحان اللہ وبحمدہ عشراً" وقال سبحان الملک القدوس عشراً" واستغفرعشراً وھلل عشراً "ثم قال اللھم انی اعوذ بک من ضیق الدنیاوضیق یوم القیمۃعشراً" ثم یفتتح الصلوۃ﴾ قارئین کرام! غور سے دیکھیں کہ کتنا ظلم کیا ہے حدیث کے ساتھ " اللھم احفظنا من سوء الفطرۃ" نماز نبوی قدیم میں حدیث کا ترجمہ دیا ہے اور حدیث پوری دی ہے لیکن جدید میں ایسا کیا معاملہ پیش آیا کہ حدیث کے الفاظ جگہ جگہ سے رافضی بکری کھا گئی شاید محققین کو اپنی فطرت یاد آئی ہو اور پھر اپنی فطرت سے مجبور ہو کر یہ کام متفقہ طور پر مشورہ سے کیا ہو۔

تبصرہ ب:۔

اس حدیث میں ایک راوی بقیہ بن ولید ہے اور یہ وہ راوی ہیں کہ محدثین تدلیس میں ان کی مثالیں دیا کرتے ہے۔ (طبقات المدلسین صفحہ 22) یہ راوی بقیہ ضعفاء اور مجہولین سے کثرت کے ساتھ تدلیس کرنے میں مشہور ہیں (طبقات المدلسین صفحہ 76) نیز ان کے بارے میں ابومسہر فرماتے ہیں۔ احادیث بقیۃ ، لیست بنقیۃ فکن منھا علی تقیہ (مقدمہ مسلم) محققین کا انصاف قابل داد ہے جب سفیان اور زہری جیسے محدثین کی تدلیس مضر ہے تو بقیہ کی تدلیس کیوں مضر نہیں جب احناف کی مستدل روایت میں سفیان اور زہری ہو تو وہ تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے یہاں تک شعبہؒ جیسے محدث بھی وہم کے مریض ٹھہرتے ہیں لیکن محققین کی مستدل روایات میں بقیہ جیسے مدلس بھی آئے تو وہ مبارک پوری کی اندھی اور گندی تقلید سے صحیح بن جائے کیا تحقیق اسی کا نام ہے؟ کیا ہم سچے نہیں کہ انکے پاس قوم شعیبؑ کے پیمانے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کی کیفیت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 226 جدید 283)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت حذیفہؓ کی روایت دی ہے ''(میں) نے نبی اکرم ﷺ کو تہجد پڑھتے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آپ نے سورۃ بقرہ پڑھی۔۔۔۔۔ اس طرح آپؐ نے چار رکعتوں میں سورۃ بقرہ، سورۃ ال عمران، سورۃ نساء کو اور سورۃ مائدہ پڑھیں''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ایک تو اس حدیث کے الفاظ میں کمی کی ہے معلوم نہیں کہ ان محققین کو پوری حدیث لکھنے میں کیا خار ہے؟ دوسرا یہ کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی شعبہ ہے جو محققین کے ہاں وہم کے مریض ہیں۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' نیز اس میں ایک راوی مجہول بھی ہے محققین نے اس مجہول راوی کے بارے میں کچھ بتایا نہیں کہ یہ کون ہے لہذا یہ روایت محققین ہی کے اصول کے مطابق ناقابل استدلال ٹھہری۔ محققین کا اصول (پیمانہ قوم شعیبؑ) یہ ہے کہ اگر روایت احناف کی متدل ہو تو شعبہ جیسے راوی بھی وہم کے مریض اور اگر روایت محققین کی متدل ہو تو مجہولین اور بقیہ جیسے مدلسین کی روایات بھی صحیح ہوتی ہیں۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''۔۔۔۔۔۔ پھر آپؐ نے انہیں قرآن پاک تین دن میں ختم کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا ''قرآن پاک سے اس شخص کو پوری سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی جو تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک ختم کرتا ہے''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین کا انصاف کا خون ملاحظہ ہو، یہ روایت ابوداؤد و ترمذی کی ہے دونوں سندوں میں قتادۃؒ 'عن' سے روایت کررہے ہیں اور یہ محقق جزء قرأت میں وہ احادیث جو ان کے خلاف تھیں ان کو قتادۃ کی تدلس کی وجہ سے ضعیف کہتا ہے صفحہ 59۔93 ۔ نیز نسائی کی روایت جس میں دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر ہے خلاف مسلک ہونے کی وجہ سے اس کو بھی

قتادۃؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہتا ہے (جزء رفع الیدین صفحہ 39) اب یہاں قتادۃؒ کی تدلیس کے باوجود یہ حدیث صحیح کیسے بنی ''اللھم احفظنا من سوء الفطرۃ'' بات وہی ہے کہ جہاں جمال دین وہاں گیدڑ بھی حلال۔

(3) اس کے بعد اسی عنوان میں ایک اور حدیث لائے ہیں ''نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص رات کے نوافل میں دوسو آیات تلاوت کرتا ہے وہ اطاعت گزار، مخلص لوگوں میں شمار ہوتا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

اس حدیث کو ان محققین کے امام کبیر محدث شام ناصر الدین البانی نے سعد بن عبدالحمید کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور اسی پر الدکتور محمد مصطفیٰ الاعظمی نے مہر ثبت کی ہے۔ (حاشیہ ابن خزیمہؒ)

تبصرہ ب:۔

اس روایت کی سند میں دوسرے راوی، موسیٰ بن عقبہ جو 'عن' سے روایت کررہے ہیں مدلس ہیں (طبقات المدلسین لابن حجرؒ) اور تمہارا اپنا اصول ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی :

تبصرہ ج:۔

محققین کا اصول ہے کہ جمہور جس کو ضعیف کہے وہ راوی ضعیف ہوتا ہے (نور العینین صفحہ 61) اور اس سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کو جمہور محدثین نے ضعیف کہا ہے (تہذیب الکمال) نیز محقق خود بھی کہتا ہے کہ اس کا حافظہ بگڑ گیا تھا۔ (نور العینین صفحہ 83۔84)

آپ ﷺ کی تین دعائیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 228 جدید صفحہ 285)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''جب آپؐ گھر میں نوافل ادا کرتے تو حجرے میں آپ کی قرأت سنائی دیتی''۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ہیں جو محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے تفصیل گذر چکی لہذا یہ سند محققین کے اپنے ہی اصول سے ضعیف ہے۔

قیام اللیل کا طریقہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 230 جدید 288)

جھوٹ اور دجل سے مزین دعویٰ:

(1) محققین نے یہاں یہودی ریکارڈ توڑتے ہوئے دعویٰ کیا ہے ''رسول اللہ ﷺ کا بالعموم وتر پڑھنے کا طریقہ (اور بطور دلیل کہتے ہیں) '' سیدنا عائشہؓ یوں بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نماز عشاء سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے۔ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین نے جو دعویٰ کیا اس کا اس حدیث کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں یہ ان کا اپنا گھریلو دعویٰ ہے۔ اور ہاں رسول اللہ ﷺ کے بالعموم وتر کا طریقہ جو خود عائشہؓ اپنی صادق اور پاکیزہ زبان سے بیان فرماتی ہیں وہ مسلم کے اسی باب میں مذکور ہے۔ اور یہ محققین خود اس سے پہلے بعنوان ''رسول اکرم ﷺ کی نماز شب کا معمول میں'' لائے ہیں ''سیدہ امی عائشہؓ (طاہرہ مطہرہ صدیقہ) نبی اکرم ﷺ کی نماز شب کا معمول بیان فرماتی ہے۔ رمضان ہوتا یا غیر رمضان ،رسول اللہ ﷺ (رات کی نماز بالعموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔۔۔۔۔۔

پھر آخر میں آپ تین رکعت وتر پڑھتے، قارئین! غور سے دیکھیں حضرت عائشہؓ سے بڑھ کر کون نبی کریم ﷺ کی رات کی نماز کو جانتا ہے۔ صدیقہ عائشہؓ تو فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا معمول تین وتر پڑھنے کا تھا اور یہ محققین فرماتے ہیں کہ ایک رکعت، ہمارا ایمان ہے حضرت عائشہ صدیقہؓ سچی ہیں اور جو لوگ صدیقہ عائشہؓ کے اس بیان کردہ معمول کے خلاف بولتے ہیں وہ جھوٹے رافضی یہودی اور ابی بن سلول کے پیروکار ہیں۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے حدیث پر اپنی خباثت کی بھڑاس نکالی ہے اور معنوی تحریف کر ڈالی ہے اور اسی مقصد کے خاطر یہ محققین عربی عبارت تحریر نہیں کرتے کیونکہ پکڑے جانے کا خطرہ ہوتا ہے حدیث کے الفاظ ہیں ﴿۔۔۔۔۔ ویوتر بواحدۃ۔۔۔۔۔﴾ ''اور رکعت کے ذریعہ (دو رکعت کو) وتر بنا لیتے'' یہاں محققین 'با' کا معنی کھا گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون

(2) محققین دوسرا دعویٰ کرتے ہیں لیکن خود اسکے خلاف ہیں (جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے) ''رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھی یہی تعلیم دی، چنانچہ سیدنا ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''رات کی نماز دو رکعتیں ہیں جب صبح (صادق) ہونے کا خطرہ ہو تو ایک رکعت اور پڑھ لو یہ (ایک رکعت پہلی ساری) نماز کو طاق بنا دے گی''۔

تبصرہ الف:۔

یہاں بھی محققین نے تحریف معنوی سے کام لیا ہے اپنا مقصد نکالنے کے لیے حدیث میں الفاظ ہیں ﴿۔۔۔۔۔ صلّی رکعة واحدةً۔۔۔۔۔﴾ اس کا معنیٰ ہے ''وہ ایک رکعت (اور) پڑھ لے جبکہ محققین نے ترجمہ کیا ہے ''ایک رکعت پڑھ لو''۔

تبصرہ ب:۔

محققین کے دعویٰ کے مطابق اس حدیث میں آنخضرتؐ نے حکم کیا ہے کہ رات کی نماز میں دو دو رکعتیں ہیں''نیز محققین کے اصول کے مطابق اس حکم پر عمل کرنا فرض بھی ہے جبکہ آنخضرتؐ کے اسی کی مخالفت اور مقابلہ کرتے ہوئے رافضی صفت محققین کذابین آگے (نماز نبوی جدید صفحہ 292 قدیم صفحہ 234) پر لکھتے ہیں''اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں''ایک یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک سلام کیساتھ نو وتر پڑھے اور سات بھی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپؐ ہر دو رکعتوں کے بعد التحیات میں نہیں بیٹھتے تھے بلکہ صرف آٹھویں رکعت میں تشہد پڑھتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور پھر آخری طاق رکعت کے آخر میں حسب معمول تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیتے'' قارئین! دیکھیں پہلے ان محققین نے دعویٰ کیا کہ آنخضرتؐ نے ہمیں یہی حکم کیا کہ ہم رات کی نماز دو دو رکعت پڑھے اور یہاں کہتے ہیں نو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ۔ اسے کہتے ہیں

(دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا)

فریب کی ایک نئی تصویر

(3) اسی عنوان کے تحت سیدہ عائشہؓ کی روایت لائے ہیں''رسول اللہ ﷺ ایک رکعت وتر پڑھتے آخری دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان سلام پھیر کر بات چیت بھی کرتے'' (بحوالہ ابن ماجہ و مصنف ابن شیبہؒ)

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کا فریب غور سے ملاحظہ ہو ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ یہ ہے ﴿۔۔۔۔تسلیم فی کل ثنتین ویوتر بوا حدۃ﴾ ترجمہ:''ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے اور اس کو ایک کے ذریعے وتر (طاق) بنا دیتے'' کیا حدیث میں کوئی ایسی بات ہے جس سے محققین کا کیا ہوا دعویٰ ثابت ہوا؟ کیا ان محققین میں ایک ذرہ برابر بھی خوف خدا نہیں جو احادیث کے یہ

گھناؤنا کھیل کھیل رہے ہیں؟

تبصرہ ب:۔

نیز یہ حدیث تو محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی امام زہریؒ ہیں، جو 'عن' سے روایت کر رہے ہیں اور زہری کو محققین نے ان کے خلاف روایات نقل کرنے کے جرم میں تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہیں (جزء قرأت صفحہ 43)

تبصرہ ج:۔

مصنف ابن ابی شیبہؒ میں یہ حدیث موجود ہے۔ لیکن زہری کے عنعنہ کی وجہ سے محققین کے اپنے ہی اصول کے مطابق قابل استدلال نہیں رہتی لیکن چونکہ تصحیح اور تضعیف محققین کے اپنے ہاتھ میں ہے اس لئے جو بھی چاہے اپنا کرشمہ حسن ساز کرے۔

تبصرہ د:۔

ابن ماجہ جس روایت کا محققین نے حوالہ دیکر صحیح کہا اس میں تو واضح ہے کہ آپؐ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے جبکہ پہلے گذر چکا ہے کہ محققین خود کہتے ہیں کہ ہر دو رکعتوں پر سلام نہ ہو بلکہ نو رکعات کے بعد سلام ہو، کیا احادیث کے ساتھ استہزاء نہیں؟ کہ خود حدیث کا حوالہ دیکر بھی مخالفت کرتے ہیں۔ (فوا اسفاہ علی المحققین الکذابین)

پانچ، تین اور ایک وتر

(نماز نبوی قدیم صفحہ 232 جدید صفحہ 290)

(1) اس عنوان کے تحت ابوایوب انصاریؓ کی روایت لائے ہیں''جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وتر پانچ رکعات بھی، تین بھی اور ایک بھی ہے۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام زہریؒ ہیں جن کو یہ محقق کذاب خود مدلس کہتا ہے
گذر چکی پھر بھی زہریؒ کی عنعنہ روایت سے استدلال کرنا، چہ معنی دارد، (شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(2) اسی عنوان کے تحت دوسری روایت لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ رات کو (کل) تیرہ
رکعات پڑھتے ۔۔۔۔۔۔'' آخر میں محققین یہ کہتے ہیں ''معلوم ہوا کہ وتروں کی پانچوں رکعتوں
کے درمیان تشہد کے لیے کہیں نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ پانچوں رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں التحیات،
درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہئے''

تبصرہ:۔

محققین نے تو آسانی کے لیے بہت اچھا مشورہ دیا ہے غیر مقلدین کو لیکن اس سے ایک ورق
پہلے محققین خود جو مسلم کی روایت نقل کر چکے ہیں '' آپؐ نے رات کا قیام کیا۔ پہلے دو ہلکی رکعتیں
پڑھیں پھر دو طویل رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے ہلکی
دو طویل رکعتیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں پھر ایک وتر
پڑھا۔۔۔۔'' محققین سے گذارش ہے کہ غیر مقلدین عوام کو مشورہ دینے سے پہلے اس حدیث
کا محمل بتائیں اور تعارض کو حل کریں یاد رہے کہ یہ روایت، دو دو رکعت والی، ابن عباسؓ کی ہے جو
خصوصی طور پر اپنی خالہ ام المؤمنین میمونہؓ کے ہاں رات گذارنے آنحضرتﷺ کی رات کی نماز کا
طریقہ سیکھنے گئے تھے، لیکن قارئین کرام! یہ بات یاد رہے، یہ جو ترجمہ میں، ایک وتر، کی بات ہے یہ
محققین کی اپنی مداخلت فی الحدیث ہے کیونکہ حدیث میں صرف یہ ہے پھر آپؐ نے وتر پڑھا۔

اللھم احفظنا من سوء الفطرة

تین وتروں کی قرأت

(نماز قدیم صفحہ 232 جدید صفحہ 290)

(1) اس عنوان کے تحت پہلی حدیث حضرت عائشہؓ کی لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ پہلی رکعت
وتر میں ﴿سبح اسم ربک الاعلی﴾ دوسری میں ﴿قل یایھا الکفرون﴾ اور تیسری
میں ﴿قل ھو اللہ احد﴾ پڑھتے تھے۔

تبصرہ الف:۔

محققین نے یہاں بھی روایت میں اپنی خباثت باطنی کو ظاہر کیا ہے کیونکہ امی عائشہؓ کی روایت
میں ہے کہ آخری رکعت میں ﴿قل ھو اللہ احد﴾ اور معوذتین پڑھتے تھے، یہاں نامعلوم
محققین کو معوذتین سے کیا خار ہوئی جو حذف کر گئے۔

تبصرہ ب:۔

نیز اس روایت کی سند میں ایک راوی یحیی بن سعید انصاری ہیں۔ جو کہ مدلس ہیں
''اسماء المدلسین لسیوطیؒ'' نیز اس راوی پر دوسرے محدثین کی جرح (کہ یہ ضعیف ہے اور منکر
روایات نقل کرتا ہے) کے علاوہ محققین کے ہاں معتبر محدث دارقطنیؒ (موطا صفحہ 55) نے بھی اسکو
ضعیف کہا ہے (تہذیب الکمال) تو یہ حدیث خود محققین کے اصول سے ضعیف ٹھہری۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین وتر نہ پڑھو پانچ
یا سات وتر پڑھو اور مغرب کی مشابہت نہ کرو''۔

تبصرہ الف:۔

قارئین! آپ نے دیکھا کہ حدیث میں تین رکعات وتر سے آپؐ نے منع فرمایا لیکن اس کے
باوجود حاشیہ نگار فرماتے ہیں کہ'' تین وتر پڑھنے ہوں تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ
۔۔۔۔'' حدیث میں تین وتر سے صریح منع ہے اور یہ محققین پھر بھی تین وتر کی اجازت دیتے ہیں
جبکہ ان محققین کے ہاں صحیح حدیث پر عمل کرنا فرض ہوتا ہے، کیا یہ حدیث کی مخالفت اور مقابلہ نہیں؟

تبصرہ ب:۔

اس حدیث میں صراحت کے ساتھ وتر پانچ یا سات رکعات پڑھنے کا حکم ہے، اور تین رکعات وتر پڑھنے سے منع ہے جبکہ اس سے پہلے محققین۔ ایک وتر، اور تین رکعات وتر کے کئی روایات لائے ہیں نیز آخری روایت جو اس عنوان میں لائے ہیں اس میں بھی تین ہی وتر کا حکم ہے، لہٰذا (نماز نبوی قدیم صفحہ 235 جدید صفحہ 294) پر بھی آپ صحیح حدیث لائے ہیں کہ آپ کا معمول تین وتر پڑھنے کا تھا۔ اب محققین سے بڑی عاجزی کے ساتھ درخواست کرتے ہیں کہ ہم عوام تو ان احادیث کو پڑھ کر بڑے پریشان ہیں کہ کس حدیث پر عمل کریں ایک میں منع ہے اور دوسری میں اجازت، برائے کرم اس تعارض کو حل فرمائیں کیونکہ آپ بڑے محقق ہیں اور ہمیں امید ہے کہ آپ پہلے کی طرح شاندار تحقیق کریں گے۔ نیز عائشہؓ کی آخری حدیث (جو آپ لائے ہیں) میں ہے کہ ''۔۔۔۔۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے پھر نویں رکعت پڑھتے اور اس کے بعد آخر قعدے میں بیٹھ جاتے۔۔۔'' (نماز نبوی جدید صفحہ 292) اس سے معلوم ہوا کہ وتر میں آخری رکعت سے پہلے رکعت میں قعدہ (التحیات) بھی ہے بغیر سلام کے جبکہ اس سے پہلے آپ حضرات اسی کا انکار کرتے چلے آرہے ہیں یعنی آپ حضرات کہتے ہیں کہ دو سلام ضروری ہے یا ایک سلام اور ایک تشہد تو کیا یہ حدیث قابل عمل نہیں؟

تبصرہ ج:۔

رفع یدین کے باب میں آپ محققین نے ایک اصول اپنایا تھا کہ ''رفع الیدین کی احادیث بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں۔۔۔۔۔'' اب ہم کہتے ہیں کہ عینک عناد اُتاریں اور دیکھیں تین رکعت وتر کی روایات بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں اور پھر بجائے مروزیؒ کے، امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی تو تقلید کرلیں تو آپ بھی امت مسلمہ کے

ساتھ شامل ہو جائیں گے ورنہ تو آپ کو ڈیڑھ اینٹ کی مسجد پر ہی گذارا کرنا پڑیگا۔

دعائے قنوت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 235 جدید صفحہ 294)

(1) اس عنوان کے تحت ابی بن کعبؓ کی روایت لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے''۔ (نسائی، ابن ماجہ)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں سفیان 'عن' کے ساتھ روایت کرتے رہے ہیں لہذا اس محقق علی زئی کذاب کا اپنا تبصرہ سنیے اور اس محقق کے دجل، جھوٹ اور فریب کی داد دیجئے ''لہذا سفیان ثوریؒ جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے کہ یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے'' (نور العینین صفحہ 138) قارئین کرام! پوری کتاب میں آپ پڑھ چکے کہ کتنے مقامات پر سفیان کی معنعن (عن والی) روایات کو صحیح کہا ہے اب محقق کا یہ تبصرہ ہر مقام پر لگاتے جائیے اور محقق کذاب کو داد دیتے جائیے داد کی صورت کیا ہونی چاہیے، وہ اس دجل کو دیکھ کر آپ خود سمجھ سکتے ہیں۔

(2) نماز نبوی قدیم میں اسی عنوان کے تحت مصنف ابن ابی شیبہؒ کی روایت لائے تھے ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور صحابہ کرامؓ قنوت وتر رکوع سے پہلے پڑھتے تھے''۔

تبصرہ:۔

نماز جدید سے عبداللہ بن مسعودؓ اور صحابہ کرامؓ کے اس عمل کو حذف کر کے شاید ایران کے ساتھ نمک حلالی کا حق ادا کر رہے ہیں اور سعودیہ کے ساتھ ساتھ ایران سے بھی کوئی فنڈ جاری کرانا چاہتے ہیں۔

(3) اسی عنوان کے تحت حسن بن علیؓ کی ایک روایت لائے ہیں ﴿اللھم اھدنی فیمن ہدیت وعافنی فیمن عافیت......... تبارکت ربنا وتعالیت﴾ (ابوداؤد، ترمذی)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابواسحق السبیعیؒ ہیں اور 'عن' سے روایت کررہے ہیں اور اس حدیث کو یہاں صحیح کہنے والے محقق علی زئی کذاب (جزء قرأت صفحہ 68) پر فرماتے ہیں "اس سند میں ابواسحق السبیعیؒ ہے جو کہ مشہور مدلس ہے" تو یہ روایت محققین کے اصول کے مطابق مشہور مدلس کی وجہ سے ضعیف ٹھہری۔

☆☆☆☆☆

تنبیہات

(نماز نبوی قدیم صفحہ 237 جدید 296)

(1) اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ۔ دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانے کے بارے میں کوئی مرفوع روایت نہیں ہے، البتہ مصنف ابن ابی شیبہؒ میں بعض آثار ملتے ہیں۔ اس لیے ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ اٹھائے بغیر، دونوں طریقوں سے قنوت وتر کی دعا پڑھنا صحیح ہے"۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین خود اقرار کررہے ہیں کہ اس بارے میں کوئی مرفوع روایت نہیں اور پھر بعض آثار کی وجہ سے اس کو جائز کہتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ نبیؐ کے علاوہ سب غیر معصوم ہیں اور غیر معصوم کے اقوال کو لینا تقلید ہے اور آپ کے ہاں تقلید گمراہی ہے (نورالعینین صفحہ 25) اور صحابہ کے اقوال آپ کے ہاں دلیل نہیں بن سکتے اسی لیے مدرک رکوع میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ایک مشت داڑھی میں عبداللہ بن عمرؓ کے آثار کو آپ حضرات مردود ٹھہرا چکے ہیں تفصیل گذر چکی

ہے اب یہاں کس منہ سے استدلال، اسے کہتے ہیں اپنے تھوک کو چاٹنا۔

(2) اسی عنوان کے تحت دوسری روایت ابن عمرؓ کی لائے ہیں "ابن عمرؓ کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے ﴿الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ﴾ کہا یہ سن کر ابن عمرؓ فرمانے لگے میں بھی ﴿الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ﴾ کہہ سکتا ہوں۔۔۔۔۔"

تبصرہ:۔

قارئین کرام! یہاں بھی محققین نے اپنے فطرت بد کی وجہ سے اپنے الفاظ حدیث رسول اللہ ﷺ میں داخل کردیئے کیونکہ حدیث میں لفظ 'والصلوۃ' نہیں ہے صرف ﴿والسلام﴾ ہے یہ "والصلوۃ" ان محققین نے اپنی طرف سے ڈالا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام! یہاں غور سے دیکھیں یہ محققین سابقہ دعا میں ﴿نستغفرک ونتوب الیک﴾ سے منع کررہے تھے کہ یہ الفاظ حدیث میں نہیں ہیں اور پھر اسی عنوان کے آخر میں کہتے بھی ہیں، معلوم ہوا کہ مسنون اذکار اور دُعاؤں میں اپنی طرف سے کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنی چاہئے لیکن خود "لفظ والصلوۃ" کا اضافہ کرگئے۔ ﴿لم تقولون مالا تفعلون﴾ شاید ان کے لیے یہ گیدڑ بھی حلال ہو۔

قنوت نازلہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 238 جدید صفحہ 297)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت عمرؓ کی اثر لائے ہیں کہ فجر کی نماز میں قنوت میں یہ دعا پڑھتے ﴿اللھم اغفرلنا وللمؤمنین والمؤمنات ------- وانزل بھم بأسک الذی لاتردّوعن القوم المجرمین﴾ (بیہقی)

تبصرہ:۔

قارئین کرام! ان محققین کے ہاں ابن جریجؒ مدلس راوی ہیں اور 'عن' سے روایت کر رہے ہیں (جزء قرأت صفحہ 100) لیکن یہاں محقق ایک دھوکہ دینا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ ''ابن جریجؒ کی عطاء بن رباحؒ سے روایت قوی ہوتی ہے'' قارئین! دو الفاظ ایسے ہیں کہ اگر مدلس راوی روایت میں ان دونوں الفاظ میں کوئی ایک لفظ بھی استعمال کریں تو وہ تدلیس ہی سمجھی جاتی ہے ایک لفظ 'عن' دوسرا 'قال' ابن جریجؒ کی اپنی تصریح اذا قلت ، قال عطاء فانه سمعته وان لم اقل سمعت (بحوالہ جزء قرأت صفحہ 164) یعنی جب میں قال عطاء کہوں تو وہ روایت میں نے عطاء سے سنی ہوگی ، کے مطابق عطاء سے صرف لفظ 'قال' کے ساتھ روایت کردہ روایت سماع پر محمول ہوگی نہ کہ 'عن' والی ، نیز محققین کا اپنا اصول ہے راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو چاہے ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اسکی 'عن' والی روایت ضعیف ہوتی ہے (نور العینین صفحہ 137) تو روایت ان محققین کے اپنے اصول سے ضعیف ٹھہری۔

(2) اسی عنوان کے تحت ایک حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک پانچوں نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی اور صحابہؓ آپؐ کے پیچھے آمین کہتے تھے۔ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

قارئین! اسی پر حاشیہ میں محقق خود تسلیم کرتا ہے کہ ہلال بن خباب مختلط راوی تھے پھر یہ بھی کہتا ہے کہ یزید نے یہ روایت اختلاط سے پہلے سنی ہے، لیکن اس بات کے لیے کوئی دلیل اور ثبوت کوئی حوالہ نہیں دیا ہے تو محقق کذاب کی یہ بات بلا دلیل و بلا حوالہ ہونے کی وجہ سے ان کے اپنے ہی اصول کے تحت مردود ٹھہری۔ لہذا یہ حدیث بقول محقق اختلاط ہلال بن خباب کی وجہ سے ضعیف ٹھہری۔ فاین المفر۔

رسول اللہ ﷺ نے تین راتیں باجماعت قیام رمضان کیا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 240 جدید صفحہ 299)

اس عنوان کے تحت پہلی حدیث ابوذرؓ کی لائے ''ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رمضان المبارک کے) روزے رکھے (شروع) میں آپؐ نے ہمارے ساتھ مہینے میں سے کچھ بھی قیام نہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جو شخص امام کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتا ہے، اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔'' (ابوداؤد: ترمذی)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی جبیر بن نفیر ہیں اور 'عن' سے روایت کر رہے ہیں علامہ ذہبیؒ نے طبقات الحفاظ میں اس کو مدلس کہا ہے (طبقات المدلسین صفحہ 46) اور محققین کا اصول تو گذر چکا کہ ''راوی کا مدلس ہونا ثابت ہو جائے چاہے ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو اس راوی کی 'عن' والی روایت ضعیف ہوگی (نور العینین صفحہ 137) لہذا یہ روایت محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ٹھہری۔ تو کہاں گیا پس ورق پر محققین کا دعویٰ فاین المفر۔

رمضان میں تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے

(نماز نبوی قدیم صفحہ 241 جدید صفحہ 300)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے 27 ویں رمضان المبارک کو اتنا لمبا قیام کیا کہ صحابہ کرامؓ کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں سحری فوت نہ ہو جائے'' (ترمذی، ابوداؤد) اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے محقق لکھتے ہیں کہ ''معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں تہجد اور قیام رمضان الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی نماز ہے سرے سے منقول ہی نہیں کہ آپؐ نے رمضان

المبارک کی کسی رات کو تہجد اور قیام رمضان کا الگ الگ اہتمام کیا ہو"۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! اس روایت پر تفصیل گذر چکی کہ اس کی سند میں ایک راوی جبیر بن نفیر ہیں اور 'عن' سے روایت کرتے ہیں اور یہ راوی مدلس ہیں اور مدلس کے بارے میں محققین کا اصول بھی گذر چکا، لہذا یہ روایت محققین کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ہے۔

تبصرہ ب:۔

اگر اس روایت کو صحیح مان لیا جائے تو پھر بھی محققین کا تبصرہ غلط ہے کیونکہ راویت میں قیام رمضان کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیام اللیل الگ ہے اور قیام رمضان الگ ہے نیز اگر یہ دونوں ایک ہے تو پھر اس کو رمضان میں الگ نام، قیام رمضان اور تراویح، کیوں دیا رمضان کے علاوہ قیام اللیل کو تراویح کیوں نہیں کہتے "نیز تمہارا اپنا طرز عمل بھی یہی ہے" اس سے پہلے صفحہ 288 پر آپ قیام اللیل، کا عنوان قائم کر چکے تھے اور پھر صفحہ 298 اور صفحہ 299 پر قیام رمضان کا عنوان کیوں باندھا" جب ایک ہے تو سب کے لیے ایک ہی عنوان کافی تھا" اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے تم بھی نہیں مانتے ہو کہ یہ ایک ہے، لیکن شاید کسی فنڈ کا اثر ہے۔

تبصرہ ج:۔

اگر تہجد اور قیام رمضان ایک ہی نماز ہے تو پھر آپ لوگ اس کو رمضان کے ساتھ کیوں خاص کرتے کیونکہ پھر تو آنحضرت ﷺ نے زندگی بھر تہجد یعنی قیام رمضان ترک نہیں کیا جو رمضان میں پڑھتے تھے وہی نماز غیر رمضان میں بھی پڑھتے تھے پھر تو چاہیے کہ آپ محققین حضرات سال بھر باجماعت عشاء کے فوراً بعد باجماعت پڑھتے رہیں۔ اگر تہجد اور قیام رمضان ایک ہے تو سوال یہ ہے کہ تہجد تو حکم قرآن ہے ﴿ومن اللیل فتہجد بہ ..... الخ﴾ جبکہ تراویح کے بارے

میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں سننت لکم قیامہ (لنسائی) خلاصہ یہ ہے کہ تہجد کا ثبوت تو قرآن سے ہے اور تراویح کا سنت رسول سے اب آپ محققین حضرات ذرا یہ بتائیں کہ کیا تراویح کا ثبوت و حکم بھی قران میں ہے؟ بینوا افتوجروا

تبصرہ د:۔

آپ محققین حضرات سے ایک حل طلب مسئلہ یہ بھی ہے آپ کی یہ متدل حدیث اس میں تراویح باجماعت کے لیے واضح تداعی ہے تو کیا رمضان کے علاوہ بھی یہ تداعی عشاء کے بعد تہجد باجماعت کے لیے جائز ہے؟ کیونکہ نماز تو وہی ہے بقول آپ کے۔ نیز آپ حضرات سے ایک سوال یہ ہے کہ کیا تراویح کا حکم مکہ مکرمہ میں تھا یا نہیں؟ دلیل سے واضح کریں کیونکہ تہجد کا حکم تو مکہ میں بھی تھا نیز اگر مکہ مکرمہ میں یہ حکم تھا تو پھر آپؐ نے مکہ میں تراویح کیوں نہیں پڑھی؟ بینوا افتوجروا

تبصرہ:۔

نیز آپ محققین کذابین سے ایک سوال یہ بھی ہے کہ جب تہجد اور قیام رمضان ایک ہی ہے تو تہجد تو آنحضرت ﷺ سے 7 سے لیکر 13 تک ثابت ہے تو پھر آپ حضرات قیام رمضان میں گیارہ (11) کو کیوں خاص کرتے ہیں؟ اس میں کیا راز ہے یہ پردہ بھی اُٹھائیں اگر تقصیر نہ ہو تو۔

قیام رمضان گیارہ رکعت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 241 جدید صفحہ 301)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت لائے ہیں "رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ ﷺ کی رات کی (بالعموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے" پھر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رات جو نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ

رکعات ہی تھیں"۔

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث صاف بتارہی ہے کہ رمضان وغیر رمضان دونوں میں آنحضرت ﷺ کا معمول یہی تھا۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ آپ محققین کذابین حضرات صرف رمضان کے ساتھ خاص کیوں کرتے ہیں؟ پھر آپ غیر رمضان میں عشاء کے فوراً بعد باجماعت مع ختم قرآن، مع الوتر باجماعت، تداعی کے ساتھ کیوں نہیں پڑھتے؟ بینوا فتوجروا

تبصرہ ب:۔

امی عائشہؓ کی اس روایت میں وضاحت سے بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ چار چار رکعات پڑھتے تھے اور پھر تین وتر، اب سوال یہ ہے کہ محققین حضرات دو دو کیوں پڑھتے ہیں اس روایت میں وتر تین رکعت ایک سلام سے اس پر محققین کا عمل کیوں نہیں یعنی حدیث میں ایک بات ان کے مقصد کی تھی تو وہ لے لی لیکن دو باتیں ان کیخلاف تھیں تو چھوڑ دیں اور حدیث پر تبصرہ ایسا کیا کہ گویا غیر مقلدین ہی صرف اس حدیث پر عمل کرنے والے ہیں کتنا بڑا دھوکہ ہے حدیث سے ایک بات لی اور دو چھوڑیں پھر بھی اہل حدیث۔ انا للہ وانا الیہ راجعون:

(2) اسی عنوان کے تحت جابر بن عبداللہؓ کی روایت لائے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات قیام رمضان کرایا"

تبصرہ:۔

محقق علی زئی کذاب کے اصول کے مطابق عیسٰی بن جاریہ کو جمہور محدثین نے سخت ضعیف (منکر الحدیث) کہا ہے اس لیے یہ روایت ان کے اپنے اصول کے تحت ضعیف ہے یاد رہے کہ اس محقق کذاب نے عیسٰی بن جاریہ کو جمہور محدثین کے ہاں ثقہ لکھا ہے۔ تو ہم قارئین سے درخواست

کرتے ہیں کہ خود اسماء الرجال کتب کا مطالعہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں کہ محققین کتنے پانی میں ہیں نیز محققین کا دعویٰ ہے کہ جمہور نے اسکو ثقہ کہا ہے لیکن اسکے باوجود کہتے ہیں کہ حدیث حسن ہے جب جمہور کے ہاں ثقہ ہے تو پھر حدیث صحیح ہونی چاہئے تھی اس سے معلوم ہوا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت سائب بن یزیدؓ کی روایت لائے ہیں کہ "سیدنا عمر بن خطابؓ نے تمیم داریؓ کو گیارہ رکعت قیام رمضان پڑھانے کا حکم فرمایا"۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کے راوی امام مالکؒ ہیں اور امام مالکؒ یہاں 'عن' سے روایت کر رہے ہیں جبکہ امام مالکؒ کو بھی ابن حجر عسقلانیؒ نے مدلسین میں شمار کیا ہے (طبقات مدلسین لابن حجرؒ) اور محققین کا اصول گذر چکا کہ راوی کا مدلس ہونا ثابت ہوجائے چاہے ایک دفعہ کیوں نہ ہو وہ روایت ضعیف ہوگی، تو محققین کے اپنے اصول کے مطابق یہ روایت ضعیف ٹھہری۔

(4) پھر محققین حضرات تحقیق کے اندھا دھند تیر چلاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بیس (20) رکعات تراویح کے تمام روایات ضعیف ہیں"۔

تبصرہ:۔

محققین کا اصول ہے کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو وہ قطعی الصحت ہے' (موطا امام مالکؒ صفحہ 45) تو محققین حضرات سے درخواست ہے کہ وہ کبوتر کی طرح جب وہ بلی کو دیکھے آنکھیں بند نہ کریں پوری امت کے اجماع اور تواتر عملی سے ثابت ہے اور الحمدللہ مکہ مکرمہ اور مدینہ المنورۃ مراکز اسلام میں بھی آج تک وہی تسلسل چلا آرہا ہے۔ لہذا تلقی بالقبول پوری ذخیرہ حدیث میں اس حدیث کو ایسی حاصل ہے کہ شاید اسکی نظیر ملنی بھی مشکل ہو۔ وللہ

الحمد. اب یہ 20 رکعات والی احادیث تمہارے اپنے اصول کے تحت قطعی الصحت ہیں اور 8 رکعت تراویح والی روایات تمہارے اپنے ہی اصول کے مطابق یا تو صحیح نہیں یا صریح نہیں تفصیل گذر چکی **وللہ الحمد.** فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابن حجرؒ نے لکھا ہے، تراویح جمع ہے ترویحہ کی یعنی ایک بار آرام کرنا، دوبار آرام کرنے کو عربی میں ترویحتان یا ترویحتین کہیں گے۔ اور دو سے زیادہ مرتبہ آرام کرنے کو تراویح کہیں گے، ہر چار رکعت بعد آرام کیا جاتا ہے اگر یہ آٹھ ہی رکعتیں ہوتیں تو اس نماز کا نام ''ترویحتان یا ترویحتین'' ہوتا، اس کا نام تراویح اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جب اس میں تین یا تین سے زیادہ بار آرام کیا جاتا ہو، یعنی عربی گرامر کی رو سے بھی بارہ رکعت یا اس سے زائد رکعتوں کی ادائیگی ہی کو تراویح کہا جاسکتا ہے۔ ''کاش یہ محققین عقل کے ناخن لیتے اور صحابہ کرامؓ کی پیروی ترک کرتے ہوئے اجماع امت سے باہر نہ جاتے'' امت کو افتراق کا شکار نہ کرتے (جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے) ﴿**ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد**﴾

نماز سفر

(نماز نبوی قدیم صفحہ 243 جدید 303)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''رسول اللہ ﷺ جب تین میل یا تین فرسنگ کی مسافت پر نکلتے تو نماز دو رکعتیں پڑھتے'' (مسلم) اس حدیث سے استدلال کرکے 'دنیا کے جاہل ترین لوگ' غیر مقلدین محققین کہتے ہیں ''پس مسافر کو چاہئے کہ احتیاطاً نو میل پر قصر کرلے (اپنی آبادی کی حدود سے نکلنے کے بعد) اگر منزل مقصود نو (9) میل یا اس سے زیادہ مسافت پر واقع ہو تو مسافر قصر کرسکتا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

تمام فقہاءِ امت میں سے کسی نے بھی یہ مطلب نہیں بتایا جو یہ محققین بتا رہے ہیں خود ان کے

امام مبارک پوری (مترجم بلوغ المرام 293/1) پر اعلان کرتے ہیں کہ ''رہی یہ حدیث تو اس کے مطابق کسی فقیہ کا قول ہماری نظر سے نہیں گزرا'' فقہاء امت نے اس کا یہ مطلب بتایا ہے، کہ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ صرف تین میل یا تین فرسخ کے سفر میں قصر فرماتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سفر تو تین میل سے یا تین فرسخ سے زیادہ کا ہوتا تھا لیکن آپ ﷺ تین میل یا تین فرسخ ہی کے فاصلے پر قصر پڑھنا شروع کردیتے تھے۔ اور حدیث کا جو یہ مطلب فقہاء نے بیان کیا ہے یہی صحیح ہے اور ان کے مقابلے میں آخری زمانے کے تمام غیر مقلدین محققین جھوٹے محرفین اور احادیث کو بگاڑنے والے غلط ہیں کیونکہ امام ترمذیؒ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ۔ ''**وکذالک قال الفقھاء وھم اعلم بمعانی الحدیث الجنائز باب فی غسل المیت**'' ترجمہ:۔ فقہاء (محدثین سے) زیادہ اچھے جانتے ہیں حدیث کے معانی کو۔

تبصرہ ب:۔

اس روایت کا راوی امام شعبہؒ ہے اور محققین حضرات نے شعبہ کو وہم کا مریض ٹھہرایا ہے (تسہیل الوصول صفحہ 159۔163) اور خصوصاً اس حدیث میں تو شک بھی ہے، لہذا محققین کے اصول کے مطابق یہ حدیث ناقابل استدلال ہے۔

تبصرہ ج:۔

اگر حدیث کا یہ مطلب ہوتا جو محققین نے بیان کیا ہے تو فقہاء میں سے کوئی ایک تو اس کو لے لیتا جبکہ تمام فقہاء 48 میل پر متفق ہیں کیا امت کے اتنے بڑے بڑے فقہاء جو خیر القرون میں گزرے ہیں وہ اس حدیث کے مطلب کو نہیں جانتے تھے؟ جو آج کے محققین ضالین محرفین جان گئے (**سبحانک ھذا بھتان عظیم**) نیز محققین حضرات سے ایک تسلی کرانی ہے کہ، تین فرسخ کا نو میل ہونا اور نو میل کا ساڑھے بائیس (22) کلومیٹر ہونا، یہ مسئلہ قرآن وحدیث سے مزین

فرمائیں، دراصل محققین کے امام مبارک پوری نے مجھے تردد میں ڈالا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ''یہ فاصلہ کا تعیین اندازہ ہے یقینی اور حتمی نہیں'' (بلوغ المرام مترجم 1 /93) (اگر زمینی میل کو لیا جائے تو 9 میل 14.48 کلومیٹر بنتے ہیں اور اگر سمندری میل کو لیا جائے تو تقریباً 16 یا 17 کلومیٹر بنیں گے۔ یہ محققین میل کو کلومیٹر میں تو تبدیل کر نہیں سکتے چلے ہیں تحقیق کرنے) حالانکہ محققین کا دعویٰ تھا کہ اس کتاب میں ''تمام تر مسائل کو اس قطعیت اور حجیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔'' (پس ورق نماز نبویؐ)

قصر کی حد

(نماز نبوی قدیم صفحہ 244 جدید 305)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں ''۔۔۔۔۔۔دو رکعتیں ہی پڑھا کرو، خواہ تمہیں کسی جگہ متردد مسافر کی حیثیت سے دس سال قیام کرنا پڑے۔''

تبصرہ بقلم خود ذھبی دوران علی کرزئی کذاب صاحب

(1) مٹھی سے زائد داڑھی کاٹنا بالکل غلط ہے، عبداللہ بن عمرؓ کی جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ ان کا اپنا عمل ہے اور ان کا عمل دین میں دلیل نہیں بنتا'' (ماھنامہ الحدیث 27۔56)

(2) عبداللہ بن مسعودؓ مدرک رکوع کو مدرک رکعت سمجھتے تھے اس کی سند صحیح ہے لیکن یہ صحابی کا فتویٰ ہے'' (ماھنامہ الحدیث 30 صفحہ 14) یہ بھی تو صحابیؓ کا فتویٰ ہے یہ دین میں دلیل کیسے بن گیا۔ قارئین! دیکھا کیسے ذھبی دوران کذاب زمان اپنے ساتھی محققین پر چڑھ دوڑا۔

(2) اس عنوان کے تحت حاشیہ نگار محقق فرماتے ہیں ''۔۔۔۔۔۔دوسرا مسلک 14 دن کا، اور تیسرا مسلک 3 دن کا ہے۔ اسی طرح آخری مسلک کو علماء اہل حدیث کی اکثریت نے راجح قرار دیا اور اختیار کیا ہے''۔

تبصرہ الف:۔

محقق سے درخواست ہے کہ یہ 14 دن اور 3 دن کا مسلک کس کس کا ہے برائے کرم واضح فرمائیں نیز اہل حدیث کا مسلک بالکل قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں'' فقہاء احادیث کے معانی کو (محدثین سے) زیادہ جانتے ہیں'' نیز جن اہل حدیث نے اس کو اختیار کرکے راجح کہا ہے، آپ حضرات کے علاوہ اور کون کون ہے کیونکہ تمہاری اس بات سے جھوٹ کی بو آرہی ہے، جیسا کہ اس کے ایک ہی سطر بعد دوسرا محقق لکھتا ہے'' اس مسئلے میں پہلا مسلک (19 دن والا) ہی راجح ہے تم دونوں میں سے کسی ایک نے ضرور جھوٹ بولا ہے۔

(3) اسی عنوان کے تحت حضرت ابن عباسؓ کا قول لائے ہیں''۔۔۔۔۔۔سفر میں کہیں 19 دن اقامت کریں، ہم قصر کریں گے اور اگر 19 دن سے زیادہ اقامت کریں گے تو پوری نماز پڑھیں گے۔

تبصرہ:۔

یہ صحابیؓ کا قول ہے اور صحابی کے قول کے بارے میں جناب کرزئی کا تبصرہ بقلم خود گزر چکا، لہذا محققین پر فرض ہے کہ وہ اس مسئلے کو قرآن و حدیث سے مزین کریں ہم تو تمہارے ہی اصول کو تمہارا ماتھے مارتے ہیں۔

سفر میں نمازیں جمع کرنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 245 جدید 306)

(1) اس عنوان کے تحت محققین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت لائے ہیں'' رسول اللہ ﷺ دوران سفر میں ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے'' (بحوالہ بخاری)

تبصرہ:۔

بخاری ہی میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے اور مسلم میں بھی ہے عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت ﷺ کو غیر وقت میں نماز پڑھتے نہیں دیکھا سوائے دو نمازوں کے (کتاب المناسک **متی یصلی الفجر بجمع**) اور قرآن بھی کہتا ہے ﴿ **ان الصلوۃ کانت علی المؤمنین کتبا موقوتا** ﴾ محققین حضرات سے التماس ہے کہ یک رخی چھوڑ دیں اور قرآن کی آیت و عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کا انکی نقل کردہ حدیث کیساتھ جو تعارض ہے پہلے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کو حل کریں۔

(2) اسی عنوان کے تحت دوسری روایت حضرت معاذ بن جبلؓ کی لائے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سفر تبوک کے دوران آپ ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء میں کبھی جمع تقدیم فرماتے کبھی جمع تاخیر۔

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابوالزبیر ہے اور 'عن' سے روایت کر رہا ہے جبکہ محقق کذاب زماں (جزء قرأت صفحہ 204۔ جزء رفع یدین صفحہ 76) پر مدلس کہتا ہے اور تدلیس کی وجہ سے اس روایت کو ضعیف ٹھہرتا ہے۔ اب یہ اصول سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کتابوں میں تو تدلیس کی وجہ سے روایت ضعیف ٹھہرتی ہے تو پھر نماز نبوی میں اسی مدلس راوی کی عنعنہ روایت کیسے صحیح ٹھہرتی ہے شاید ان کے پاس 'عزی' ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ اگر جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے تو جھوٹے کا حافظہ بھی نہیں ہوتا۔

تبصرہ ب:۔

یہ محققین کہتے ہیں ''سیدنا معاذ بن جبلؓ والی حدیث کی تائید سیدنا ابن عباسؓ کی حدیث سے ہوتی ہے جسے بیہقی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا ہے'' قارئین کرام! بیہقی کو ہم نے چھان مارا

لیکن ہمیں یہ الفاظ نہیں ملے کہ بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے، قارئین کرام! یہ امام بیہقی کے حوالے سے اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ شاید یہود بھی ایسا نہ کر سکیں، ان محققین کو تو یقین ہے کہ ہمارے مقلدین عرف غیر مقلدین، اعلیٰ نسل کے جاہل ہیں ان کا ایمان تو صرف اس کتاب پر ہے وہ کیا جانے کہ بیہقی کیا ہے اور صحیح اور ضعیف حدیث کیا بلا ہے۔ **اللھم اخذل من خذل دین محمد ﷺ**

حضر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 247 جدید 308)

اس عنوان کے تحت تین حدیثیں دی ہیں تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر سفر، بغیر کسی خوف اور بغیر بارش کے جمع بین الصلوتین کیا، مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی عذر کے جمع بین الصلوتین فرمایا تھا جو راوی ابوزبیر کے سوال کرنے سے واضح ہے، کہ ایسا کیوں کیا۔ ان احادیث پر محققین میں سے ایک محقق نے یوں تبصرہ کیا ہے ''روایات سے معلوم ہوا کہ شدید ضرورت اور شرعی عذر کی بناء پر حضر میں کبھی کبھار جمع بین الصلاتین جائز ہے لیکن یاد رہے کہ بغیر عذر کے ایسا کرنا، یا اس کو معمول بنانا غلط ہے۔۔۔۔۔''

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! آپ مسلم کھولیں اور احادیث کو بار بار دیکھیں احادیث یہ بتا رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے بغیر عذر کے ایسا کیا تھا تب ہی تو راوی پوچھتے ہیں کہ آپ نے ایسا کیوں کیا، جبکہ یہ محققین کہتے ہیں بغیر عذر شدید کے ایسا کرنا جائز نہیں ہے ''صاف سی بات ہے کہ آئمہ کی تقلید کے سوا ان کو چارہ ہی نہیں ہے'' کیونکہ ان احادیث کو تمام آئمہ نے ہی عذر پر محمول کیا ہے، آئمہ کی تقلید کر کے پھر ان کی تقلید کو بدعت، گمراہی اور شرک کہنا اسے ہم نمک حرامی کے سوا کیا نام دے سکتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

محققین نے کہا ہے ”۔۔۔۔۔۔حضر میں کبھی کبھار۔۔۔۔۔۔اس کو معمول بنالینا غلط ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان محققین کے ہاں شدید عذر میں بھی کبھی کبھار ایسا کرنا جائز ہے، یعنی ہر عذر شدید میں جائز نہیں، دوسرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر معمول نہ بنایا جائے تو پھر بھی جائز ہے یعنی کبھی کبھار بغیر عذر کے بھی ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ اسے معمول نہ بنایا جائے، کیا تضاد نہیں؟ یہ ہیں غیر مقلدین کے محققین! جو دعوے تو بڑے بڑے کرتے ہیں لیکن دو سطروں کی عبارت بلا تعارض وبلا تقلید نہیں لا سکتے۔ یہ تو محققین کی حالت ہے تو پھر عوام کی کیا حالت ہوگی جو کہتی ہے ہم تقلید نہیں کرتے تحقیق کرتے ہیں۔

جمعہ کی فرضیت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 248 جدید 310)

اس عنوان کے تحت سورہ جمعہ کی آیت دی ﴿یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ الخ۔۔۔۔۔﴾ اس آیت پر محققین نے عنوان باندھا ہے، جمعہ کی فرضیت۔

تبصرہ:۔

آیت میں تو یہ بات نہیں ہے کہ جمعہ فرض ہے پس ثابت ہوا کہ محققین نے یہاں بھی آئمہ مجتہدین کی تقلید کی ہے یہ وہ محققین ہیں جو تقلید کو بدعت اور گمراہی کہتے ہیں اور پھر اسی بدعت اور گمراہی کو اپنے گلے کے لئے مالا بنا دیتے ہیں اور اسی بدعت اور گمراہی کی طوق کو غیر مقلدین کے گردنوں میں ڈالدیتے ہیں۔

تقلید ہے ہر دم اپنوں کی تنقید ہے ہر دم غیروں کی

ہے قول وعمل میں ٹکراؤ یہ کام ہے اہل حدیثوں کے

جمعہ کے متفرق مسائل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 249 جدید 311)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ”۔۔۔۔۔۔۔غلام، عورت، نابالغ بچہ اور مریض جمعے کی فرضیت سے مستثنی ہیں“ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک محقق لکھتا ہے ”اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دیہاتیوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے کیونکہ انہیں اس عام حکم سے مستثنی نہیں کیا گیا۔

تبصرہ الف:۔

ہم محققین سے عرض کرتے ہیں کہ تمہارے اس اصول کے مطابق مسافر پر بھی جمعہ فرض ہے کیونکہ مسافر کو بھی اس عام حکم سے مستثنی نہیں کیا گیا۔

اس محفل کو اُجاڑ دیں گے ہم

ہاتھ ہمارا ہوگا لات ان کی

لیکن محققین کے لئے ایک پیالی پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ سامنے ہی صفحے کے حاشیہ پر اپنے ہی اسی اصول کی مخالفت کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے“ جو لوگ اندھے بن کر اپنے ہی اصول کو روندتے ہوں ان سے خیر کی کیا توقع کی جا سکتی ہے آئمہ کرام وسلف الصالحین کے دامن چھوڑنے والے یوں ہی دردر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

تبصرہ ب:۔

یہ حدیث تمہارے ہی اصول کے مطابق مسافر کے بارے میں خاموش ہے (نماز نبوی جدید صفحہ 218) نیز اگر اس حدیث میں دیہاتی کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے اس پر جمعہ واجب ہے، اور غلام، عورت، نابالغ بچہ اور مریض کا ذکر ہونے کی وجہ ان پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ تمہارے اسی ا

صول کے تحت حدیث ﴿مسیئی فی الصلوۃ﴾ (جو آپ حضرات " اطمینان نماز کا رکن ہے" کے عنوان کے تحت نقل کر چکے ہیں) والی روایت سے یہ ثابت ہوا کہ نماز میں رفع یدین نہیں ہے۔ یا اللہ ان محققین کو ایسے مزید اصول بنانے کی توفیق عطا فرما! ان محققین میں صرف ایک بات اچھی ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اصول بہت اچھے بناتے ہیں اور پھر انہی اصولوں کے دام میں آجاتے ہیں۔

تبصرہ ج:۔

محققین حضرات نے حدیث تو نقل کر دی لیکن حدیث امام ابوداؤد ؒ کا تبصرہ ہضم کر گئے امام ابوداؤد ؒ فرماتے ہیں ''طارق بن شہاب ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے مگر آپ ﷺ سے کچھ سنا نہیں'' یعنی طارق بن شہاب ؓ کو آپ ﷺ سے سماع حاصل نہیں ہے لہذا یہ حدیث تمہارے اپنے اصول کے مطابق ضعیف ہے دیکھئے (نور العینین صفحہ 60) ''ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہو تو وہ حدیث ضعیف ہوگی'' **وما علینا الا البلاغ:**

تبصرہ د:۔

نماز نبوی قدیم میں محققین کرام نے حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے کہا ہے کہ مسافر پر بھی جمعہ فرض نہیں ہے جبکہ حدیث میں مسافر کا لفظ نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیونکہ چار کی تعداد مسافر کے بغیر پوری ہے اب محققین کرام سے پوچھنا یہ ہے کہ حدیث میں اپنی طرف سے یہ اضافہ دوسرے الفاظ میں دین میں اپنی طرف سے یہ اضافہ کس مقصد کے تحت کیا ہے کیا احناف کی مخالفت اتنی اہم ہے کہ اللہ کے اس کامل مکمل اور اکمل دین پر تمہارا گذارہ نہیں۔ اگر غلطی تھی تو پھر اپنے اصول (مترجم موطا امام مالک ؒ صفحہ 55) کے مطابق اعلان کیوں نہیں کیا۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں، مسجد نبوی کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا وہ بحرین کے گاؤں ''جواثی'' میں عبدالقیس کی مسجد میں تھا''۔

تبصرہ الف:۔

محققین نے یہاں بھی حدیث پر ہاتھ صاف کئے ہیں کیونکہ حدیث "قریۃ جواثی" یہ گاؤں نہیں تھا شہر تھا قرآن گواہ ہے کہ قریہ شہر کو کہتے ہیں اہل ایمان کے لئے تو قرآن سب سے مقدم ہوتا ہے اگر محققین کو ہماری بات پر یقین نہیں ہے تو ہم انہیں سمجھانے کے لیے خود نماز نبوی کے ایک شامل کار محقق مفسر صلاح الدین یوسف کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ آیات قرآنیہ سے اپنے لامذھبوں کو اپنے ہی اصول یعنی ﴿اطیعو اللہ﴾ کی طرف لائیں، صلاح الدین صاحب تفسیر احسن البیان میں فرماتے ہیں۔

(1) سورۃ یوسف آیت 82 میں لفظ ﴿قریۃ﴾ کے بارے میں لکھتے ہیں ﴿قریۃ﴾ سے مراد مصر ہے جہاں وہ غلہ لینے گئے تھے'' اور مصر گاؤں نہیں بلکہ بڑا شہر تھا اگر اس پر یقین نہیں آتا تو جوناگڑھی (مترجم قرآن احسن البیان) سے پوچھیں جو ﴿قریۃ﴾ کا ترجمہ 'شہر' سے کرتے ہیں۔

(2) (سورۃ یوسف آیت 109) ﴿من اھل القریٰ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''اسی طرح ان انبیاء کرام کا تعلق قریۃ سے تھا جو قصبہ اور شہر کو شامل ہے ان میں سے کوئی بھی اہل بادیہ (صحرانشینوں، یعنی گاؤں والوں) میں سے نہیں تھا، کیونکہ اہل بادیہ نسبتاً طبیعت کے سخت اور اخلاق کے کھردرے ہوتے ہیں اور شہری ان کی نسبت نرم، دھیمے اور بااخلاق ہوتے ہیں'' تو یہاں بھی قریہ سے مراد شہر ہوا۔ (بقول صلاح الدین یوسف کے)

(3) (سورۃ زخرف آیت 31) ﴿من القریتین عظیم﴾ کی تفسیر میں یہی محقق مفسر فرماتے

ہیں کہ ''دونوں بستیوں سے مراد مکہ اور طائف ہے'' اور یہ تو آپ کی بات ہے کہ مکہ اور طائف جس طرح آج شہر ہیں اسی طرح اس دور میں بھی شہر تھے۔ اہل ہدایت واہل ایمان کے لئے تو ایک ہی آیت کافی ہوتی ہے۔

تبصرہ ب:۔

یہ جواثی بحرین کا مرکزی شہر ہے جیسا کہ امرأالقیس کے اشعار میں واضح ہے کہ، جواثی بحرین کا اہم تجارتی شہر تھا نیز دوسری بات یہ ہے کہ مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ اسی جواثی، شہر میں قائم ہوا' یہ بنوعبدالقیس کی مسجد تھی' اور بنوعبدالقیس کا وفد ایک دفعہ بارگاہ نبوت میں 6ھ اور دوسری دفعہ 8ھ حاضر ہوا تھا ظاہر کہ 'جواثی' میں جمعہ اس بعد شروع ہوا ہوگا، لیکن اس دوران اسلام مدینہ کے اطراف وجوانب میں خوب پھیل چکا تھا اور کہیں بھی کسی بھی دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا تھا معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا، اور جواثی، دیہات یا گاؤں نہیں بلکہ شہر تھا، محققین نے 'قریۃ' کا ترجمہ گاؤں سے کر کے بہت بڑی خیانت اور دین میں اپنی طرف سے مداخلت اور اضافے کی ناکام اور گھناؤنی کوشش کر رہے ہیں، اللہ تعالی تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

(3) ایک اور اثر صحابی اسی عنوان کے تحت دی ہے ''اسعد بن زرارہؓ نقیع الخضمات، کے علاقے میں بنو بیاضہ کی بستی 'ھزم البنیت'' (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر تھی) میں قائم کیا''۔

تبصرہ الف:۔

محققین نے یہاں بھی تحریف معنوی کر کے اپنے بڑے عزائم کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے حدیث نبویؐ پر ہاتھ صاف کئے ہیں اس باب میں جمعہ کے مسئلے میں ان لامذھبوں کے دو اصول یعنی 'یعصو ن اللہ ویعصو ن الرسول '' خوب معلوم ہو گئے۔ محققین کرام! نے ترجمہ میں

بریکٹ کے اندر 'ایک میل فاصلے' والے الفاظ جو ڈالے ہیں اپنے دو اصول کے مطابق بتائے کہ یہ ایک میل کا فاصلہ قرآن کی کس آیت یا کس حدیث میں آیا ہے ہم مشکور ہوں گے۔ نیز محققین نے جو ترجمہ میں 'بستی' کا لفظ ڈالا ہے یہ حدیث میں کس لفظ کا ترجمہ ہے حدیث میں لفظ ہے ﴿حرۃ﴾ معنی ہے: بنو بیاضہ کی زمین یا علاقہ، نہ کہ بستی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تبصرہ ب:۔

مذکورہ حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن اسحٰق ہے جو متکلم فیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مدلس بھی دیکھئے زبیر علی زئی کذاب کی کتاب (جزء قرأت صفحہ 112 - 182 نور العینین صفحہ 47 جزء قرأت صفحہ 114) لہذا یہ حدیث تمہارے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف اور ناقابل استدلال ہے پھر بھی اس سے استدلال کرنا اپنا تھوک چاٹنے کے مترادف ہے۔

تبصرہ ج:۔

محققین نے ابن خزیمہ کا حوالہ تو دیا ہے لیکن حدیث کے اس حصہ پر جو ان کے مسلک کے خلاف تھا اسکے اوپر اپنی فطری خصلت کے مطابق انگلی رکھدی۔ جس بات پر انگلی رکھی وہ یہ ہے حدیث کے الفاظ ﴿کان اول من جمع باالمدینۃ فی ھزم بنی بیاضہ﴾ ترجمہ:۔''سب سے پہلے جس نے جمعہ پڑھایا مدینہ کے علاقے ھزم بنی بیاضہ میں'' قارئین کرام! اس کی مثال آپ یوں سمجھیں ہم کہیں کہ 'کراچی کے علاقے گلشن اقبال میں، تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ گلشن اقبال کراچی سے الگ کوئی ایک میل کے فاصلے پر واقع کراچی سے الگ بستی ہے۔

تبصرہ د:۔

مصنف عبدالرزاق میں جلیل القدر تابعی ابن سیرینؒ کی راویت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ نے مشورہ کیا کہ یہود ونصاریٰ ہر ایک نے اپنی

عبادت کے لئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے جس میں جمع ہو کر وہ عبادت کرتے ہیں لہذا ہمیں بھی ایک دن متعین کرنا چاہئے چنانچہ باہمی مشورہ سے جمعہ کا دن متعین ہوا۔ پس واضح ہوا کہ یہ آپ کی ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے جب جمعہ فرض بھی نہیں ہوا تھا یہ کوئی اور نماز تھی۔

تبصرہ ذ:۔

حرف آخر کہ یہ عمل صحابیؓ ہے جو آپ کے ہاں دلیل نہیں (تفصیل گذر چکی) پھر اس سے استدلال کرنا چہ معنی دارد؟

(4) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حدیث دی ہے ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ مکہ اور مدینہ کے درمیان بسنے والے لوگوں کو جمعہ پڑھتے دیکھتے تو اعتراض نہ کرتے''۔

تبصرہ الف:۔

محققین عظام نے اتفاقی طور پر خاموش طریقے سے نماز نبوی جدید سے یہ حدیث حذف کر کے خود ضعیف ہونے کا ثبوت دیدیا ہے اور نماز نبوی قدیم پس ورق پر ہر حدیث کی صحت کا دعویٰ خود جھوٹا ثابت کر دیا۔ سبحان اللہ!

تبصرہ ب:۔

انہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل داڑھی کے مسئلے میں استدلال نہیں بن سکتا بلکہ عمل صحابی ہونے کی وجہ سے مردود ٹھہرتا ہے اب یہاں عبداللہ بن عمرؓ کا یہ طرز عمل استدلال کیسے بنا؟

حج بیت اللہ بھی کیا گنگا کا اشنان بھی
راضی رہے رحمٰن بھی خوش رہے شیطان بھی

نوٹ:۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ دلائل جن کے اوپر یہ لامذہب طبقہ دیہات میں نماز جمعہ کو فرض قرار

دے رہا ہے کیا خوب فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت............لو کانوا یعلمون﴾

(5) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم میں حدیث دی ہے کہ ''حنین کے دن بارش ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ آج اپنی اپنی قیام گاہوں میں نماز پڑھنے کا اعلان کر دو اور وہ جمعہ کا دن تھا۔

تبصرہ الف:۔

محققین کے سربراہ علی زئی کذاب کے اصول کے مطابق یہ حدیث قتادہؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ناقابل استدلال ہے (جزء قرأت صفحہ 59۔93 جزء رفع یدین صفحہ 39) اور پھر نماز نبوی جدید سے سابقہ عادت کے طور پر خاموشی کے ساتھ یہ حدیث حذف کر کے خود پس ورق پر کیا ہوا دعویٰ جھوٹا ثابت کر دیا۔ والحمدللہ

تبصرہ ب:۔

محققین کرام وعظام کی تحقیق کو دیکھیے اور داد دیجئے اسی نماز نبوی قدیم کے ایک صفحہ پہلے 249 پر حدیث دی تھی کہ مسافر پر بھی جمعہ فرض نہیں اور نماز نبوی جدید کے حاشیہ پر بھی تحقیق کرتے ہوئے کہا تھا کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے تو کیا حنین میں آنحضرت ﷺ مسافر نہ تھے؟ یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جن کے ہاں نو (9) میل کا سفر قصر کی حد ہو ان کے ہاں مدینہ سے حنین کی مسافت کیوں سفر نہیں ہے؟ دوسرے لفظوں میں یہ کہ نو (9) میل کا فاصلہ حد سفر ہے تو سینکڑوں میلوں کا فاصلہ حد سفر کیوں نہیں ہے؟

تبصرہ ج:۔

ابوداؤد کی مذکورہ حدیث میں یہ ذکر ہی نہیں کہ یہ کون سی نماز تھی بس اتنا پتا چلتا ہے کہ جمعے کا دن

تھا کیا جمعہ کے دن باقی چار نمازیں بھی معاف ہوتی ہیں؟

(6) نماز نبوی جدید کے حاشیہ میں ناصر الدین البانی کی تقلید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے'' ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مزید تفصیل کے لئے دیکھئے (ارواء الغلیل)

تبصرہ:۔

محققین حضرات یہاں حدیث کے مقابلے میں تقلید البانی کر کے ساری حدیں توڑ گئے۔ مردہ ہنستا نہیں جب ہنستا ہے تو کفن پھاڑ کے ہنستا ہے، کیوں کہ نماز نبوی صفحہ 311 پر جس حدیث سے انہوں نے جس طرز وطریقہ پر دیہاتی جمعہ فرض قرار دیا تھا بعنیہ اس حدیث سے اسی طرز سے مسافر پر بھی جمعہ فرض ہو جاتا ہے کیونکہ حدیث میں جس طرح دیہاتی کا ذکر نہیں اسی طرح مسافر کا بھی ذکر نہیں ہے اگر دیہاتی پر جمعہ فرض ہے تو پھر مسافر پر بھی فرض ہے۔ چونکہ تمہارے ہی اصول کے مطابق حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسافر پر بھی جمعہ فرض ہے اب حدیث کے مقابلے میں یہاں البانی کی تقلید ہو رہی ہے تو کیا تمہارے اصول تین ہو گئے ہیں، یعنی ''اطیعو اللہ واطیعو الرسول و اطیعو الالبانی'' اور ان تین میں سب سے مقدم البانی ہوگا جیسا کہ عمل سے ظاہر ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ:

جہاں تقلید میٹھی وہاں ہپ ہپ
جہاں کڑوی ہو وہاں تھو تھو

(7) اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث دی ہے کہ ''سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانے میں جمعے کے دن عید ہوئی تو انہوں نے کافی دیر سے نماز عید پڑھائی جمعہ نہ پڑھایا۔۔۔۔۔۔۔''

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی عبدالحمید بن جعفر ہے جس کے بارے میں تفصیل 'صحابہ

کرامؓ کی شہادت' کے عنوان میں گذر چکی ہے، نیز نماز نبوی جدید صفحہ 212 قدیم 168 پر یزید بن ابی زیاد پر جرح کرتے ہوئے محقق زیدی نے کہا تھا کہ یزید بن ابی زیاد شیعہ بھی تھا۔ یعنی تمہارے ہاں شیعہ ہونا جرح ہے تو پھر قدری ہونا بطریق اولیٰ جرح ہوگی، اور اس روایت میں عبدالحمید بن جعفر قدری ہے لہذا تمہارے اپنے اصول کے تحت یہ حدیث ضعیف ٹھہری۔

دوسرے کو اجاڑنے نکلا تھا
کہ اپنے لالے پڑ گئے

(8) اسی عنوان کے تحت حدیث لاتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے جمعے کے دن مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا'' (ابوداؤد)۔

تبصرہ:۔

تبصرہ بقلم خود حافظ زبیر کرزئی کذاب ''اسکی سند محمد بن عجلان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (تسہیل الوصول صفحہ 227)

اس محفل کو اجاڑیں گے ہم
ہاتھ ہمارا ہوگا لات ان کی

(9) اسی عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شدید سردی میں جمعے کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور شدید گرمی میں دیر سے پڑھتے تھے''

تبصرہ:۔

اس سے پہلے صفحہ 127 پر محققین عظام نے حدیث دی تھی ''سیدنا سہیلؓ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ پڑھنے کے بعد کھانا کھاتے اور دوپہر کا آرام (قیلولہ) کرتے'' (مسلم)۔ مطلب یہ ہے کہ ہم جلدی نماز پڑھتے تھے سورج زائل ہوتے ہی۔ محققین سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث

کی روشنی میں اس تعارض کو حل فرمائیں لیکن تقلید (جو کہ گمراہی ہے) سے سخت پرہیز کیجئے، شکریہ۔

(10) محققین عظام نے مسئلہ بیان کیا کہ ''(جمعے کی نماز میں)------اگر دوسری رکعت بھی نہ پاسکا تو پھر چار رکعت پڑھے گا'' دلیل یہ دی ''ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعے کی ایک رکعت پائے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملالے'' (سنن دار قطنی)

تبصرہ:۔

اس حدیث کا نمبر محقق کذاب ذھبی دوران نے 1592 دیا ہے جبکہ ہمارے پاس (بیروت دارالمعرفہ) کی کتاب میں اس نمبر کی یہ حدیث ہے ہی نہیں بلکہ یہ حدیث 1590 نمبر کی ہے غالباً یہاں بھی محقق کا اپنی عادت کے مطابق کوئی مقصد ضرور تھا لیکن ہم سمجھ نہ سکے۔لیکن پھر اسی روایت کی سند محقق دوران کے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایک راوی۔یحیٰ بن سعید ہے جو کہ مدلس ہے " طبقات المدلّسین لابن حجر واسماء المدلّسین لسیوطی "اور اس محقق کذاب کا اصول گذر چکا کہ مدلس کی عنعنہ روایت کسی صورت قبول نہیں ہے۔(نور العینین صفحہ 138) فماذا بعد الحق الا الضلال.

(11) اسی مسئلے پر (اس عنوان کے تحت) ایک اور دلیل ابن عمرؓ کی یہی روایت بحوالہ بیہقی لائے ہیں۔

تبصرہ:۔

تبصرہ گذر چکا کہ یہ روایت محقق دوران کذاب زمان کے اصول کی رو سے سخت ضعیف ہے۔کتاب کا حوالہ بدلنے سے روایت کا ضعف ختم نہیں ہوتا اسکی سند میں بھی وہی مدلّس راوی یحیٰ بن سعید ہے۔فاین المفر.

(12) محققین حضرات نے اس روایت کے بعد کہا ''ان روایات سے معلوم ہوا کہ ایک

رکعت بھی نہ پانے والا دو رکعتیں نہیں پڑھے گا بلکہ چار رکعت ظہر کی پڑھے گا'' (نماز نبوی جدید) جبکہ دوسری کتاب نماز نبوی قدیم میں یہ کہا ہے ''اس حدیث کی رو سے نماز جمعہ کی دوسری رکعت کے سجدہ یا تشہد کو پانے والا (سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر) دو رکعتیں ہی پڑھے گا (چار نہیں) کیونکہ اس کی فوت شدہ نماز دو رکعتیں ہیں چار رکعتیں نہیں۔

تبصرہ الف:۔

محققین حضرات سے دست بستہ عرض ہے کہ کم از کم اپنے مقلدین عوام کو تو بتادیں کہ اس میں کونسا فتوی قابل عمل اور صحیح ہے دونوں کتابوں میں تو کوئی وضاحت نہیں ہے اور نہ کسی کتاب میں رجوع کا اعلان ہے۔

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی قدیم کی عبارت سے معلوم ہو کہ ان محققین کو بھی ''امام کو رکوع میں پانے والا رکعت کو پانے والا ہے'' تسلیم ہے وللہ الحمد۔

دوران خطبہ میں دو رکعت پڑھ کر بیٹھنا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 253 جدید صفحہ 316)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے آپؐ کے پاس جمعہ کے خطبے کے دوران ایک صحابیؓ آئے اور دو رکعت پڑھے بغیر بیٹھ گئے آپؐ نے ان فرمایا کہ کھڑے ہوکر دو رکعت پڑھ کر بیٹھو۔

تبصرہ:۔

اس حدیث کا قرآن کریم کی آیت کے ساتھ ﴿و اذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا﴾ اور (نماز نبوی جدید صفحہ 312) پر حدیث ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا----

پھر خطبہ جمعہ شروع سے آخر تک خاموشی کے ساتھ سنتا ہے۔۔۔۔۔'' کے ساتھ نیز صفحہ 319 پر حدیث ''۔۔۔۔۔۔جمعہ کے خطبے میں جب تو پاس بیٹھنے والے کو از راہ نصیحت کہے کہ چپ رہو تو بلا شبہ تو نے بھی لغو کام کیا'' کے ساتھ تعارض ہے۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس تعارض کو حل فرمائیں، تقلید سے پرہیز لازمی ہے۔

(2) محققین نے مل کر اجتہاد کیا اور پھر لکھ دیا ''مگر کم از کم تعداد، یعنی تحیۃ المسجد والی ضروری ہیں''۔

تبصرہ:۔

ضروری تو وہ عمل ہوتا ہے جو فرض ہو یا واجب ہو کیونکہ سنت یا مستحب ضروری نہیں ہوتا محققین مجتہدین حضرات یہ بات ذھن میں رکھیں کہ ''ضرورت اور ضروری'' اس کو کہتے ہیں جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ اب محققین حضرات سے سوال یہ ہے کہ تحیۃ المسجد فرض ہے یا واجب؟ اگر ہے تو پھر محققین کا مسلک شاید یہ بھی ہو کہ (معاذ اللہ) صحابہ کرامؓ تارکین فرض تھے، کیونکہ حضرت عمرؓ عثمانؓ، علیؓ وغیرہ دوران خطبہ کسی قسم کا کلام یا نماز پڑھنے کو جائز نہیں مانتے تھے (شرح مسلم للنوویؒ) نیز اصطلاحات فقہاء واجتہادات فقہاء کو لینے والے محقق یا مجتہد نہیں ہوتے مقلد ہوتے ہیں اور یہ تقلید تم اسی کتاب میں کرتے چلے آرہے ہو مثلاً (نماز نبوی جدید صفحہ 83) ''غسل جنابت کے بعد اب ان احوال کا ذکر کیا جارہا ہے جن میں غسل کرنا، واجب، مسنون یا مستحب ہے۔''

تقلید ہے ہر دم اپنوں کی
تنقید ہے ہر دم غیروں کی

خطبہ جمعہ کے مسائل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 255 جدید 319)

اس عنوان کے تحت محققین عظام نے حق بات آخر کہہ ڈالی ہے، دیکھئے ''اس سے ثابت ہوا کہ دوران خطبہ (سامعین کو آپس میں) کسی قسم کی بات کرنی جائز نہیں ہے۔ بڑی خاموشی سے خطبہ سننا چاہئے البتہ خطیب اور سامع ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے مخاطب ہو سکتے ہیں۔''

تبصرہ الف:۔

محققین عظام نے پہلے کہا تھا (دوران خطبہ بھی) تحیۃ المسجد پڑھنا ضروری ہے اور اب کہتے ہیں بڑی خاموشی سے خطبہ سننا چاہئے۔ کونسی تحقیق درست ہے کم از کم اپنے مقلدین عوام کو تو بتا دیتے، کیونکہ جب تحیۃ المسجد پڑھے گا تو پھر خطبہ نہیں سن پائے گا اور اگر خطبہ سننے لگے تو پھر اس دوران تحیۃ المسجد نہیں پڑھ سکے گا۔

تبصرہ ب:۔

محققین حضرات نے یہاں بھی اپنی عادت فطریہ سے کام لیا ہے۔ یہ جو حدیث کے ترجمے کے دوران بریکٹ میں (سامعین کو آپس میں) الفاظ ڈالے ہیں یہ حدیث کے مطلب میں تبدیلی کی ایک مذموم کوشش ہے ﴿لم تلبسون الحق بالباطل وتکتمون الحق وانتم تعلمون﴾

جمعہ کا دن اور درود شریف کی کثرت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 257)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے ''آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود بھیجو تمہارا درود مجھے پہنچایا جاتا ہے''

تبصرہ:۔

نماز نبوی جدید سے یہ حدیث حذف کر دی محققین نے مل کر مشورے سے کیا ہوگا۔ لیکن دو

باتوں میں سے ایک ضرور ہے یا تو یہ حدیث اس وجہ سے حذف کی کہ یہ ضعیف تھی اگر وجہ یہ ہے تو پھر نماز نبوی قدیم کے پس ورق پر ان محققین نے جھوٹا دعوی کیا تھا اور سب محققین نے مل کر جھوٹ بولا تھا اگر ضعیف نہیں ہے تو پھر صرف ایک بات باقی رہتی ہے وہ یہ کہ درود شریف سے (معاذ اللہ) ان کو نفرت ہوگی۔ کم از کم ہمارے علم میں کوئی تیسری وجہ نہیں آ رہی۔

درود سے جن کو نفرت ہو ایسی

اہل حدیث نام ان پر جچتا نہیں

جمعے کی اذان

(نماز نبوی قدیم صفحہ 257 جدید صفحہ 320)

اس عنوان کے تحت محقق زیدی مجتہد نے دوسرے محققین کی رضامندی سے لکھا ہے ''مسجد کے اندر امام کے خطبے سے پہلے صرف ایک اذان ہے عام طور پر مساجد میں خطبے کی اذان سے قبل دی جانے والی اذان کا ثبوت سیدنا عثمانؓ کے دور سے بھی نہیں ہے لہذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے''۔

تبصرہ:۔

اس بات کو ہم سفید جھوٹ اور صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ اور ان کی سنت سے نفرت کے سوا اور کیا نام دے سکتے ہیں جس بات پر پوری امت کا اجماع ہو خصوصاً جن امام بخاریؒ کی جا بجا یہ محققین تقلید کرتے چلے آ رہے ہیں مثلاً ''وجوب فاتحہ خلف الامام'' میں وغیرہ۔ وہی امام بخاریؒ فرماتے ہیں ''حضرت عثمانؓ کی خلافت کا جب دور آیا اور نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپؓ نے ایک تیسری اذان کا حکم دیا (اقامت کے ساتھ) یہ اذان زوراء سے دی جاتی تھی اور بعد میں امت کا اسی پر عمل رہا۔ (بخاری الجمعہ۔ باب التاذین عند الخطبہ) کیا احناف کی

مخالفت اتنی اہم ہے کہ اس کے لئے اجماع امت کی مخالفت خلفائے راشدین کی سنت سے نفرت کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ کیا اللہ کی سنائی ہوئی وعید سے بھی نہیں ڈرتے یہ لوگ ﴿**ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساء ت مصیرا**﴾

(2) یہاں دو محققین 'عبد الصمد رفیقی اور عبد الولی' نے مل کر حاشیہ مین کچھ لکھ دیا ہے ان دونوں محققین کو بھی بڑا ناز ہوگا کہ ہم نے بڑی تحقیق کی۔ غیر مقلدین جاہل عوام یہ دیکھ کر بھی بڑی خوش ہوگی کہ ماشاء اللہ ہمارے کیا محققین ہیں لکھتے ہیں۔۔۔۔عہد نبوت میں مدینۂ منورہ اور اس کی آبادی کا حجم نسبتاً کم تھا۔۔۔۔۔۔عہد عثمانیؓ میں جب آبادی زیادہ ہوگئی تو تمام لوگ اذان کی آواز سن نہیں پاتے تھے۔۔۔۔۔اس کا انتظامی حل یہ نکالا گیا کہ پہلے مسجد سے باہر بازار کے اندر زوراء کے مقام پر اذان دی جاتی اس سے کچھ ہی دیر بعد مسجد نبوی میں دوسری اذان ہو جاتی۔

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! کتاب میں تو زیدی صاحب نے دوسری اذان کا انکار کیا تھا اور یہاں حاشیہ میں یہ دونوں محققین اقرار و اثبات کر رہے ہیں کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے یہ فیصلہ لامذہب عوام خود کریں ایک جانب تو لازماً جھوٹ ہے۔ **لاریب فیه**

تبصرہ ب:۔

محققین حضرات نے دوسری اذان کی ابتداء کی علت آبادی کی زیادتی بیان کی ہے اب محققین عظام فی آخر الزمان سے حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا حضرت عثمانؓ کے دور سے لے کر آج تک آبادی میں کمی آئی ہے یا زیادتی، کمی کی بات تو آپ جیسے محققین ہی کر سکتے ہیں باقی دنیا تو یہی سمجھتی ہے کہ زیادتی ہوئی ہے اور کئی چند زیادتی ہوئی ہے لہذا محققین کی بیان کردہ علت اگر عہد عثمانیؓ میں تام اور کامل تھی تو آج کے دور میں اکمل اور اتم ہے جب علت اکمل اور اتم طور پر موجود ہے تو پھر حکم یعنی

اذان ثانی تمہارے ہاں کیوں نہیں ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ بیٹا ہو اور ماں نہ ہو۔

(3) نماز نبوی قدیم کی اس حاشیہ میں محققین نے لکھا تھا ''حضرت عثمانؓ کا یہ اقدام بدعت نہیں ہے کیونکہ حضرت عثمانؓ خلفائے راشدین میں سے ہیں''۔

تبصرہ:۔

نماز نبوی جدید سے یہ الفاظ حذف کر دیئے ''کیونکہ حضرت عثمانؓ خلفائے راشدین میں سے ہیں'' کیا نماز نبوی جدید کے آنے تک حضرت عثمانؓ خلفائے راشدین میں سے نکل گئے تھے! یا ایران سے بھی کوئی فنڈ جاری ہوا ہے؟

(4) نماز نبوی قدیم کے حاشیہ میں مزید فرماتے ہیں ''ان کے دور میں مدینہ منورہ میں جب پہلی دفعہ اس اذان کی ضرورت محسوس کی گئی تو انہوں نے اسے حکم شرعی کے طور پر نہیں محض انتظامی حل کے طور پر جاری کیا تھا جسے باقی صحابہؓ کی تائید حاصل تھی اور ظاہر ہے کہ جس چیز پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو جائے وہ بدعت نہیں ہوا کرتی''۔

تبصرہ الف:۔

ان محققین سے پوچھنا یہ ہے کہ اگر وہ اذان ثانی حکم شرعی نہ تھا تو پھر آپ حضرات کو کیوں یہ وضاحت کرنی پڑی کہ خلفائے راشدینؓ کا عمل بدعت نہیں ہوتا وغیرہ نیز انتظامی امور میں تمام صحابہ کرامؓ کے اتفاق کی کیا ضرورت تھی؟ یہ ضرورت تو حکم شرعی میں ہوا کرتی ہیں نہ کہ انتظامی امر میں؟ نیز مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ کیا انتظامی امور کو حل کرنے کے لئے مزید اذانوں کی ضرورت ہو تو پھر آپ حضرات کا فتویٰ کیا ہوگا، نیز کیا اذان اور نماز بھی انتظامی امور میں شامل ہے یا حکم شرعی ہے نیز ﴿علیکم بسنتی وسنة الخلفآء الراشدین المهدیین﴾ حضرت عثمانؓ کا یہ عمل اس حدیث کے تحت آتا ہے یا نہیں، نیز اس حدیث کے مطابق آپ محققین عظام حضرت عثمانؓ کے اس

عمل کو سنت سمجھتے ہیں یا نہیں اگر جواب ہاں میں ہے تو پھر اس عمل کو سنت ثابت کرنے کے لیے آپ نے یہ دلیل کیوں دی۔ ''جس چیز پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو جائے وہ بدعت نہیں ہوا کرتی'' نیز آپ اس کو حکم شرعی نہیں مانتے تو پھر یہ کیوں ثابت کیا کہ بدعت نہیں ذرا یہ بتائیں کہ بدعت کے مقابلے میں کیا چیز آتی ہے ''انتظامی امور یا سنت''، محققین کا یہ فلسفہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت عثمانؓ کے اس عمل کے حکم شرعی ہونے کا انکار بھی کرتے ہیں اور پھر خود اس کا سنت ہونا بھی ثابت کرتے ہیں، شاید محققین کی نئی تحقیق کے مطابق، سنت ہونا حکم شرعی نہ ہو بلکہ انتظامی امر ہو۔ تو یہ ہیں چودھویں صدی کے محققین یا اللہ اہل ایمان کی حفاظت فرما۔ آمین!

(4) نماز نبوی جدید کے حاشیہ میں گل پاشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''عام طور پر جمعے کے دن مساجد میں پہلی اذان کے نام سے دی جانے والی اذان مذکورہ اسباب وشرائط نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو اذان عثمانی ہے اور نہ اذان محمدیؐ اس لئے اسے مسنون اذان کہنا مشکل ہے''۔

تبصرہ:۔

حضرت محقق صاحب سے سوال یہ ہے کہ کیا آج کے دور میں لوگ اس دور سے کم ہیں یا بقول آپ کے آج کے دور میں آبادی اس دور سے کم ہے کیا پوری امت غلط کرتی چلی آ رہی ہے، چلو آپ بتائیں کہ کب تک یہ اذان مسنون تھی اور پھر اس کے بعد مسنون نہ رہی یعنی بدعت بن گئی کیونکہ سنت کے مقابلے میں بدعت آتی ہے اور ہاں آپ کے فرقہ لامذھبیہ کی مساجد تو انتہائی کم ہونے کی وجہ سے آپ کو دو نہیں بلکہ کئی اذانوں کی ضرورت ہوگی آپ کئی اذانیں اپنے ہی بیان کئے ہوئے اسباب وشرائط کے مطابق دے سکتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے ہاں تو یہ سنت نہیں بلکہ انتظامی امر ہے ویسے ایک بات پوچھنی ہے کہ نماز نبوی قدیم میں حضرت عثمانؓ کا یہ عمل سنت نہ تھا اور جدید میں سنت بن گیا تو کیا آپ کے ہاں کسی عمل کے سنت ہونے اور نہ ہونے کا مدار وقت گذرنا ہے کہ

فلاں وقت تک فلاں عمل سنت نہ ہوگا پھر سنت بن جائے گا۔

نماز عیدین

احکام ومسائل

(نمازنبوی قدیم صفحہ 259 جدید 322)

(1) اس عنوان کے تحت حضرت علیؓ کا اثر، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اثر، اور امام نوویؒ کی تقلید دی ہے اس پر تفصیلی بحث ''عیدین کے روز غسل'' کے عنوان کے تحت گذر چکی ہے۔

(2) اسی عنوان کے تحت محققین عظام لکھتے ہیں 'نماز نبوی قدیم'' ''اس سے معلوم ہوا کہ عیدگاہ میں پہنچ کر صدقہ الفطر ادا کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اسے نماز عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کرنا چاہیے'' 'نماز نبوی جدید'' ''اس سے معلوم ہوا کہ صدقہ الفطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کرنا لازم ہے اور اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔''

تبصرہ:۔

محققین حضرات سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ سب مل کر بیٹھ جائیں اور یہ تحقیق کریں کہ نماز نبوی قدیم میں مسئلہ صحیح ہے یا جدید میں یا دونوں میں صحیح ہیں یا دونوں غلط ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی سے نادانستہ تاخیر ہوگئی تو وہ کیا طرز عمل اختیار کرے گا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں۔ بینو افتو جروا

(3) اسی عنوان کے تحت حضرت انسؓ کا اثر لائے ہیں ''سیدنا انس بن مالکؓ جب شہر جا کر عید کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکتے تو غلاموں اور اہل عیال کو جمع کرتے اور اپنے غلام عتبہ بن عبداللہؓ

کو شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔''

تبصرہ الف:۔

امام بخاریؒ اس کو تعلیقاً لائے ہیں اسکی سند نہیں لائے ہم ذھبی دوران محقق علی زئی کذاب کے اصول ان کو یاد دلاتے ہیں ''یہ قول سفیان بن عیینہؒ سے ثابت نہیں سفیان 198ھ میں فوت ہوئے جبکہ امام ابوداؤدؒ 202ھ میں پیدا ہوئے لہذا یہ قول منقطع ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہے'' (جزء قرأت للبخاری صفحہ 49) ہم کہتے ہیں امام بخاریؒ اور انس بن مالکؓ کے درمیان کم از کم 200 سال کا فاصلہ ہوگا جب چار سال کی وجہ سے روایت قابل استدلال نہ تھی تو سینکڑوں سالوں کی انقطاع کیسے قابل استدلال بن گیا۔ نیز حدیث مرسل ومنقطع آپ کے ہاں دلیل نہیں تو پھر تعلیقات سے استدلال کیسے۔

میٹھا میٹھا ہپ ہپ
کڑوا کڑوا تھو تھو

تبصرہ ب:۔

اگر آپ کہیں کہ اسکی سند بیہقی میں ہے تو ہم کہتے ہیں کہ بیہقی کی سند میں تو ایک راوی نعیم بن حماد ہے امام نسائی دارقطنی وغیرہ نے اس کو ضعیف کہا ہے بلکہ امام ابوالفتح الأزدی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ یہ آدمی حدیثیں گھڑتا تھا وضاع الحدیث تھا (حاشیہ بیہقی) نعیم بن حماد وضاع الحدیث کی روایت تو آپ کے لئے صحیح دلیل ہو لیکن امام شعبہؒ امیر المومنین فی الحدیث جیسے محدث کی روایت احناف کی دلیل ہونے کی وجہ سے ضعیف ٹھہرے۔ فوا اسفا علی تحقیقکم.

عورتوں کے لئے عیدگاہ میں آنے کا حکم

عیدگاہ میں عورتیں

(نماز نبوی قدیم صفحہ 261 جدید صفحہ 325)

اس عنوان کے تحت محقق زیدی لکھتے ہیں'' آپ کی عیدگاہ مسجد نبوی ؐ سے ہزار فٹ (ذراع)
کے فاصلے پر تھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ عیدگاہ البقیع کی طرف تھی''

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کی شاندار تحقیق کا مشاہدہ کریں اور پھر ان کو اس شاندار تحقیق پر داد دیں
''ہزار فٹ (ذراع)'' اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محققین کی تحقیق کے مطابق فٹ اور ذراع ایک
ہی چیز ہے اور دونوں کی مقدار ایک ہے۔ آفریں بر ایں تحقیق۔ کاش یہ محققین کسی چھوٹے سے حنفی
بچے سے پوچھتے وہ ان کو سمجھاتا کہ فٹ کیا ہے اور ذراع کیا ہے جن کو فٹ اور ذراع کے درمیان

فرق کا علم نہ ہو اور وہ لوگوں کے امام بنے ہوں ان لوگوں کا تو اللہ ہی حافظ ہے پھر کیا قرب قیامت
کی وہ نشانی نہیں کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنائیں گے؟

تبصرہ ب:۔

نماز نبوی جدید میں زیدی صاحب نے 'فٹ' کا لفظ اڑا کر اس کی جگہ لفظ 'ہاتھ' لگا دیا ان سب
محققین نے مل کر تحقیق کی ہے۔ شاید نماز نبوی قدیم تک تحقیق یہی تھی کہ ذراع اور فٹ ایک ہیں
اور پھر ان سب نے مل کر نئی تحقیق یہ کی ہو کہ اب آج کے بعد ذراع اور فٹ ایک نہیں ہوگا مطلب
یہ ہوا کہ ان محققین کے ہاں وقت کے ساتھ ساتھ لغات میں بھی تبدیلی آتی رہتی ہے۔

ہر شاخ پہ الو بیٹھا ہے
انجام گلستاں کیا ہوگا

تبصرہ ج:۔

محقق زیدی صاحب نے یہاں تحقیق کے کئی تیر مارے ہیں مزید فرماتے ہیں'' یہ عیدگاہ البقیع
کی طرف تھی''، محقق صاحب نے یہاں بھی امام بخاریؒ اور حافظ ابن حجرؒ پر شاندار جھوٹ کا اہتمام
کیا ہے۔﴿ولهم عذاب اليم بما كانوا يكذبون﴾ کیونکہ ان دونوں میں سے تو کسی نے یہ
نہیں کہا ہے کہ عیدگاہ البقیع کی طرف تھی تعجب ہے کہ اتنے بہت سارے محققین یہ کس بناء پر کہہ رہے
ہیں کہ عیدگاہ البقیع کی طرف تھی اور وہ بھی امام بخاریؒ اور حافظ ابن حجرؒ کے سر تھوپ کر۔ اگر یہ محققین
کسی عام حنفی حاجی سے پوچھ لیتے تو وہ ان کو سمجھا دیتا کہ یہ عیدگاہ مسجد نبوی ؐ کی مغربی سمت واقع ہے
جبکہ البقیع مغربی نہیں بلکہ مشرقی سمت واقع ہے۔ ان محققین کو تو مشرق ومغرب کا بھی علم
نہیں اور بنے ہیں زمانے کے مجتہدین تو پھر کیا ہوگا اس عوام کا جن کے امام یہ محققین ہوں گے۔

تکبیرات عید کا وقت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 262 جدید 325)

اس عنوان کے تحت محققین حضرات نے ان صحابہ کرامؓ کے آثار نقل کئے ہیں سیدنا علیؓ،
سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا سلمانؓ، ایک اثر مشہور تابعی امام نخعیؒ اور ایک امام
زہریؒ کے لائے ہیں۔

تبصرہ الف:۔

ہم محققین حضرات خصوصاً حافظ زبیر کذاب کو ان کے اصول یاد دلاتے ہیں کہ آپ کے ہاں
اقوال وافعال صحابہ کرامؓ دلیل نہیں ہے چہ جائیکہ قول یا عمل تابعی دلیل ہو ماہنامہ الحدیث کے حوا
لے سے یہ بات تفصیل سے گذر چکی ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت تھی کہ'' رکوع میں امام کو
پانے والے نے رکعت پالی'' اور ایک مشت سے زیادہ داڑھی کاٹنے کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ
کی روایت محقق علی زئی کذاب کی تحقیق کے مطابق صرف اس وجہ سے مردود تھی کہ یہ قول، عمل

صحابیؓ ہے۔ اب ان محققین سے سوال یہ ہے کہ اب اس مقام پر صحابیؓ کا قول یا عمل کیونکر دلیل بن سکتا ہے؟ یہ بدلتے پیمانے کیوں؟ یا وہ اصول صرف احناف کی مخالفت کے لئے بنائے تھے جس میں آپ خود پھنس چکے۔ یہ قوم شعیبؑ والے پیمانے صرف احناف کے لیے ہیں؟

تبصرہ ب:۔

محققین حضرات اپنے اصول کے مطابق تقلید کر کے خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنے مقلد عوام کو بھی گمراہ کیا۔ محقق علی زئی کذاب کی (کتاب نور العینین صفحہ 25) پر ہے، نبی ﷺ کی اطاعت اس لئے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالی کے نمائندہ ہیں۔۔۔۔۔۔اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی راہنمائی بھی آپ ﷺ کو حاصل ہے جبکہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے

غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس پر قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے نیز صفحہ 23 پر لکھا ہے کہ تقلید بدعت اور گمراہی ہے۔ تو کیا یہ صحابہؓ اور امام نخعیؒ اور امام زہریؒ غیر نبی نہیں ہیں یا تمہارے ہاں نئی تحقیق کے مطابق یہ بھی کوئی ظلی بروزی وغیرہ انبیاء ہیں 'نعوذ باللہ' نہیں تو پھر تمہارا فتویٰ تمہارے متھے۔

تبصرہ ج:۔

محققین کا نقل کردہ اثر عبداللہ بن عمرؓ کی سند میں ایک راوی محمد بن عجلان ہیں 'عن' سے روایت کرتے ہیں جو محقق کذاب زمان ذھبی دوران کے نزدیک ضعیف اور مدلس ہیں۔ (جزء رفع یدین صفحہ 77 جزء قرأت صفحہ 160) اور تسہیل الوصول میں محقق صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں "اس کی سند محمد بن عجلان کی وجہ سے ضعیف ہے" صفحہ 277، اس کے باوجود اس روایت سے استدلال کرنا کسی تقیہ کا اثر تو نہیں؟

تبصرہ د:۔

امام نخعیؒ اور امام زہریؒ کی تقلید اگر جائز ہے تو پھر امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کیوں ناجائز ہے اگر ان کی تقلید جائز نہیں تو پھر آپ محققین حضرات نے یہ ناجائز کام کیوں کیا اور پھر اس ناجائز کام کو نماز نبوی کا نام کیوں دیا؟ **فرّمن المطر قام تحت المیزاب ۔**

تبصرہ س:۔

مشہور تابعی امام نخعیؒ کی روایت کے جو الفاظ ہیں نماز نبوی جدید میں محقق ذھبی دوران اس پر یوں تحقیق فرماتے ہیں "اس صحیح اثر سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے مذکورہ الفاظ پڑھنا بھی صحیح ہے" جب کہ انہی الفاظ کے بارے میں دوسرے محقق شفیق الرحمن زیدی نماز نبوی قدیم میں یوں تحقیق فرماتے ہیں "اس حدیث کو امام ذھبی نے سخت ضعیف بلکہ موضوع من گھڑت کہا ہے" ان دونوں محققین میں کون سچا ہے کون جھوٹا، ان محققین کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے اس لئے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے البتہ ایک بات جو ہمارے ذہن میں بیٹھ گئی ہے یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک ضرور جھوٹا ہے۔

نماز عید کا طریقہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 263 جدید صفحہ 327)

(1) اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں "پھر سینے پر ہاتھ باندھ کر دعائے استفتاح پڑھیں"۔

تبصرہ:۔

تمام محققین حضرات سے باداب گذارش ہے کہ اس عبارت کے لئے دلیل کی ضرورت ہے کیا آپ محققین حضرات دلیل دینے کی زحمت گوارا کریں گے کیوں کہ کتاب کی ابتدا میں آپ حضرات نے فرمایا تھا کہ "اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو

قرآن وحدیث سے مدلل ہو‘‘۔

(2) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ’’پھر دعائے استفتاح ختم کر کے قرأت سے پہلے ٹھہر ٹھہر کر سات تکبیریں کہیں‘‘۔

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک سلسلہ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے اس بارے میں محدثین کا فیصلہ ہے کہ اگر عمرو بن شعیب اس سلسلے میں روایت کریں تو ضعیف ہوگی اگر دوسرے سلسلے سے روایت کریں تو صحیح، نیز ابن حجرؒ نے ان کو مدلسین میں شمار کیا ہے۔(دیکھئے طبقات المدلسین)

(3) اسی عنوان کے تحت لکھتے ہیں ’’پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے الحمد شریف پڑھیں، پھر امام اونچی آواز سے قرأت کریں اور مقتدی چپ چاپ سنیں‘‘۔

تبصرہ:۔

’امام کا اونچی آواز سے اور مقتدی کا آہستہ آواز سے الحمد شریف پڑھنا‘ اس کے لئے محققین حضرات سے مستقل دلیل مطلوب ہے ورنہ تو محققین کے اپنے اصول (مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو) کے مطابق مردود ہے۔

(4) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم محققین حضرات فرماتے ہیں ’’ان تکبیروں میں بھی رفع الیدین کریں اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے، امام بیہقی نے نماز عیدین کی زائد تکبیرات میں رفع الیدین کرنے پر جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر اس تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے جو رکوع میں جانے سے پہلے کہتے۔۔۔۔۔۔‘‘

(بحوالہ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے اس لئے استدلال کرنا محققین کو سودمند نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث کی سند میں امام زہری ’عن‘ سے روایت کر رہے ہیں اب ان کے بارے میں اس محقق ذھبی دوران کا تبصرہ سنیئے ’’زہری مدلس ہیں لہذا یہ سند ان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے‘‘(جزء قرأت صفحہ 43)

تبصرہ ب:۔

محقق کی عبارت ’’اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھیں‘‘ کے لئے محقق کے اصول کے مطابق قرآن وحدیث سے دلیل کی ضرورت ہے ورنہ تو محققین کے اپنے اصول (گذر چکا) کے مطابق یہ فتویٰ مردود ہے۔ وما علینا الا البلغ

(4) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی جدید میں محققین حضرات حاشیہ میں یوں لکھتے ہیں ’’تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی بابت رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ سے کوئی صریح دلیل منقول نہیں۔ امام ابن حزم اس کی بابت لکھتے ہیں ’’رسول اللہ ﷺ سے قطعاً یہ ثابت نہیں کہ آپؐ نے ان تکبیروں میں رفع الیدین کیا ہے‘‘ محقق العصر شیخ البانی بھی اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ مسنون نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ عطاء بن ابی رباحؒ سے پوچھا گیا، کیا امام نماز عیدین میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں وہ رفع الیدین کرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہاتھ اٹھائیں، نیز امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ تکبیرات عیدین کے موقع پر ہاتھ اٹھانے چاہئیں اگر چہ میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔۔۔۔۔۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی موقف ہے۔۔۔۔۔ لہذا تکبیرات عید کے ساتھ رفع الیدین کرنا بہتر ہے۔‘‘

تبصرہ الف:۔

قارئین کرام! محققین کی عبارت کو غور سے پڑھیں، شروع میں محققین خود تسلیم کرتے ہیں کہ

تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع الیدین کرنے کے بابت رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے کوئی صریح دلیل منقول نہیں، اور پھر اس پر اپنے آئمہ کے اقوال بھی، تقلید کر کے، پیش کرتے ہیں، لیکن عبارت کے آخر میں دیکھیں چند آئمہ کرامؒ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "لہذا تکبیرات عید کے ساتھ رفع الیدین کرنا بہتر ہے"۔ محققین کرام سے باداب عرض ہے کہ یہ ان آئمہ کی تقلید نہیں تو پھر تقلید کس کا نام ہے۔

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام

تبصرہ ب:۔

اسی کتاب کے "کلمہ اختتام" میں محققین حضرات کی اپنے اندھے مقلدین کو کی ہوئی ایک نصیحت یاد دلاتے ہیں، کیونکہ دروغ گو را حافظہ نباشد فرماتے ہیں "اگر نمونے کے مطابق آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کوئی نکتہ چینی کرے یا احادیث رسول صلی اللہ وعلیہ وسلم کے مقابل بزرگوں اور آئمہ کے اقوال پیش کرے تو آپ اس کی نادانی سے اجتناب کرتے ہوئے عمل بالقرآن والحدیث پر کاربند رہیں" کیونکہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات روئے زمین کے تمام بزرگوں اور اماموں سے اعلی وارفع ہے اسی طرح آپ ﷺ کی سنت اور طریقہ بھی زمین کے تمام طریقوں سے اعلی وارفع ہے۔

عید سے متعلق مسائل

(نماز نبوی جدید صفحہ 328)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے مروان کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تم نے عید روز منبر لا کر سنت کی مخالفت کی

کیونکہ اس روز اسے نہیں لایا جاتا تھا"

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ذھبی دوران، کذاب زماں کی تحقیق بے نظیر کے مطابق دو راوی مدلس ہیں ابومعاویہ، امام اعمش دونوں 'عن' سے روایت کر رہے ہیں ہمارا کیا قصور ہے یہ محقق خود کہتا ہے یہ حدیث ضعیف ہے سنئے "ابو معاویہ والاعمش مدلسون وعنعنوا" یعنی یہ دونوں راوی مدلس ہیں اور روایت بھی عنعنہ ہے لہذا ضعیف ہے (جزء قرأت صفحہ 92) نیز فرماتے ہیں "دوسرے یہ کہ اعمش مدلس ہیں اور مدلس کی غیر صحیحین میں 'عن' والی روایت ضعیف ہوتی ہے" (جزء رفع الیدین صفحہ 82)

نماز اشراق

(نماز نبوی قدیم صفحہ 273 جدید 340)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! خالص میرے لئے چار رکعتیں اشراق کی اول دن میں پڑھ میں تجھے اس دن کی شام تک کفایت کروں گا" (ابوداود)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی مکحول ہیں 'عن' سے روایت کر رہے ہیں اور ہیں مدلس (طبقات المدلسین لابن حجر) محققین کا اصول تو گذر چکا کہ مدلس ہونا ثابت ہو جائے چاہے ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو وہ سند ضعیف ہوگی (جزء رفع یدین صفحہ 25) لہذا یہ حدیث اصول محققین کے مطابق ضعیف ہے۔

احکام الجنائز

(نماز نبوی قدیم صفحہ 280 جدید 348)

اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں ''سیدنا علیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو مسلمان دوسرے مسلمان کی دن کے اول حصے میں عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے شام تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں ------- نیز اس کے لیے بہشت میں باغ ہے۔''

تبصرہ:۔

یہ بدلتے پیمانے اور بدلتے رنگ!

یہی محقق ذھبی دوران علامۃ الدھر والقہر (تسہیل الوصول صفحہ 347) پر اسی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں اب نماز نبوی میں یہ حدیث صحیح کیسے بنی شاید کوئی مرزائی وحی اُتری ہو چونکہ محققین نے صحیح احادیث کا دعوی کیا تھا، پھر تو اندھے مقلدین عرف غیر مقلدین عوام کے سامنے شرمندگی سے بھی بچنا تھا اس لئے یہ قوم شعیبؑ والے پیمانے استعمال کرنے لگے۔

میت کا غسل

(نماز نبوی قدیم صفحہ 287 جدید 357)

اس عنوان کے تحت حاشیہ میں ایک محقق لکھتے ہیں'' ناف سے گھٹنوں تک کی جگہ کپڑے سے ڈھانپ دی جائے اور دوران غسل میت کی شرمگاہ پر نظر پڑے نہ کپڑے کے بغیر اسے ہاتھ لگے ------ اگر زیر ناف بالوں کی صفائی باقی ہو تو کر لی جائے۔''

تبصرہ:۔

محققین کرام سے یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ زیر ناف بالوں کی صفائی نظر کرے بغیر کیسے ہوگی؟ نیز'' زیر ناف بالوں کی صفائی'' کا فتویٰ دینے والے محققین سے عرض ہے کہ قرآن وحدیث سے دلیل بتائیں ورنہ تو تمہارے اپنے ہی اصول'' مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو'' کے مطابق یہ فتویٰ مردود ہے۔

جنازے میں سورۃ فاتحہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 292 جدید 364)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے'' سیدنا ابوامامہ بن سہلؓ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہی جائے پھر فاتحہ پڑھی جائے پھر نبی اکرم ﷺ پر درود اور میت کے لئے دعا کی جائے اس کے بعد سلام پھیر جائے'' (مصنف عبدالرزاق)

(2) اسی عنوان کے تحت دوسری حدیث دی ہے'' طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباسؓ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورہ فاتحہ پڑھی اور فرمایا میں نے یہ اس لئے کیا ہے تا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے''۔

تبصرہ:۔

قارئین کرام! اگر کوئی عاقل سمجھدار آدمی (بشرطیکہ ان محققین جیسا نہ ہو) تھوڑا سا غور کرے تو اسی حدیث سے یہ مسئلہ روز روشن کی طرح عیاں ہو رہا ہے کہ نماز جنازہ میں فاتحہ وغیرہ یعنی قرأت کرنا صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے دور میں معمول نہیں تھا ورنہ تو حضرت ابن عباسؓ کو یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ'' میں نے یہ عمل اس لئے کیا ہے تا کہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے'' ہر ذی فہم ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جو عمل متواتر معمول بہ ہو اس کے بارے میں کوئی یہ نہیں کہے گا کہ میں نے یہ اس لئے کیا کہ یہ سنت ہے مثلاً مغرب فرض نماز کے بعد دو رکعت سنت ہے اس کے بارے

میں کوئی یہ نہیں کہے گا کہ میں نے یہ اس لئے پڑھے تا کہ تم لوگوں کو معلوم ہو کہ یہ سنت ہے۔اور پھر خصوصاً محققین حضرات نے نسائی کے حوالے سے جو بعد والی حدیث دی ہے نسائی کے اسی باب کے تمام احادیث ہمارے اس دعویٰ کو تقویت دے رہی ہیں۔مثلاً طلحہ بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھ کر جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عبداللہ بن عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر (نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھنے کے بارے میں) پوچھا کہ آپ تو قرأت کر رہے تھے تو ابن عباسؓ نے فرمایا ہاں یہ بھی سنت اور حق ہے۔مسئلہ بالکل واضح ہے کہ نماز جنازہ میں قرأت فاتحہ خیرالقرون میں معمول نہیں تھا تب ہی تو طلحہ بن عبداللہؓ کو حضرت ابن عباسؓ کے فاتحہ پڑھنے میں اشکال ہوا۔

☆☆☆☆☆

پہلی دعا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 293 جدید صفحہ 364)

اس عنوان کے تحت حدیث دی ہے ﴿اللھم اغفر لحیّنا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا، اللھم من احییته -------اللھم لاتحرمنا اجره ولاتضلنا بعده﴾ (ابن ماجہ۔ ابوداؤد)

تبصرہ الف:۔

اس روایت کی ابن ماجہ والی سند میں ایک راوی یحیی بن ابی کثیر مدلس 'عن' سے روایت کر رہے ہیں (سماع کی تصریح موجود نہیں ہے) اور یہ راوی محقق کذاب ذھبی دوران کے مذھب کے مطابق مدلس ہیں، (جزء قرأت صفحہ 121) لہذا یہ روایت محققین کے اپنے ہی اصول کے تحت ضعیف ٹھہری۔

تبصرہ ب:۔

ابوداؤد والی روایت کی سند میں محمد بن اسحٰق راوی 'عن' سے روایت کر رہے ہیں اور یہ راوی بھی محقق کذاب کے نزدیک مدلس ہیں (جزء قرأت صفحہ 49) اور (تسہیل الوصول صفحہ 377) لہذا یہ روایت دونوں سندوں کے اعتبار سے محققین کے اصول مطابق تحت ضعیف ٹھہری۔

چوتھی دعا

(نماز نبوی قدیم صفحہ 294)

اس عنوان کے تحت دعا لائے ہیں ﴿اللھم عبدک وابن أمتک احتاج الی رحمتک-------وان کان مسیئاً فتجاوز عنه﴾ (حاکم)

تبصرہ:۔

اس حدیث کو یہاں محقق کذاب زماں نے صحیح کہا ہے جبکہ اس حدیث کو خود اسی محقق نے (تسہیل الوصول صفحہ 355) پر ضعیف کہا ہے ایک کتاب میں تو ضرور جھوٹ بولا ہے ورنہ تو رجوع کا اعلان کرتے تو کیا ہم "کذاب" کہنے میں حق بجانب نہیں ہیں؟

جنازے کے مسائل

(نماز نبوی جدید صفحہ 367 قدیم صفحہ 295)

(1) اس عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں "سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں" (نسائی)

تبصرہ الف:۔

یہ حدیث محققین کے اصول کے مطابق ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابن شہاب زہریؒ

ہیں اور 'عن' سے روایت کر رہے ہیں۔اس پر محقق کذاب زمان کا تبصرہ بقلم خود سنئے'' زہری مدلس ہیں لہٰذا یہ سند انکی عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے'' (جزء قرأت صفحہ 43)

تبصرہ ب:۔

اس سے دو صفحے پہلے' حاشیہ' میں محقق بے بدل عبدالصمد رفیق نے لکھا تھا'' اس سے جہری قرأت بھی ثابت ہوئی'' اور اب دوسرا محقق زیدی صاحب فرماتے ہیں کہ '' آہستہ پڑھنا سنت ہے''، محققین حضرات کو چاہئے تھا کہ پہلے آپس میں کسی ایک تحقیق پر مفاہمت یا سمجھوتہ تو کر لیتے۔ کتاب ایک ہے محققین کئی ہیں اور تحقیقات متضاد۔آئمہ کرام کے بارے میں بدزبانی کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔

(2) دوسری حدیث لائے ہیں کہ'' سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے جنازے میں (تعلیماً) فاتحہ

بلند آواز سے پڑھی''

تبصرہ الف:۔

''تحقیق ایسی جو سرچڑھ کے بولے'' قارئین کرام! محققین کی تحقیق ذرا غور سے پڑھیں۔ان دونوں احادیث میں محققین نے بڑا زبردست تعارض پیدا کیا ہے۔پہلے یہ حدیث عبداللہ ابن عباسؓ کی پوری پڑھیں۔طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے جنازہ پڑھا انہوں نے فاتحہ الکتاب اور ساتھ ایک سورۃ پڑھی اور جہر فرمایا یہاں تک کہ ہم نے بھی سنا جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کے پوچھا (فاتحہ اور سورۃ پڑھنے کے بارے میں) تو انھوں نے فرمایا کہ یہ سنت اور حق ہے'' قارئین کرام! ذرا غور سے محققین کے بیان کردہ مطلب کے مطابق اب اس پوری حدیث کا مطلب یہ بنا کہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے تعلیماً فاتحہ

جہر پڑھی۔جب طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ (فاتحہ جہر پڑھنا) سنت اور حق ہے۔یعنی خلاصہ یہ نکلا کہ فاتحہ جہراً پڑھنا سنت اور حق ہے جبکہ اس سے پہلے محقق صاحب نے حدیث دی تھی کہ '' سنت یہ ہے کہ فاتحہ آہستہ پڑھی جائے'' اب دونوں حدیثوں میں کتنا بڑا تعارض ہوا کہ ایک حدیث کے مطابق جہراً پڑھنا سنت ہے دوسری میں آیا کہ نہیں بلکہ آہستہ پڑھنا سنت ہے۔اب محققین کرام سے باادب التماس ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس تعارض کو حل فرمائیں کہ کون سا طریقہ سنت ہے۔

تبصرہ ب:۔

اگر محققین آئمہ کرام فقہاء و مجتہدین پر اعتماد کرتے اور خود آخری زمانے کے ''فضلوا واضلوا'' والے مجتہد بن کر نہ بیٹھتے تو ان کو یہ آسان سی بات سمجھ میں آ جاتی کہ ابن عباسؓ نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ تعلیماً پڑھی تھی نہ کہ جہر تعلیماً تھا۔باقی تفصیل پیچھے گذر چکی۔

(3) اسی عنوان کے تحت حدیث لائے ہیں'' نبی اکرم ﷺ نے شہداء کو خون سمیت دفنانے کا حکم دیا۔ان پر نماز جنازہ پڑھی۔نہ انہیں غسل دیا''

تبصرہ:۔

قارئین کرام! محققین نے بخاریؒ کی جو حدیث دی ہے اسی کے متصل دوسری حدیث میں ہے'' نبی کریم ﷺ ایک دن نکلے اور شہدائے احد پر نماز جنازہ پڑھی جیسے میت کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے'' (بخاری کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہید) نیز ایک اور حدیث بھی بخاری میں ہے'' رسول اللہ ﷺ نے آٹھ سال بعد (وفات سے کچھ پہلے) غزوۂ احد کے شہداء کا جنازہ پڑھا'' (بخاری المغازی باب غزوۂ احد) اس کے علاوہ شہید پر جنازہ پڑھنے کی روایات (ابوداؤد، ابن ماجہ، مستدرک، طحاوی، بیہقی) وغیرہ میں ہیں۔اب محققین سے ایک عرض ہے کہ برائے کرم پہلے ان

احادیث کی تطبیق کریں قرآن وحدیث کی روشنی میں۔ ورنہ توان احادیث سے چشم پوشی اختیار کرنا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ دوسروں پر تو ترک احادیث کے الزامات لگاتے ہیں لیکن کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانکا ہے؟

(4) اسی عنوان کے تحت محققین کرام حدیث لائے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے سہیلؓ اوران کے بھائی کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی'' دوسری حدیث لائے ہیں ''سیدنا فاروق اعظمؓ کی نماز جنازہ صہیبؓ نے مسجد میں پڑھائی''

تبصرہ:۔

محققین حضرات نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی احادیث تو لائے ہیں لیکن ان احادیث سے چشم پوشی اختیار کی جن میں ہے کہ جنازہ جنازہ گاہ یا عیدگاہ میں پڑھانا چاہئے مثلاً (بخاری الجنائز، باب الصلاۃ علی الجنائز بالمصلی والمسجد) میں اس باب کی دونوں حدیثیں مزید یہ کہ مسلم کی جس حدیث کا حوالہ محققین نے دیا ہے اسی حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ توان احادیث سے مکمل چشم پوشی اختیار کرنے کی صرف دو ہی وجہ ہو سکتیں ہیں یا توان احادیث سے نفرت یا احناف سے بغض۔

غائبانہ نماز جنازہ

(نماز نبوی قدیم صفحہ 296 جدید صفحہ 368)

(1) اس عنوان کے تحت نماز نبوی جدید میں محقق زیدی صاحب لکھتے ہیں۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا مشروع ہے اور اس کی دلیل حدیث ہے جو صحیح بخاری حدیث 1248-1318-1327 وغیرہ اور صحیح مسلم حدیث 951 میں نجاشی شاہ حبشہ کے حوالے سے آئی ہے۔

تبصرہ:۔

اب بطور تبصرہ ہم اسی محقق زیدی صاحب کی تحقیق نماز نبوی قدیم سے نقل کردیتے ہیں ''غائبانہ نماز جنازہ پڑھنے پر نجاشی کے قصہ سے دلیل لی جاتی ہے یہ قصہ صحیح بخاری 1248۔1318۔1327 (وغیرہ) اور صحیح مسلم 951 میں موجود ہے، اگر اس سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے''، محقق صاحب کے اس تحقیق کے بعد ہماری اوقات کیا کہ ہم مزید لب کشائی کریں۔

(2) اسی عنوان کے تحت نماز نبوی قدیم کے حاشیہ میں مبارک پوری صاحب کی ایک عبارت لگائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ عام معمول کے جیسے پڑھی جائے زیادہ سے زیادہ نماز جنازہ دوسرے دلائل کی وجہ سے چھوڑی جاسکتی ہے اور نماز نبوی جدید کے حاشیہ میں ایک اور محقق عبدالستار حماد صاحب بھی لکھتے ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ کا قول ہی زیادہ راجح ہے۔

تبصرہ:۔

بطور تبصرہ ہم اسی نماز نبوی کے ایک اور محقق جناب عبدالولی صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں ''لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدینؓ و دیگر سلف کا عام معمول یہ نہیں تھا، لہذا نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدینؓ کے عام معمول کو اپنانا ہی افضل و بہتر ہے۔ بالخصوص جبکہ غائبانہ نماز جنازہ کو حصول شہرت اور دیگر نام نہاد سیاسی و مالی مقاصد کے لئے استعمال کیا جاتا ہو'' (نماز نبوی جدید کا حاشیہ) محقق صاحب کی یہ تحقیق ہم کافی سمجھتے ہیں۔ وللہ الحمد

تدفین وزیارت

(نماز نبوی قدیم صفحہ 299 جدید صفحہ 371)

(1) اس عنوان کے تحت محققین کرام حدیث لائے ہیں ''قبر گہری کھودیں۔۔۔۔۔۔۔'' (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

ابوداؤد کی جس روایت میں قبر گہری کھودنے کا بیان ہے اس کا ایک راوی سفیان ثوریؒ ہیں اور 'عن' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں لہذا اس روایت کو صحیح کہنے والے محقق علی زئی کذاب کا تبصرہ سنیے ''لہذا سفیان ثوریؒ (جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے) کہ یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے'' (نور العینین صفحہ 138)

اپنی لات اپنے منہ پر:

(2) اسی عنوان کے تحت ایک اور حدیث دی ہے ''میت کو قبر کے پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کریں'' (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام شعبہؒ ہیں ان کے بارے میں محقق کذاب کی تحقیق سنئے ''وہ امام شعبہؒ کے وہم کی وجہ سے ضعیف ہے'' (تسہیل الوصول صفحہ 159۔163) لہذا یہ حدیث بھی محقق کذاب کی تحقیق کے مطابق ضعیف ہے

(3) اسی عنوان کے تحت محققین حضرات فرماتے ہیں ''میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں'' ﴿بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ﴾ (ابوداؤد)

تبصرہ:۔

اس روایت کی سند میں ایک قتادہؒ ہیں جو 'عن' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں ان کے بارے میں بھی نماز نبوی کے شاندار محقق علی زئی کذاب کا تبصرہ سنئے ''یہ روایت قتادہؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے'' (جزء قرأت صفحہ 93۔59 جزء رفع الیدین صفحہ 39) ذھبی دوران کی اس عمدہ تحقیق کے ہوتے ہم جیسوں کی کیا حیثیت کہ مزید تبصرہ کریں۔

کلمہ اختتام

الحمد للہ! اللہ تعالی کے فضل سے ہماری یہ حقیر سی کاوش پایہ تکمیل کو پہونچی یہ محض اللہ تعالی کا فضل ہے جس نے ہمیں غیر مقلدین کو آئینہ دکھانے کی ہمت وتوفیق عطاء کی چونکہ غیر مقلدین اس کتاب پر بڑے نازاں تھے تو اس مقام پر ہم نماز نبوی کے شریک کار محقق حافظ صلاح الدین یوسف کے وہ الفاظ جو انہوں نے تفسیر احسن البیان کے مقدمہ میں لکھے ہیں کو کافی سمجھتے ہیں انہوں نے لکھا ہے ''یہ مختصر تفسیر (ہماری طرف سے کتاب) ایک آئینہ ہے، جس میں وہ اپنے اخلاق وکردار کی پستیوں کو اور اپنی سیرت کے خدوخال کو واضح طور پر، اگر دیکھنا چاہیں' تو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حضرات اس آئینے میں اپنی شکل بگڑی ہوئی دیکھیں' تو آئینے کو برا نہ سمجھیں۔ اس کی وجہ سے چیں بہ جبیں نہ ہوں اور اس پر خفگی وبرہمی کا اظہار نہ کریں۔ بلکہ اپنے اخلاق وکردار کی اصلاح کریں' اپنے ''روئے زیبا'' کو سنواریں اور اپنی سیرت کے خدوخال کو درست کریں'' مزید براں قارئین! سے گزارش ہے کہ اگر اس کتاب میں کوئی غلطی ہو تو اسے انسانی کمزوری سمجھیں کہ غلطیوں سے پاک صرف اللہ کی کتاب ہے۔ اطلاع کرنے پر ہم مشکور ہوں گیا اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اللہ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ان تمام احباب خصوصاً بھائی نوید صاحب اور بھائی اسماعیل صاحب جنہوں نے ہمارے ساتھ ہر ممکن تعاون فرمایا اور قاضی محمد اشرف ہاشمی صاحب جنہوں نے ہمیں لائبریری کے لئے جگہ فراہم کی اللہ تعالی ان سب کی تعاون کو قبول فرمائیں۔ آمین

عطاء اللہ عمر
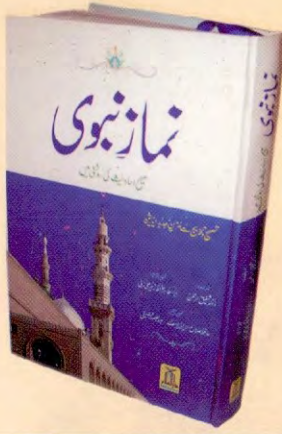
غیر مقلدین خود اپنے اکابرین کی نظر میں

غیر مقلدین کے امام (محمد حسین بٹالوی) فرماتے ہیں

پچیس برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں (رسالہ اشاعتہ السنہ نمبر ۲ جلد ۱۱ طبع ۱۸۸۸ء)

غیر مقلدین کے دوسرے (امام قاضی عبد الواحد خانپوری) فرماتے ہیں

پس اس زمانے کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین، مخالفین، سلف الصالحین جو حقیقت ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں، شیعہ و روافض کے، جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب کفر و نفاق اور مدخل ملاحدہ زنادقہ کے تھے اسی طرح ہر جاہل اہل حدیث اس زمانے میں ملاحدہ زنادقہ منافقین کے باب اور مدخل ہیں۔
سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ البارحۃ (اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول امنت با اللہ)

إدارۃ الرشید کراچی

جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

Tel: 021-34928643 Cell: 0321-2045610
E-mail: Idaraturrasheed@gmail.com